شیر خدا کے فیصلے

مولف

محمد محمدی اشتہاردی

مترجم

سید محمد حسن عابدی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

کتاب کا نام: شیرِ خدا کے فیصلے

مولّف : محمد محمدی اشتہاردی

مترجم : سید محمد حسن عابدی

کمپوزنگ: سید محمد ہادی عابدی

ناشر: مصباحُ الھدٰی فائونڈیشن

تاریخِ نشر:

قیمت:

فہرست مطالب

سیرت حضرت علی (ع) پر ایک نظر

حضرت علی ابن ابی طالب (علیہما السلام) پیغمبر اسلام (ص)کے وصی اور ولایت وا مامت کے سلسلہ کی پہلی کڑی ہیں جن کی ولادت بروز جمعہ ۱۳ رجب تیس عام الفیل کو ہوئی (پیغمبر کی بعثت سے دس سال قبل) شہر مکہ میں داخل کعبہ ولادت پاکر آپ نے اس دنیا میں آنکھیں کھولیں آپ کے والد ابو طالب ،ماں فاطمہ بنت اسد،آپ کا تعلق قریش کے بڑے خاندان نسل بنی ہاشم سے ہے ،ہاشم پیغمبر (ص)کے پر دادا اور ابو طالب وفاطمہ بنت اسد کے دادا تھے اس لحاظ سے ابو طالب اور فاطمہ بنت اسد آپس میں چچا زاد بھائی بہن تھے۔

ابو طالب آغاز اسلام کے وقت ہی مسلمان ہو چکے تھے مگر پیغمبر (ص) کی حفاظت کی خاطر اپنے اسلام لانے کو چھپائے رہے اسی لئے روایات میں آیا ہے کہ ابو طالب کی مثال ''اصحاب کہف اور مؤمن آل فرعون'' کی سی ہے ۔(اصول کافی ج۱ ص۴۴۸ ج۷ ص۳۸۸و۳۹۵)

فاطمہ بنت اسد گیارہویں نمبر پر اسلام لانے والی خاتون ہیں،پیغمبر اکرم(ص)ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور انھیں ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے اور پیغمبر (ص)نے واضح طور پر فاطمہ بنت اسد کے بارے میں فرمایا:''نہ لم یکن بعد ابی طالب ابَرَّ بی منھا...''یعنی

کسی نے بھی ابو طالب کے بعد فاطمہ اسد کی سی نیکی میرے ساتھ نہیں کی۔(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۴)

حضر علی (ع) ۱۹ ماہِ رمضان ۴۰ ھ کو ابن ملجم ملعون کے ہاتھوں محراب مسجد کوفہ میں ضربت لگی اور اسی سال ۲۱ رمضان المبارک کو ۶۳ سال کی عمر میں شہر کوفہ میں آپ نے شہادت پائی آپ کی قبر و ضریح مقدس نجف اشرف میں ہے

حضرت علی (ع) کی زندگانی کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

۱۔اسلام سے پہلے کا زمانہ (جو کہ تقریباً دس سال کا زمانہ ہے)

۲۔زمانۂ بعثت پیغمبر اکرم (ص) (جو کہ تقریباً ۱۳ سال کا عرصہ ہے) کیونکہ حضرت علی (ع) سب سے پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے بعثت کے ۱۳ سال دن ورات پیغمبر اسلام (ص) کی پیروی و حمایت کی اور آپ پیغمبر (ص) کے لئے محکم سپر کی طرح سے تھے۔

۳۔دوران ہجرت اور مدینہ میں پیغمبر (ص) کی خدمت کرنا یہ بھی تقریباً دس سال کا زمانہ ہے جس میں حضرت علی (ع) پیغمبر (ص) کے ہمراہ سایۂ کی مانند ساتھ ساتھ تھے اس دوران پیغمبر کے مدافع تنہا آپ تھے اور پیغمبر (ص) کی تصدیق کرنے وحمایت کرنے میں آپ کا کوئی نظیر نہیں تھا۔

۴۔خلافت ابوبکر وعمر وعثمان کے زمانے میں (جو کہ تقریباً ۲۵ سال کا عرصہ تھا) حضرت نے اس دوران کاشتکاری اور لوگوں کی مختلف قسم کی مشکلات کو دور کرنے اور مشکل و پیچیدہ مسائل کو عادلانہ طریقے سے حل کرنے اور مظلوم اور بے سرپرست لوگوں کے حقوق دلوانے میں مشغول رہے۔

۵۔حضرت علی (ع) کی خلافت کا زمانہ (جو کہ تقریباً چار سال اور نو ماہ کا ہے) جو کہ زیادہ تر کوفہ میں گذرا اور اس دوران منافقین کی طرف سے جنگ جمل ،وصفین ونہروان بھڑکائی گئیں اور سرانجام حضرت علی (ع) نے توحیدو عدالت کی راہ میں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت علی کا علم پیغمبر اسلام (ص) کی نگاہ میں

امیر المومنین تمام فضائل وکمالات کا مجموعہ تھے گویاآئینۂ پیغمبر (ص) تھے اس طرح سے کہ تمام نیکیاں پیغمبر اسلام (ص) کے مکتب سے اعلیٰ طریقے سے سیکھی تھیں اسی لئے پیغمبر (ص) کے بعد ان کے بر حق جانشین اور اسلامی پیشوا قرار پائے۔

حضرت کے فضائل کے بارے میں پیغمبر اسلام (ص) کے بعض اقوال کو ہم ذکر کرتے ہیں۔

۱۔قَالَ النَّبِیُّ (ص): "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیّ بَابُھا فَمَنْ اَرَادَ الْمَدِیْنَۃَ فَلْیَأْتِ الْبأْبَ"ترجمہ : نبی اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ لہٰذا جو بھی شہر علم میں آنے کاخواہشمند ہووہ اس کے دروازے سے آئے۔(مستدرک صحیحین ج۳ص۱۳۷،مناقب ابن مغازلی ص۸۰)

پیغمبر اکرم (ص)نے خود علی سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:"یاعلی اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَاَنتْ الْبَابُ کَذِبَ مَنْ زَعَمَ أَنَّہُ یَصِلُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ اِلاَّ مِنَ الْبَأبِ"ترجمہ:اے علی میں شہر علم ہوں اور تم اس کا دروازہ ہو ، جھوٹ بولتا ہے وہ شخص جو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ شہر میں بغیر دروازے کے داخل ہو سکتاہے۔(ابن مغازلی ص۸۵،امالی طوسی ص۵۷۸.)

۳۔قَالَ النَّبِیُّ (ص):"أَنَاَمِیْزَانُ الْعِلْمِ وَعَلِیّ کَفَّتَاہُ"ترجمہ:نبی اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:میں علم کا ترازو ہوں اور علی اس کے پلڑوں کی مانند ہیں۔(ینابیع المودۃ ج۲ ص۲۴۰ بحار ج۲۳ ص۱۳۹.)

نکتہ:اس روایت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح ترازو کے دو پلڑوں کے ذریعے سامان کو وزن کرنے و اندازہ کرنے کے بعد خریدار کے سپرد کیا جاتا ہے علم نبوت بھی علی (ع)ہی کے ذریعے اوران کی رضایت سے ملتا ہے۔

۴۔قَالَ النَّبِیُّ (ص):"اَنَاَ دَارُالْحِکْمَةِ وَعَلِیّ مِفْتَاحُھا"ترجمہ: نبی اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس کی چابی ہیں۔(امالی صدوق ص۴۳۴.)

۵۔قال النبی (ص):اَنَاَمِیْزَانْ الْحِکْمَةِ عَلِیّ لِسَانُہُ"نبی اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:میں حکمت و دانائی کا ترازو ہوں اور علی اس کی زبان ہیں۔(الغدیر ج٦ ص٨٠)

٦۔قال النبیُّ(ص):علیْ عَیْبَۃُ عِلْمِی"ترجمہ: نبی اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:علی میرے علم کا صندوق ہیں۔(تاریخ دمشق ج۷ص۴۲،مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۲)

۷۔قَالَ النَّبِیُّ(ص):"فَوَعَزَّةِ رَبِیّ مَا عَلَّمَنِی رَبِّی شَیْئًاالِاَّعَلَّمْتُہُ عَلِیًّا وَنَّہُ بِطُرُقِ السَّمٰاءِ اَعْرَفُ مِنْہُ بطُرُقِ الْاَرْضِ"ترجمہ: نبی اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:مجھے اپنے رب کی قسم جو کچھ علم میرے پروردگار نے مجھے عطا کیا ہے میں نے وہ سب کا سب علی کو سکھا یا ہے اور علی آسمان کے راستوں کو زمین کے راستوں سے زیادہ جانتا ہے ۔(الفضائل ابن شاذان ص۱۳۸)

۸۔قَالَ النَّبِيُّ (ص):"اَعْلَمُ اُمَّتِي مِنْ بَعْدِی عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ"ترجمہ: نبی اکرم (ص) نے ارشاد فرمایا: میرے بعد میری امت میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا علی ابن ابی طالب ہے۔(کفایۃ الطالب ص۳۳۲،امالی صدوق ۶۴۲)

۹۔امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ:ایک دفعہ جبرئیل امین نے دو انار پیغمبراکرم (ص)کو لاکر دیئے ،پیغمبر (ص)نے ان میں سے ایک پورا انار خود تناول فرمایا: اور دوسرے انار کے دو ٹکڑے کر کے ایک حصہ خود تناول فرمایا اور دوسراحصہ حضرت علی (ع)کو کھلایا ،پھر حضرت علی(ع) کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں ''اے میرے بھائی! جانتے ہو یہ دو انار کیسے تھے؟حضرت علی(ص) نے عرض کی نہیں ،پیغمبر (ص)نے فرمایا:''پہلا انار مقام نبوت کا تھا جس میں تمہارا حصہ نہیں تھالہٰذا اسے میں نے پورا کھالیا لیکن دوسرا انا رعلم کا تھا لہٰذا تم میرے علم میں برابر کے شریک ہو ،راوی چھٹے امام سے سوال کرتا ہے ،کس طرح حضرت علی(ع) علم میں پیغمبر(ص)کے شریک ہیں؟ تو چھٹے امام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:"لَمْ يُعَلِّمُ اللّٰهُ مُحَمَّداً عِلْماً اِلاَّ وَاَمْرُهُ اَنْ يُعْلِمَهُ عَلِيًّا''ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے کسی علم کی تعلیم اپنے نبی کو نہیں دی مگر یہ کہ انھیں حکم دیا کہ اے نبی! اس علم کی تعلیم علی کو بھی دو۔(اصول کافی ج۱ س۲۶۳)

پیغمبر(ص) سے کسب فیض کے بارے میں علی (ع) کے اقوال

۱۔قَالَ عَلِيٌّ(ع):"اِنَّ رَسُولَ اللهِ عَلَّمَنِي اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ يَفْتَحُ كُلُّ بابٍ اَلْفَ بابٍ"ترجمہ: حضرت علی (ع) نے ارشاد فرمایا: رسول خدا (ع) نے مجھے علم کے ایسے ہزار باب کی تعلیم دی کہ ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں،(خصال صدوق ص۶۴۴،اصول کافی قدیم ص۲۹۶)

۲۔حضرت علی (ع) نے ارشاد فرمایا:''رات کی تنہائی میں میرے لئے ایک ایسا وقت مقرر تھا کہ میں پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور پیغمبر(ص) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کردہ علم سے مجھے بہر ہ مند فرماتے تھے''۔(مسند احمد بن حنبل ج۱ ص۳۱۷).

۳۔حضرت علی (ع) نے ارشاد فرمایا:''کوئی بھی پیغمبر اکرم (ص) پر نازل ہونے والی آیت ایسی نہیں جس کی پیغمبر (ص) نے مجھ پر تلاوت نہ کی ہو اور مجھے نہ لکھوائی ہو اور میں نے اسے نہ لکھا ہو اور اس آیت کی تاویل و تفسیر ،ناسخ ومنسوخ ، محکم ومتشابہ ،خاص وعام وغیرہ کے بارے میں مجھے نہ بتایاہو اور آنحضرت(ص) میرے لئے دعاکیا کرتے تھے کہ میں ان سب باتوں کو پہچانوں اور یادرکھوں اور میں نے قرآن کی ایک آیت کو بھی فراموش نہیں کیاہے اور کوئی بھی ایسا علم نہیں جسے پیغمبر(ص) نے مجھے املانہ کرایا ہو اور میں نے اسے لکھا نہ ہو ،پیغمبر (ص) نے میرے لئے دعا کرنے کے

بعد اپنے مبارک ہاتھوں کو میرے سینے پر رکھتے ہوئے دعا کی ''اے اللہ ! علی کے قلب کو علم وفہم وحکمت و نور سے لبریز کر دے''میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول :''میرے ماں باپ آپ پر قربان جو کچھ آپ نے مجھے تعلیم دی ہے اور دعا کی ہے کیا اس کے بعد بھی کچھ بھول سکتا ہوں تو آنحضرت (ص) نے ارشاد فرمایا:"لَسْتُ اَتَخَوَّفُ عَلَيْكَ النِّسْيَانُ وَالْجَهلُ"(مذکورہ حوالہ)ترجمہ: نبی اکرم (ص) نے ارشاد فرمایا: مجھے تمہارے بارے میں نسیان وجہل کا خوف نہیں ہے۔

۴۔حضرت علی (ع) خطبۂ شقشقیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:"يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقیٰ اِلَیَّ الطَّيْرُ" یعنی: ہمیشہ میرے وجود سے علم وفضیلت کے پہاڑوں کا سیلاب جاری ہے جس کی اونچائی کو اُڑنے والے پرندے بھی نہیں پہنچ سکتے ہیں۔(نہج البلاغہ خ۳)

۵۔حضرت علی (ع) نے ارشاد فرمایا:"اَرَیٰ نُورَ الْوَحْيِ وَالرِّسالَةِ وَاَشُمُّ رِيْحَ النُبُوَّةِ"یعنی: میں نور وحی اور رسالت کا نظارہ کرتا تھا اور نبوت کی خوشبو کو سونگھا کرتا تھا۔

پیغمبر اکرم (ص) حضرت علی (ع) سے فرمایا کرتے تھے :"اِنَّكَ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ،وَتَرَیٰ مَا اَرَیٰ اِلاَّ اِنَّكَ لَسْتُ بِنَبِيٍّ وَلٰكِنَّكَ لَوَ زیر وَاِنَّكَ لَعَلٰی خَيْرٍ'' یعنی اے علی !جو کچھ میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو

سوائے اس کے کہ تم پیغمبر نہیں ہو لیکن تم میرے وزیر ہو اور بہترین مقام ومنزلت رکھتے ہو''۔(نہج البلاغہ ترجمہ صبحی صالح ذیل خ۱۸۹)

پیغمبر اکرم (ص) کا حضرت علی (ع) کے فیصلوں کی تصدیق کرنا

تمام علوم میں پیچیدہ و دشوار ترین علم جس تک ہر ایک کی دسترس نہیں ہے وہ علمِ قضاوت ہے ،حضرت علی(ع) اس علم میں بھی دیگر علوم کی طرح ماہر و بے نظیر تھے،پیغمبر اسلام (ص) نے اس علم میں بھی حضرت علی(ع) کو خاص طور پر قضاوت کے لئے معین اور حضرت کو حاکم و قاضی بناتے ہوئے لوگوں کو حضرت کی پیروی کی طرف دعوت دی اور کبھی علی کے بارے میں یوں فرمایا:"اَقْضَاكُمْ عَلِيّ"یعنی اے لوگو! علی قضاوت میں تم سب پر برتری رکھتے ہیں اور تم سب سے بہتر فیصلے کرتے ہیں ''(الغدیر ج۳ ص۹۶)

اور کبھی پیغمبراسلام (ص) نے علی کے بارے میں یوں فرمایا:"عَلِيّ اَعْلَمُهمْ بِالْقَضِيَّةِ وَاَبْصَرُهمْ بِالْقَضِيَّةِ"یعنی علی مسئلہ قضاوت میں تمام انسانوں سے زیادہ آگاہ اور بابصیرت انسان ہے۔(مذکورہ حوالہ)

اسی بنا پر عمر بن خطاب اکثر مشکل قضاوتوں کے وقت کہا کرتے تھے کہ:"اَقْضانا عَلِيّ ''یعنی علی ہمارے درمیان سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں .اور مختلف مقامات پر

حضرت عمر نے یہ بھی کہا :"لَوْلَا عَلِیّ لَهلک عُمَرُ"یعنی علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتااور اکثر یہ دعائیں کیا کرتے تھے کہ ''اے پروردگار مجھے کبھی بھی ایسی مشکلات میں گرفتار نہ کرنا کہ جہاں علی(مشکلات حل کرنے کے لئے) موجود نہ ہوں''''اے اللہ مجھے کبھی بھی کسی مقام پر شرمندہ نہ فرمانا جہاں مجھے شرمندگی سے نجات دینے کے لئے علی نہ ہوں'' '' اے علی ! اللہ مجھے تمہارے بعد زندہ نہ رکھے ''''اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ایسی مشکلات سے کہ جن کے حل کرنے کے لئے ابو الحسن (علی ابن ابی طالب)نہ ہوں''اسی طرح کے الفاظ دوسرے اصحاب کرام نے بھی اداکئے ہیں ۔(الغدیر ج۳ ص۹۷۔۹۸۔۹۹.خود اہل سنت کی کتابوں کے حوالے کے ساتھ)

تعجب کی بات یہ ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) بھی حضرت علی (ع)کے بعض فیصلوں کے بعد یوں ارشادفرماتے تھے :"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ مِنْ اَہْلِ بَیْتِی مَنْ یَحْکُمُ بِحُکْمِ الْاٴنْبِیَاءِ"یعنی حمد وثنا اس اللہ کی جس نے ہمارے خاندان میں ایسے شخص کو قرار دیا جو انبیاء کی طرح فیصلے کرتا ہے''(ارشاد شیخ مفید ج۱ س۳۵۲)

عمر بن خطاب فرماتے ہیں:"کُنَّااُمِرْنااِذااخْتَلَفْنَافِیْ شَیْ ءٍاَنْ نُحْکِمَ عَلِیًّا" یعنی:پیغمبر اسلام (ص)کی طرف سے یہ حکم دیاگیا تھا کہ جب بھی کسی مسئلے میں ہمارے درمیان اختلاف ہو جائے تو اس وقت علی سے فیصلہ کرائیں''(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۰و۳٦۴)

ایک شخص عمر سے کہتا ہے :کہ آپ کے ہوتے ہوئے قضاوت کو علی کے سپرد کردیں ؟ عمر اس شخص کو جواب دیتے ہیں :''وائے ہو تم پر کیا تم جانتے ہو کہ یہ علی کون ہیں؟یہ میرے اور تمام مرد وزن کے مولاوآقا ہیں اور جوانھیں اپنا مولاو آقانہیں مانتا وہ بالکل مسلمان نہیں ہے ''(شرح الاخبار ج۱ ص۱۱۰)

اسی لئے مقداد تعجب کرتے ہوئے کہتے تھے کہ ''مجھے قریش کے لوگوں پر تعجب ہے کہ ان کے درمیان علی جیسی شخصیت کے ہوتے ہوئے اسے رہبری سے دور رکھا گیاہے جب کہ علم وقضاوت میں اس سے برتر کوئی شخص موجود نہیں ہے؟(تاریخ طبری ج۴ ص۲۳۳،الغدیر ج۳ ص۲۸۸)

ابن ابی الحدید روایت نقل کرتے ہیں کہ ''ایک دن علی مسجد میں عمر کی خلافت کے دوران ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے پھر وہ اُٹھ کر چلے گئے درباری حضرات میں سے کسی نے حضرت علی (ع)کے اس طرح اُٹھ کر چلے جانے کو غرور و تکبر سے تعبیر کیا تو عمر نے اس سے کہا کہ بہتر ہے علی کی طرح برد باری اختیار کرو خدا کی قسم اگر علی کی شمشیر نہ ہوتی تو آج پرچم اسلام باقی نہ ہوتا اور علی علم قضاوت میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں اور سب سے پہلے اسلام اور پیغمبر اسلام (ص)کی تصدیق کرنے والے شریف وپاکیزہ انسان ہیں''۔(شرح نہج البلاغہ ابی ابی الحدید ج۱۲ ص۸۲.)

پیغمبر اسلام (ص) کا علی (ع) کا تعارف کرانا

۱۔علی ابن ابی طالب اسی طرح فیصلے کرتے ہیں جس طرح کے فیصلے اللہ تبارک تعالیٰ عرش پر کیا کرتا ہے۔(مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۳۵۴)

۲۔علی تمہارے درمیان قضاوت الٰہی کے تحت قضاوت کرتا ہے۔(مذکورہ مدرک)

۳۔اے علی ! علم وحکمت تمہیں مبارک ہو کہ تم میرے علم کے وارث اور اسے میری اُمت میں میرے بعد پھیلانے والے ہو۔(مذکورہ مدرک ص ۳۵۵)

نکتہ:خود پیغمبر اسلام (ص)کے زمانے میں بھی اکثر مشکل وپیچیدہ فیصلے حضرت علی نے ہی کئے اور پیغمبر (ص)نے بھی ان فیصلوں کی تصدیق کی۔(موسوعۃ الامام علی محمد ری شہری ج ۱۱ ص ۱۶)

اسی بناء پر امام محمد باقر وامام جعفر صادق علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں:" پیغمبر اسلام (ص)کے بعدلوگوں میں علی کے علاوہ کوئی بھی حق وعدالت کے تحت فیصلے کرنے کا ادّعا نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ہر طرح کے فیصلوں کے لئے ہمیشہ علی کے ہی دروازے کو کھٹکھٹایا گیا ہے کیونکہ علی پیغمبر(ص) کی طرح کے فیصلے کیا کرتے تھے جب بھی علی کوئی قضاوت کرتے تو سالوں گزر جانے کے باوجود بھی وہی فیصلے بر قرار رہتے تھے کیونکہ علی کی قضاوت ایسی صحیح ہوتی تھی کہ جس میں کسی قسم کے تغیر و تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی تھی۔(امالی شیخ مفید ص ۲۸۷)

حضرت علی (ص) کااپناتعارف کرانا

مندر جہ ذیل موارد میں حضرت علی (ص) نے اپنے آپ کاتعارف کروایا :

اولاً : اس آیہ قرآنی (وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبّک فَحَدِّثْ) کی بناء پر تھا۔

ثانیاً :لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے میں ان کی رہنمائی کرنے کے لئے تھا۔

۱۔ایک دفعہ عمر حضرت علی(ع)سے کہتے ہیں:''اے علی ! آپ قضاوت کرنے میں جلدی کیوں کرتے ہیں کیوں ذرا ٹھہر کر یا سوچ کر جواب نہیں دیتے ہیں کیوں اسی لمحہ جواب دیتے ہیں ؟تو حضرت علی (ع)نے ان کے ہاتھ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمر سے پوچھا ذرا بتاؤ تمہارے ہاتھ میں کتنی اُنگلیاں ہیں ؟عمر نے کہا پانچ،حضرت علی (ع)نے عمر سے کہا کیوں جلدی سے جواب دیدیا سوچ کر جواب کیوں نہیں دیا؟عمر نے جواب میں کہا کہ اس میں کوئی سوچنے اور غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی پہلی نگاہ ہی میں پتہ چل گیا کہ ہاتھ میں پانچ اُنگلیاں ہیں ،حضرت علی (ع)نے فرمایا:"اَنَااُسْرِعُ فِیْمَالاَیَخْفٰی عَلَیَّ "یعنی میں بھی ایسے حکم میں جو میرے لئے واضح و روشن ہو تا ہے جلدی کرتا ہوں اور اس میں مجھے سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔(مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص۳۱،بحارج ۴۰ص ۱۴۷)

۲۔حضرت علی (ع) نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:اگر میرے لئے مسند قضاوت کو بچھایا جائے تو میں توارات والوں میں توارات سے اور انجیل والوں میں انجیل سے اور زبور والوں میں زبور سے اور قرآن کے پیروکاروں کے درمیان قرآن سے فیصلے کروں گا تاکہ یہ آسمانی کتابیں بارگاہ پروردگار میں تعجب سے کہیں کہ :"یارَبِّ اِنّ عَلِیًّاقَضیٰ بِقَضٰائِک" یعنی اے میرے پروردگار علی نے تیرے فیصلوں کی طرح زمین پر فیصلے کئے ہیں۔(امالی شیخ طوسی ص۵۲۳، موسوعۃ الامام علی ج۱۱ ص۱۱)

۳۔حضرت علی(ع)کا بارہا ارشاد فرمانا:"سَلُونِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِی فَوَاللّٰہِ لَا تَسْأَلُونِی عَنْ شَیْئٍ وَلاَ عَنْ شَیْئٍ یَکُونُ اِلاَّ اَنْبَاتُکُمْ بِہِ"

ترجمہ: قبل اس کے کہ مجھے اپنے درمیان میں نہ پاؤ جو کچھ مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھ لوخدا کی قسم جو آئندہ ہونے والا ہے یا جو کچھ گذشتہ زمانوں میں ہو چکا ہے اگر اس کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھو گے تو میں تمہیں ضرور ان سب کی خبر دوں گا۔(امالی شیخ صدوق ص۱۹۶ ،کامل الزیارات ص۱۵۵)

حضرت علی (ع)مکرر لوگوں کے سامنے اس طرح کے اعلان کیا کرتے اور لوگ آپ سے آکر سوال کرتے اور اطمینان بخش جواب پاتے تھے آپ کے بعد معصومین علیہم السلام کے علاوہ جس نے بھی اس طرح کا ادعا کیا وہ ذلیل ورُسوا ہوا،مزے کی بات یہ

ہے کہ حضرت حاضر جوابی میں اپنی مثل آپ تھے ہر سوال کا فوراً جواب دے دیا کرتے تھے مثلاً ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ خداوند عالم قیامت کے دن تمام مخلوق کی کثرت کے باوجود کس طرح ان کا حساب وکتاب کرے گا؟تو حضرت نے فوراً جواب دیا کہ جس طرح تمام مخلوق کی کثرت کے باوجود اُنھیں روزی دیتا ہے ۔(موسوعۃ الامام علی ج۱۱ ص۳۰۷ سے ۳۲۳)

یا مثلاً کسی نے حضرت سے پوچھا کہ ذرا یہ بتائیں کہ وہ کیا چیز ہے جس نے اپنی حیات میں پینے کا کام کیا اور مرنے کے بعد کھانے کا کام کیا؟تو حضرت نے فوراً جواب دیا کہ ''وہ عصاء موسیٰ (ع) تھا کہ جب تک وہ درخت میں تھا تو پانی پینے کا کام کرتا تھا اور جب وہ درخت سے جدا ہو اور موسیٰ کے لئے عصا قرار پایا تو اس نے جادو گروں کی رسیوں کو کھالیا۔(بحار ج۱ ص۸۵)

۴۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ کا امام جعفر صادق (ع)کے سامنے لاجواب ہونا:

عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ تیسری صدی کے مشہور ومعروف قضات میں سے ہیں جنھوں نے ۳۳ سال کوفہ میں مسند قضاوت پر بیٹھ کر لوگوں کے درمیان قضاوت کی، سرانجام ۲۴۸ ھ کو ۷۴ سال کی زندگی میں شہر کوفہ ہی میں وفات پائی،(الکنی والالقاب ج۱ ص۲۰۲)

ایک دن اسی قاضی اور امام جعفر صادق کے درمیان یوں گفتگو انجام پائی۔

امام :اے عبد الرحمٰن !تم لوگوں کے درمیان کس طرح سے قضاوت کرتے ہو؟

عبد الرحمٰن :میں لوگوں کے درمیان قرآن کے ذریعے سے فیصلے کرتا ہوں۔

امام: اگر کسی مسئلہ کا جواب قرآن میں نہ پاسکو تو پھر کیا کرتے ہو؟

عبد الرحمٰن :سنّت پیغمبر (ص)کے تحت فیصلے کرتا ہوں۔

امام :اگر کسی مسئلے کا جواب قرآن و سنت دونوں میں نہیں ملتا ہے تو کیا کرتے ہو؟

عبد الرحمٰن :اجماع اور اتفاق علماء کی رائے کے تحت حکم کرتا ہوں۔

امام :اگر علماء کے درمیان بھی اختلاف رائے پائی جاتی ہو تو کیا کرتے ہو؟

عبد الرحمٰن : پھر جو کچھ میری اپنی تشخیص ہوتی ہے اس کے تحت حکم کرتا ہوں اور لوگوں کی مخالف رائے کی پروا نہیں کرتا ہوں۔

امام :اگر جس مسئلہ میں تم نے اپنی طرف سے کوئی قضاوت کی ہو اس کی مخالفت میں علی (ع)کا کوئی قول ہو تو کیا اس کی بھی مخالفت کرتے ہو؟

عبد الرحمٰن :ہاں کبھی کبھار ایسا بھی ہوا ہے کہ دوسروں کے فتاویٰ پر عمل کرتے ہوئے علی کی مخالفت بھی ہوئی ہے۔

امام :اگر قیامت کے دن پیغمبر اسلام(ع) بارگاہ پروردگار میں تمہاری شکایت کریں کہ ''اے اللہ ! عبد الرحمٰن تک میرا قول پہنچا بھی تو اس نے میرے قول کی مخالفت کی '' تو کیا جواب دوگے؟

عبد الرحمٰن : میں نے کہاں رسول اللہ (ص)کے قول کی مخالفت کی ہے؟

امام : کیا پیغمبر (ص)کا یہ فرمان تم تک نہیں پہنچا ہے :"اَقْضَاکُمْ عَلِیّ"یعنی علی تم سب میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔

عبد الرحمٰن: ہاں کیوں نہیں یہ کلام پیغمبر تو میں نے سنا ہے۔

امام : تو کیا اگر تم نے علی (ع) کی رائے کی مخالفت کی تو پیغمبر(ص) کے اس فرمان کی مخالفت کی یا نہیں؟اس مقام پر عبد الرحمٰن لا جواب و حیران وپریشان ہو گیااور شرم کے مارے اس کے چہرے کا رنگ اُڑنے لگا۔(بحار ج۴۰ ص۱۵۰،وسائل الشیعہ ج۱۸ص۹)

۵۔عمر کا حضرت علی (ع) کی برتری کی گواہی دینا:

جیسا کہ بعد میں زمانۂ خلافت عمرمیں حضرت علی (ع)کے فیصلوں میں آپ ملاحظہ کریں گے کہ عمر نے مختلف تعبیرات کے ذریعے حضرت علی (ع) کو مسئلہ قضاوت میں بے نظیر اور ممتاز شخص کہا ہے اور ستر مرتبہ انھوں نے یہ جملہ کہا:''لَوْ لَا عَلِیّ لَھَلَکَ

عُمَرُ''یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا '(اسی طرح کے جملات دوسرے اصحاب نے بھی ادا کئے ہیں جو اسی کتاب میں جابجا آپ ملاحظہ کریں گے.)

مثال کے طور پر ایک دفعہ ایک دشوار مسئلہ عمر اور عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان پیش آیا جس میں وہ دونوں کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکے تو ان دونوں نے حضرت علی (ع) کو خط لکھا کہ آپ آکر ہم دونوں کی اس مشکل کو حل کریں حضرت علی (ع) نے انھیں جواب میں لکھا کہ ''جاہل عالم کے پاس آتا ہے نہ کہ عالم جاہل کے پاس جاتا ہے ''جب یہ بات عمر کو پتہ چلی تو عبد الرحمٰن سے کہا علی تو یہاں نہیں آئیں گے چلو ہم دونوں ہی ان کی ملاقات کو چلتے ہیں یہ کہہ کر دونوں چلے مدینہ کے باہر ایک باغ میں حضرت علی (ع) سے ان دونوں کی ملاقات ہوئی دیکھا علی کے ہاتھ میں بیلچہ ہے اور کاشتکاری میں مشغول ہیں دونوں نے حضرت سے اپنے مسئلے کا جواب طلب کیا حضرت نے جب انھیں قانع کنندہ جواب دے دیا وہ دونوں حضرت سے کہتے ہیں کہ لوگوں نے آپ کی رہبری کو قبول کرنے سے عدول کیاہے جبکہ آپ اس منصب کے لئے زیادہ سزاوارتھے تو حضرت نے اس آیت کے ذریعے انھیں جواب دیا کہ (اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کَانَ مِیۡقَاتًا) ''یعنی بیشک قیامت کا دن اور حق وباطل کی جدائی والا دن تمام لوگوں کی وعدہ گاہ ہے (سورۂ نباء آیت ١٧)''یعنی اس دن سب کو اپنا حساب وکتاب معلوم ہوجائے گا''۔(بحار ج٤٠ ص١٤١.)

حضرت علی (ع) کا عالم شباب میں محکم فیصلے کرنا

۱۰ ھ کے ماہ رمضان المبارک میں پیغمبر اسلام (ص) نے حضرت علی (ع) کو یمن کا قاضی وحکمراں بنایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے علی کے سر پر عمامہ رکھا اور علی کے ہاتھوں میں پر چم دیا اور فرمایا: ''اِمْضِ وَلَاتَلْتَفِتْ'' یعنی جاؤ اور توجہ نہ کرو حضرت علی (ع) نے جاتے ہوئے پیغمبر (ص) سے عرض کیا: ''کیا مجھ ۲۳ سالہ جوان کو آپ یمن کی طرف بھیج رہے ہیں کہ ان کے درمیان جا کر فیصلے کروں؟ پیغمبر (ص) نے اپنا ہاتھ علی (ع) کے سینے پر رکھتے ہوئے فرمایا : "اَللّٰھمَّ اِھدِ قَلْبَہُ وَثَبِّتْ لِسَانَہُ"" یعنی اے اللہ ! اس کے قلب کی ہدایت فرما اور اس کی زبان کو ثابت رکھ '' حضرت علی (ع) فرماتے ہیں میں نے پیغمبر (ص) کی اس دعا کے بعد لوگوں کے درمیان قضاوت کرتے ہوئے کبھی بھی شک و تردید نہیں کی۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۸۸ ، سنن ابی داؤد ج ۳ ص ۳۰۱ ، مسند زید ص ۲۶۱)

اسی دوران حضرت علی (ع) یمن میں تھے لوگوں کے درمیان غنائم جنگی کی تقسیم کے سلسلے میں آپ کا ایک فیصلہ لوگوں پر گراں گزرا اور پیغمبر (ص) کی خدمت میں آکر شکایت کی تو آنحضرت نے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں کے درمیان جاکر یوں اعلان کرے کہ: "اِرْفَعُوا اَلْسِنَتِکُمْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِی طالبٍ فِاِنَّہُ خَشِن فی ذاتِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ مُدَاھِنٍ فی دینہ" اے لوگو! علی کے بارے میں شکایت کرنے سے اپنی زبانوں کو روک

کر رکھو کیوں کہ وہ حکم خدا کے تحت حکم کرنے میں قاطع وثابت قدم ہے اور کسی قسم کی لا پرواہی کرنے والا نہیں ہے ،لہٰذا اب جو لوگ بھی حضرت علی (ع)کی شکایت کی غرض سے آئے تھے وہ اپنی شکایتوں سے باز رہے اور علی کی مقام ومنزلت کو پیغمبر (ص)کے سامنے جان گئے اور سمجھ گئے کہ جو بھی علی کی بے جا شکایت کرے گا وہ پیغمبر (ص) کو غصہ دلانے کا موجب ہوگا۔(بحار ج۲۱ص۳۵۸،ارشاد مفید ترجمہ ج۱ص۱۶۰)

دوسری روایت میں یوں ذکر ہے کہ پیغمبر (ص)نے یمن سے حضرت علی (ع)کی شکایت کو آنے والے افراد سے حضرت علی (ع)کی قضاوت کے سلسلے میں فرمایا:"علی ہر گز کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ وہ اصلاً ظلم کرنے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا ہے، میرے بعد وہ میرا جانشین اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے والا ہے اس کا کلام حق ہے اور کوئی بھی سوائے کافر کے اس کی ولایت کا انکار نہیں کرے گااور اس کے حکم کو منع نہیں کرے گااور سوائے مومن کے کوئی بھی اس کی ولایت اور اس سے راضی نہ ہوگا جب لوگوں نے پیغمبر کی ان باتوں کوما نا تو عرض کی اے اللہ کے رسول !ہم تو حکم خدا اور حکم پیغمبر پر راضی ہوئے :پیغمبر (ص)نے ان کے جواب میں فرمایا:"هوَ تَوْبَتُكُمْ مِمَّا قُلْتُمْ"یعنی یہ تمہارے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کی توبہ ہے۔(فروع کافی ج۷ ص۳۵۲)

نکتہ: یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اسلامی قضاوت عدالت اور قاطعیت اور محبت و عطوفت اور امتیاز کے تحت انجام پاتی ہے ،بعض جگہوں پر حکم پورے رُعب و دبدبہ سے جاری کیا جاتا ہے لیکن بعض جگہوں پر مجرم کے اعتراف کے تحت قاضی اسلامی رأفت و نرمی کے تحت اسے آزاد بھی کر سکتا ہے مثلاً ایک چور کے مسئلے میں جس نے حضرت علی (ع)کے سامنے آکر اپنی چوری کا اعتراف کیا تھا تو حضرت نے صرف اس بنا پر کہ وہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کرناجانتا تھا بخش دیااسی طرح دوسرے مقامات میں مجرمین کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے حضرت سزامیں تخفیف بھی کردیا کرتے تھے ،حضرت علی (ع)نے اپنی حکومت میں عدالت کو اجراء کرنے کے لئے "ذَکَّةُ الْقَضَاء"و "بَیْتُ الْمَظَالِمْ " یعنی قضاوت ومظلوموں کی داد رسی کرنے کاگھر جہاں حضرت مظلوموں کا دفاع وستمگروں کے ظلم کی روک تھام کیا کرتے تھے۔(نظام الحکم والادارہ فی الاسلام :از باقر شریف قرشی ص۲۷۸)

قضاوت کی اہمیت اور اس میں احتیاط

اسلام میں قضاوت کا منصب بہت اہم اور بہت سخت ہے جس کی ہر ایک میں صلاحیت نہیں ہوتی ہے کیونکہ حق وباطل میں قضاوت بعض اوقات اتنی پیچیدہ اور مشکل ہوتی ہے کہ سوائے پیغمبر (ص)یا وصی ٔپیغمبر یا امداد غیبی کے بغیر قضاوت کرنا ممکن نہیں ہوتی ہے کیونکہ علم ،عدالت،نیکی و احسان اور ہوشیاری جو قضاوت کی حساس ترین شرائط

میں سے ہیں ان سب کی قضاوت میں رعایت کرنا ضروری ہوتا ہے اسی بنیاد کو مد نظر رکھتے ہوئے خداوند عالم قضاوت ِ پیغمبر (ص)کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے :(فَلاَوَرَبِّکَ لاَیُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ فِیمَاشَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لاَیَجِدُوافِی اَنفُسِهِمْ حَرَجًامِمَّاقَضَیْتَ وَیُسَلِّمُواتَسْلِیمًا)(سورۂ نساء آیت ۶۵) ترجمہ:پروردگار کی قسم لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے مگر یہ کہ وہ اے رسول ! اپنے درمیان کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے تم سے قضاوت کروائیں پھر اس قضاوت پر اپنے قلبی اطمینان کے ساتھ باقی رہیں اور اسے قبول کرلیں۔

یہ آیت اس مطلب کی طرف اشارہ کررہی ہے کہ کامل مؤمن وہ ہیں جو مسئلہ قضاوت میں پیغمبر(ص) کو واسطہ بنائیں اور آنحضرت کی قضاوت پر راضی بھی رہیں اور اس میں کسی قسم کا شک نہ کریں بلکہ اس حکم کو سر آنکھوں پر تسلیم کرلیں۔

نتیجہ: یا خود پیغمبر (ص) قاضی بنیں یا وہ قاضی بنیں جو جانشین پیغمبر ہو اور جیسا کہ پہلے گزرا کہ پیغمبر (ص)نے اصحاب کے درمیان حضرت علی (ص) کو برتر قاضی کے عنوان سے پہچنوایا تھا اسی لئے چھٹے امام جعفر صادق (ع)ارشاد فرماتے ہیں:"اِتَّقُوا الْحُکُومَۃَ فَاِنَّ الْحُکُومَۃَ نَّمَا هِیَ لِلْاِمَامِ الْعَالِمِ بِالْقَضَاءِ الْعَادِلِ فِی الْمُسْلِمِیْنَ لِلنَّبِیِّ اَوْ وَصِیِّ نِبِیٍّ "ترجمہ: قضاوت کرنے میں احتیاط سے کام لینا کیونکہ قضاوت

خاص امام کا کام ہے کیونکہ امت اسلامی میں پیغمبر (ص)اور وصی پیغمبر ہی اس منصب کی اہلیت رکھتے ہیں۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۷)

دوسرے مقام پر چھٹے امام نے یوں ارشاد فرمایا:''ایک دن امیر المؤمنین (ع)نے شریح نامی قاضی سے فرمایا:"یاشُرَیْحُ قد جَلَسْتَ مَجْلِساًلا یَجْلِسُہُ اِلاَّ نَبِیٌّ اَوْوَصِیٌّ نَبِیٍّ اَوْ شَقِیٌّ"ترجمہ:اے شریح! ایسے مقام ومنصب کو تم نے اختیار کیا ہے جس پر سوائے پیغمبر(ص) یاوصی پیغمبر یاپھر شقی انسان کے کوئی نہیں بیٹھ سکتا ہے۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۷)

مسئلہ قضاوت کے حساس ہونے پر تین مثالیں

مسئلہ قضاوت کے انتہائی حساس اور دقیق ہونے اوراس میں کافی دقت وغیرہ کرنے کے لحاظ سے ہم یہاں پر تین مثالیں پیش کرتے ہیں:

۱۔ہارون الرشید کے زمانے میں خود ہارون کی موجودگی میں ایک دفعہ علماء و دانشوروں کی محفل جمی ہوئی تھی جس میں ابویوسف نامی مشہور ومعروف قاضی ادیب کسائی بھی حاضر تھے کسائی نے ابویوسف قاضی سے پوچھاکہ اگرآپ کی خدمت میں کوئی شخص آکر کے کہے :"اَنَا قَاتِلُ غُلاَمِک" یعنی میں تیرے غلام کا قاتل ہوں اور دوسرا شخص آکر کہے کہ ''انا قاتِل غلامَك'' یعنی میں قتل کرنے والا ہوں تمہارے غلام کا توآپ بعنوان

قاتل کس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیجئے گا ابو یوسف نے عربی الفاظ کے اعراب سے غفلت برتتے ہوئے کہا دونوں کو کسائی نے کہا اگر آپ نے ایسا کیا تو اپنی قضاوت میں خطا کی کیونکہ پہلے شخص نے ''غلامِكَ ''کی ''میم'' کو کسرہ دے کر اپنے قاتل ہونے کا اقرار کیا ہے مگر دوسرے نے ''میم ''کو زبر دے کر اور ''قاتل''کے لام کو تنوین دے کر یہ بتلانا چاہا ہے کہ میں آئندہ تمہارے غلام کو قتل کروں گا لہٰذا اس نے اپنے قتل کرنے کا اقرار نہیں کیا کسائی کی یہ باتیں سن کر قاضی ابو یوسف اپنے آپ میں شکست پاکر شرمندہ ہوئے۔(سفینۃ البحار ج۲ ص۴۸۰)

۲۔قاضی شریح بن قیس کندی جو کہ تیز چالاك اور مشہور ومعروف قاضی تھا حضرت علی (ع)کی خلافت کے زمانے میں ایك دن حضرت علی (ع)نے مسجد کوفہ میں عبد اللہ بن فضل تمیمی کو طلحہ کی زرہ تن کئے ہوئے دیکھ کر اس سے کہا کہ یہ تو طلحہ کی زرہ ہے جو تم نے جنگ جمل میں خیانت کرکے اسے حاصل کر لیا ہے کیونکہ طلحہ اس جنگ میں مارا گیا تھااور اس کی زرہ غنائم جنگی میں قرار پائی تھی اور عبد اللہ نے بیت المال سے خیانت کرکے طلحہ کی زرہ حاصل کر لی تھی عبد اللہ نے حضرت علی (ع)کی بات کا انکار کیا آخر کار قاضی شریح کے پاس یہ دونوں فیصلے کے لئے پہنچے، شریح نے حضرت علی (ع)سے گواہ کو طلب کیا تو حضرت نے امام حسن (ع)کو پیش کیااور امام حسن (ع)نے گواہی دی مگر شریح نے یہ کہکر امام حسن کی گواہی کو رد کردیا کہ یہ ایک فرد ہیں دو کی گواہی ہونی چاہئے پھر حضرت علی (ع)نے قنبر کو گواہی کے لئے

پیش کیا اور قنبر نے گواہی دی تو قاضی شریح نے یہ کہکر قنبر کی گواہی کو بھی ٹھکرادیا کہ یہ تو غلام ہے اور غلام کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہے حضرت علی (ع) نے شریح سے فرمایا: افسوس ہے تم پر کہ تم نے تینوں دفعہ قضاوت میں غلطی کی ہے یہ سن کر قاضی شریح کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا اور کہا اے علی ! وہ کیسے ؟تو حضرت نے اسے جواب دیا:

پہلی دفعہ: تم نے خیانت کے مسئلہ میں دو گواہ طلب کئے جبکہ رسول اللہ (ص) اس طرح کے مسائل میں بغیر گواہ طلب کئے ہوئے لوگوں سے خیانت کے ذریعے حاصل کردہ چیزوں کو واپس لے لیا کرتے تھے۔

دوسری دفعہ: میں نے حسن کو گواہی کے لئے پیش کیا تو تم نے کہا کہ یہ ایک گواہ ہیں جو کہ کافی نہیں جب کہ رسول اللہ (ص) اس طرح کے موارد میں ایک گواہ یا قسم کو بھی کافی جانتے تھے۔

تیسری دفعہ: جب میں نے قنبر کو دوسرے گواہ کے طور پر پیش کیا تو تم نے کہا: غلام کی گواہی کافی نہیں ہے جب کہ اگر غلام عادل ہو تو اس کی گواہی کافی ہے. (الاصابہ ج ۲ ص ۱۴۴، فروع کافی ج ۷ ص ۳۸)

۳۔ابو الاسود دئلی جو حضرت علی (ع) کے مخلص دوستوں میں سے تھے حضرت نے انھیں کسی علاقہ میں قاضی بنا کر بھیجا لیکن کچھ ہی عرصہ بعد انھیں قضاوت سے

معزول کر دیا انھوں نے حضرت کی خدمت میں آکر جب اپنے معزول کئے جانے کی علت پوچھی تو حضرت نے انھیں یوں جواب دیا :''میں نے تم میں کوئی خیانت نہیں پائی ہے لیکن : "رَاَیْتُ کَلَامَکَ یَعْلُوکَلاَمَ خَصْمِکَ"یعنی میں نے دیکھا کہ تمہاری آواز طرفینِ معاملہ کی آواز سے بلند ہو جاتی ہے ''صرف اسی لئے میں نے تمھیں قضاوت سے معزول کیا ہے کیونکہ قاضی کی آواز طرفینِ معاملہ سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے کہ طرفینِ معاملہ اپنے آپ کو قاضی کے تحتِ تاثیر نہ سمجھیں۔(مستدرک الوسائل الشیعہ ج۳ص۱۹۷،الیٰ انھا ض المسلمین ص۴۳۲)

خوفزدہ کردینے والی چندروایات

۱۔قَالَ النَّبِیُّ(ص):"لِسَانُ الْقَاضِی بَیْنَ جَمْرَتَیْنِ مِنْ نَارٍحَتَّی یَقْضِیَ بَیْنَ النَّاسِ فَاِمَّااِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ"ترجمہ: نبی اکرم (ص)نے فرمایا: قاضی کی زبان دو آتشی شعلوں کے درمیان ہوتی ہے جب تک اس کی قضاوت مکمل ہو لہٰذا ممکن ہے کہ قاضی قضاوتِ حق کرنے کی صورت میں بہشت کو حاصل کر لے یا قضاوتِ ناحق کرکے دوزخ کا حقدار قرار پائے۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۱۵۷)

۲۔امام جعفرصادق (ع)نے ارشاد فرمایا:''قاضی چار قسم کے ہوتے ہیں تین قسم کے جہنم اور صرف ایک قسم کے جنت میں جائیں گے۔

۱۔وہ جو جان بوجھ کر قضاوت کرنے میں ظلم کرتے ہیں ،ایسے قاضی جہنمی ہیں۔

۲۔وہ جو نا آگاہی کی بناء پر ظالمانہ قضاوت کرتے ہیں،یہ گروہ بھی جہنمی ہے۔

۳۔وہ جو نا آگاہی کی بناء پر عادلانہ قضاوت کرے ،یہ گروہ بھی جہنمی ہے۔

۴۔وہ جو آگاہانہ طور پر عادلانہ قضاوت کرے ،صرف یہ گروہ جنت میں جائے گا. (فروع کافی ج۷ ص۴۰۷)

۳۔قَالَ النَّبِیُّ(ص):"لَعَنَ اللهُ الرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ وَالرَّاشِ الَّذِی یَمْشِی بَیْنَهمَا"ترجمہ: نبی اکرم (ص)نے فرمایا:اللہ تعالیٰ رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے اور ان دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے سب لوگوں پر لعنت کرتا ہے۔(کنزالعمال ح۱۰۵۸۰)

۴۔ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں امام محمد باقر (ع)نے ارشاد فرمایا:قوم بنی اسرائیل میں ایک قاضی نے کئی سال قضاوت کی اور مرتے وقت اپنی بیوی کو وصیت کی کہ ''میرے مرنے کے بعد مجھے غسل وکفن دے کر میرے جنازے کو تابوت میں رکھنا اور میرے چہرے کو ڈھانپ دینا''اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوی نے اس کی ان وصیتوں پر عمل کیا اور کچھ دیر بعد شوہر کا آخری دیدار کرنے کے لئے اس کے چہرے سے جو کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک بڑا سا کیڑا کینچی کی مانند اس کی ناک کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا

ہے اور کھا رہا ہے اس وحشت ناک منظر کو دیکھ کر قاضی کی بیوی گھبرا کر پیچھے ہٹی،شوہر کے دفنا نے والی رات کو اس نے اپنے شوہر کو خواب میں دیکھا جو اس سے کہہ رہا تھا کہ تم اس کیڑے کو دیکھ کر گھبرا گئیں ؟ اس نے کہا ہاں،تو قاضی نے کہا اس کی داستان پتا ہے کیا تھی؟بیوی نے کہا مجھے نہیں معلوم ، قاضی نے کہاایک دفعہ میری قضاوت کے دوران تمہارے بھائی کا کسی سے جھگڑا ہوا جب دونوں کو فیصلے کے لئے میرے پاس لایا گیا تو میرے ذہن میں آیا کہ کاش تمہار ا بھائی بے قصور ہو تو میں اس کے حق میں فیصلہ کروں اتفاقاً جب طرفین نے بیٹھ کر اپنے مسائل کو ذکر کیا تو تمہارا بھائی ہی بے قصور نکلا تو میں نے بھی اس کے حق میں فیصلہ کر دیااور وہ جو کیڑا تم نے دیکھا و ہ میرے عالم برزخ کی سزاء تھی اس بات کی کہ کیوں میں طرفین کے اظہار نظر سے پہلے تمہارے بھائی کی طرف مائل ہوا جب کہ اثبات حق سے پہلے کسی ایک طرف بھی مائل نہیں ہو نا چاہیئے تھا۔(فروع کافی ج۷ ص۴۱۰)

آدابِ قضاوت

اس با ت کی طرف توجہ کرتے ہوئے کہ قضاوت کا بلند ترین مقام ہے اور مستقیماً لو گوں کی جان ومال و آبرو اور مختلف فردی واجتماعی کاموں سے اس کا تعلق ہے لہٰذا اس عظیم شعبہ کو ہر طرح کے خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے خاص احکام اور آداب قرار دیئے گئے ہیں جن کی طرف ہم آپ قارئین کی توجہ کو مبذول کرائیں گے۔

۱۔قضاوت پر صحیح و دقیق نظر: سلمہ بن کہیل کہتے ہیں: جب حضرت علی (ع) نے شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو اس سے کہا: ''جب بھی تم قصاص یا حدود یا کسی طرح کے بھی حقوق الناس کے بارے میں فیصلہ کرو تو حکم کرنے سے پہلے مجھے اس مسئلہ سے آگاہ کرکے اس مسئلہ کے اجراء کرنے کی مجھ سے اجازت لے لینے کے بعد وہ حکم جاری کرنا۔
(وسائل الشیعہ ج۱۸ ،ص۱۵۵،فروع کافی ج۷ ص۴۰۷)

۲۔طرفینِ معاملہ کی طرف مساوی نگاہ رکھنا: سلمہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی (ع) نے شریح سے بھی فرمایا:"وَاسِ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ بِوَجْھِکَ وَمَنْطِقِکَ وَمَجْلِسِکَ..."یعنی: طرفینِ معاملہ کو سامنے بٹھانے اور تکلم کرنے میں مساوات رکھنا کہ تمہارے نزدیکی فرد کو بھی تم سے کوئی امید اور تمہارے دشمن کو تمہاری طرف سے عدالت نہ ہونے پر مایوسی نہ ہو۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۱۵۵.)

۳۔آواز اور نگاہ واشارہ میں بھی مساوات رکھنا: پیغمبر اکرم (ص) نے ارشاد فرمایا: ''جو بھی مقام قضاوت میں بیٹھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنی آواز میں تعادل رکھے طرفین کو آواز دینے کے لحاظ سے اور اسی طرح ان کی طرف دیکھنے اور اشارہ کرنے میں بھی مساوات رکھے''۔(کنز العمال ح۱۵۰۳۲،فروع کافی ج۷ ص۴۱۳)

۴۔اظہار تھکاوٹ و غصہ و بھوک وپیاس سے اجتناب کرنا: قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ قضاوت کے وقت نیند کے عالم میں اور بے حوصلہ و غصہ میں اور بھوکا نہ ہو، جیسا کہ

ان سب باتوں کے بارے میں پیغمبر اسلام (ص)وآئمہ اطہار علیہم السلام سے روایات نقل ہوئی ہیں۔(میزان الحکمہ ج۸ ص۱۹۷)

۵۔قضاوت کے وقت کانا پھوسی سے اجتناب کرنا: حضرت علی (ع)نے شریح کو قاضی کوفہ بناتے وقت ایک یہ بھی نصیحت کی تھی کہ قضاوت کے وقت کسی سے بھی کانوں میں بات نہ کرنا۔(فروع کافی ج۷ ص۴۱۳)

۶۔طرفین کی باتیں سننے سے پہلے قضاوت کرنے سے اجتناب کرنا: جیسا کہ حضرت علی نے ارشاد فرمایا:''جب پیغمبر اسلام (ص)نے مجھے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو مجھ سے فرمایا تھا:جب تک طرفینِ معاملہ کی باتوں کوتم سن نہ لو ان کے بارے میں قضاوت نہ کرنا۔(سنن ابی داؤد ح۳۵۸۲)

۷۔طرفین کی مہمانی ومیزبانی سے اجتناب کرنا: جیسا کہ پیغمبر اسلام (ص)قضاوت سے پہلے اس کام سے منع فرماتے تھے مگر یہ کہ طرفینِ معاملہ کی ایک ساتھ میزبانی یا مشترکہ مہمانی ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔(فروع کافی ج۷ص۴۱۳)

۸۔گذشتہ جھگڑوں وگواہوں کی یاد دہانی سے اجتناب کرنا: جیسا کہ پیغمبر اسلام (ص)نے اس کام سے منع کیا ہے۔(مستدرک الوسائل ج۳ ص۱۹۵)

۹۔قضاوت کرنے سے پہلے خوب غور وفکر و دقت کرنا: جیسا کہ حضرت علی (ع) نے شریح کو قاضی ٔکوفہ مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: ''اے شریح! یا د رکھو زبان تمہاری غلام ہے جب تک تم نے اس سے کوئی تکلم نہ کیا ہو اور جیسے ہی تم نے اسے استعمال کر لیا تو پھر تم اس کے غلام بن جاؤگے ،غور وفکر کر کے قضاوت کرنا کہ کیسی اور کس لئے قضاوت کررہے ہو۔(کنز العمال ح۱۴۴۳۲)

۱۰۔امر قضاوت میں سُستی نہ کرنا: جیسا کہ پیغمبر اکرم (ص) قضاوت کے دوران سُستی و کاہلی کرنے کو طرفینِ معاملہ کے حق میں ظلم شمار کرتے تھے اور آنحضرت اس کام سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔(فروع کافی ج۷ ص۴۱۲)

۱۱۔بعض کی طرف متوجہ ہو کرانھیں زیادہ خطاب کرنے سے پرہیز کرنا:
جیسا کہ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا: ''قاضی کو چاہئے کہ طرفینِ معاملہ میں سے ہر ایک سے برابر طریقے سے مخاطب ہو اور ان کے دلائل کو سنیں ،اگر قاضی کسی کی طرف زیادہ توجہ دے اور دوسرے کی طرف کم توجہ دے توخدا اور اس کے فرشتے اور تمام لوگ اس پر لعنت کرتے ہیں۔(فروع کافی ج۷ ص۴۱۴)

۱۲۔اقرار لینے میں اذیت دینے سے اجتناب کرنا: (اس بارے میں اسی کتاب کی ۳۳ نمبر داستان کو ملاحظہ کریں۔

مسیحی دانشور کا نظریہ

روکس بن زائد مشہور ومعروف دانشور مسیحی اپنی کتاب میں لکھتا ہے امام علی (ع) میدان قضاوت میں ماہر ترین انسان تھے۔

۱۔وہ پہلے شخص تھے جو مجرموں کی تفتیش کر کے حقائق کو برملا کردیتے تھے۔

۲۔وہ پہلے شخص تھے جو گواہوں سے بھی علیحدہ علیحدہ گواہی لے کر حسن سابق کو مد نظر رکھتے ہوئے مختلف باتوں کے ذریعے حقیقت کو بڑی جلدی سمجھ لیتے تھے۔

۳۔وہ پہلے شخص تھے جو ماؤں کے دودھ کے ذریعے ان کے بچے کے ادعا کو واضح کردیتے تھے۔

۴۔وہ پہلے شخص تھے جو لوگوں کے باطنی اخلاق اور فطرت کو بیدار کرکے حقائق کو ثابت کرتے تھے۔

۵۔وہ پہلے شخص تھے جو گواہوں کی گواہی میں بہت زیادہ دقت کرتے تھے اور اس سلسلے میں رشوت لینے و دینے والوں سے بہت سخت طریقے سے پیش آتے تھے۔

۶۔وہ پہلے شخص تھے جو ماں و اولاد کے عاطفی رابطہ کو ملاحظہ کر کے بر حق فیصلے کرتے تھے۔

۷۔وہ پہلے شخص تھے جو سادہ ترین روشوں کے ذریعے مبہم و پیچیدہ ترین مشکلات کو حل کرتے تھے۔(الامام علی بن ابی طالب من حبۃ عنوان الصحیحہ ص۵۰۹.(از رحمانی ہمدانی)

دنیوی واُخروی قضاوت کاتقابل

یہ بات مسلم ہے کہ اُخروی قضاوت کے مقابل میں دنیاوی قضاوت بہت آسان ہے اصل میں آخرت کی قضاوت کے بارے میں فکر کرنی چاہیئے جو اس آیت: (فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه)(یعنی جو ذرہ برابر بھی نیک عمل کرے گا وہ اسے بھی دیکھے گا) کا مصداق ہوگی۔

امام محمد باقر (ع)ارشاد فرماتے ہیں: حضرت داؤد پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ آخرت کی قضاوتوں میں سے کوئی ایک قضاوت ذرا مجھے دکھااللہ تعالیٰ نے انھیں وحی کی کہ تم نے مجھ سے ایسی چیز کا مطالبہ کیا ہے جس کے بارے میں میں نے کسی کو بھی آگاہ نہیں کیا ہے ،جب حضرت داؤد نے زیادہ اصرار کیا تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کے ذریعے سے انھیں بشارت دی کہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی کل اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی اُخروی قضاوت کا ایک نمونہ دکھائے گا ،داؤد دوسرے دن جب مسندِ قضاوت پر بیٹھے تو دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص ایک جوان کو پکڑ کر لارہا ہے اور اس جوان کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا ہے بوڑھے نے داؤد سے مخاطب ہو کر کہا اے پیغمبر خدا ! یہ جوان چوری

کے ارادے سے میرے باغ میں داخل ہوا اور میرے باغ کو اس نے تباہ و برباد کر ڈالا اور یہ انگور کا گچھہ بھی میرے باغ سے چوری کیا ہے داؤد نے جوان سے پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو، جوان نے کہاہاں میں نے ایساہی کیا ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے داؤد کو وحی کی کہ اے داؤد! اگر میں اس وقت ان دونوں کے درمیان آخرت کے طریقے پر قضاوت کروں تو وہ تم بھی تحمل نہ کرسکو گے اور تمہاری قوم بھی میری اس قضاوت پر راضی نہ ہوگی، اے داؤد ! یہ بوڑھا شخص خود اپنی جوانی میں اس باغ میں غاصبانہ طریقے سے گھسا تھا جو اس جوان کے باپ کا تھا اس نے صاحب باغ کو قتل کرکے اس کے اس باغ پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے چالیس ہزار درہم بھی چوری کرکے باغ کی فلاں جگہ پر چھپادیئے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے داؤد کو خطاب کیا کہ اے داؤد اب تم تلوار اس جوان کو دو تاکہ وہ اس بوڑھے کی گردن اپنے باپ کے قتل کے قصاص کے طور پر جدا کرے اور باغ بھی اس جوان کے حوالے کردو اور فلاں مقام پر اس کے باپ سے چوری شدہ چالیس ہزار درہم بھی اسے نکال کر دیدو. داؤد اس حکم کو سن کر پریشان ہو گئے اور پھر اپنے اصحاب کو اور دوسرے علماء و دانشوروں کو بلا کر اصل ماجرے کی انھیں اطلاع دی اور وحی الٰہی کے تحت حکم کیا۔(بحار ج۱۵ ص۶۔۷)

پتہ چلا کہ اُخروی قضاوت بہت سخت اور بہت ہی دشوار ہے لہٰذا ہمیں اسی دنیا میں اتنی احتیاط سے کام لینا چاہئے کہ اس اُخروی قضاوت تک ہمارا مسئلہ ہی نہ جائے۔

ہر ایک سے اور ہر جگہ قضاوت کے خطرات

اس بات کی طرف ہر ایک انسان کی توجہ ہونی چاہئے کہ مسئلہ قضاوت کے خطرات صرف بڑوں یا صرف قاضیوں کی قضاوتوں میں ہی منحصر نہیں ہیں جو مسندِ قضاوت پر موجود ہیں بلکہ ہر ایک اور ہر چیز کی قضاوت میں یہ خطرات پائے جاتے ہیں چاہے بچوں کا مسئلہ ہو یا کوچہٴ و بازار کا مسئلہ ہو عام عرفی محاورات میں بھی یہ مسئلہ موجود ہے لہٰذا اس مسئلے میں دقت سے کام لینا چاہئے مثلاً اگر کسی معلم کے پاس کوئی بچہ یا کوئی بھی مسلمان کسی کے پاس فیصلہ کروانے کے لئے آئے تو اسے عادلانہ فیصلہ کرنا چاہئے اس سلسلے میں ہم تین روایتوں کو مثال کے طور پر آپ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔دو بچے دولکھے ہوئے کاغذ لے کر امام حسن مجتبیٰ (ع) کی خدمت میں پہنچے اور اچھی تحریر کا فیصلہ کرنے کو کہا ایسے وقت میں امام علی(ع) اپنے بیٹے امام حسن (ع) کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں : "یَابُنَیَّ اُنْظُرْ کَیْفَ تَحْکُمُ فَاِنَّ ھذا حُکْم واللّٰہِ سَأَلُکَ عَنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ "ترجمہ:اے بیٹا ! ہو شیار رہنا کہ کس طرح قضاوت کرر ہے ہو بیشک یہ بھی ایک طرح کی قضاوت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس طرح کی قضاوت کے بارے میں بھی پوچھ گچھ کرے گا۔(تفسیر مجمع البیان ج۲ص ۶۲)

روایت ۱:رسول خدا (ص)نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن قاضی کو حاضر کر کے اتنی سختی کے ساتھ اس سے حساب وکتاب لیا جائے گا کہ وہ کہہ اٹھے گا کہ کاش میں نے ایک خرمہ کے مسئلے میں بھی قضاوت نہ کی ہوتی۔(کنز العمال ح۱۴۹۸۸)

روایت ۲: پیغمبر اکرم (ص)نے ارشاد فرمایا:"مَنْ حَكَمَ فِي دِرْهَمَيْنِ بِحُكْمِ جَوْرٍثُمَّ جَبَرَ عَلَيْهِ كَانَ مِنْ اَهلِ هذه الآيةِ"(وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا ـنزَلَ اللهُ فَاُوْلَئِكَ همْ الْكَافِرُونَ)ترجمہ:جو کوئی دو درہم کے مسئلے میں ظالمانہ قضاوت کرے گا اور اس حکم کے جاری کرنے پر زبردستی کرے گا وہ اس آیت کا مصداق قرار پائے گا،''جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے بر خلاف حکم کرتے ہیں وہی لوگ کافر ہیں''۔(بحار ج۷۷ص۴۰۸ ،سورۂ مائدہ آیت ۴۴)

روایت ۳:امام جعفر صادق (ع)ارشاد فرماتے ہیں:"اَیُ قَاضٍ بَیْنَ اثْنَیْن فَاخْطَأَ سَقَطَ اَبْعَدُ مِنَ السَّمَاءِ"ترجمہ:جو بھی قاضی دو افراد کے درمیان لا پرواہی کے تحت قضاوت میں خطا کرے تو وہ عالم معنی میں ایسا کرایا جائے گا کہ گویا وہ دور ترین آسمان سے زمین کی طرف گرایا گیا ہو۔(بحار ج۷۷ص۴۰۸)

گذشتہ مطالب کا خلاصہ

مذکورہ مطالب نے قضاوت کے عظیم مرتبہ اور اس کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے کہ صحیح وعادلانہ قضاوت صرف پیغمبر(ص)ویا وصی پیغمبر یا پھر وہ لوگ جو تقویٰ وپرہیز گاری کے اعلیٰ مقام کو پہنچے ہوئے ہوں وہی افراد اس وظیفہ ٔ الٰہی پر صحیح طرح سے عمل کر سکتے ہیں۔

لہٰذا منصب قضاوت کے لائق افراد کی مندرجہ ذیل شرائط کو مد نظر رکھنا چاہیئے:

۱۔بالغ، ۲۔عاقل ۳۔حلال زادہ ۴۔آزاد ۵۔ صحیح دیکھنے والا ہو یعنی بیدار اور ہوشیار ہو ۶۔علم وآگاہی رکھتا ہو ۷۔عدالت ۸۔پرہیزاز ہویٰ ہوس ۹۔فیصلہ سنجیدگی سے کرے ۱۰۔حدود الٰہی کے جاری کرنے میں تاخیر نہ کرے ۱۱۔مناسب مواقع پر در گزر سے کام لے۔

نہج البلاغہ کے عہد نامہ مالک اشتر میں کلام امام علی سے مزید شرائطِ قاضی جو جملہ ٔ :"ثُمَّ اخْتَرَ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ اَفْضَلُ رَعِيَّتِك .. .۔" سے شروع ہوتی ہیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں مجموعاً قضاوت کے لائق قاضی کے لئے چودہ شرائط کو لازم جانا گیا ہے۔

۱۔تمام لوگوں میں سب سے افضل ہو، ۲۔وسعت قلب و تحمل والاہو، ۳۔جلد باز نہ ہو، ۴۔بلند حوصلہ والا ہو، ۵۔حق کے سامنے سر تسلیم خم کر لے، ۶۔ طمع نہ رکھتا ہو،

۷۔دقت واحتیاط سے فیصلہ کرے، ۸۔شبہات میں سب سے زیادہ محتاط ہو، ۸۔دلائل کے تحت حکم کرے، ۱۰۔جلدی تھکنے والا نہ ہو(مراجعین کی کثرت سے)۱۱۔حقائق کو جاننے میں سب سے زیادہ حوصلہ والا ہو، ۱۲۔حق کو ثابت کرنے اور جاری کرنے میں قاطع ہو، ۱۳۔چاپلوسوں کی چاپلوسی سے فریب نہ کھائے، ۱۴۔امور اقتصادی میں بیت المال سے لینے کے مسئلے میں بھی قاطع ہو تاکہ کسی کے مال پر طمع نہ رکھتا ہو۔(نہج البلاغہ نامہ ۵۳.و پیام قرآن ج۱۰ص۱۶۳)

یہ سب اسلامی قوانین میں قاضی کی شرائط ہیں مزے کی بات یہ ہے کہ خود حضرت علی اپنے مذکورہ کلام میں ان شرائط کے اختتام پر فرماتے ہیں ''اولئک قلیل'' یعنی اس طرح کی شرائط رکھنے والے قاضی بہت کم ہیں۔

نکتہ:روایت میں حضرت امام جعفر صادق (ع)کے تحت ذکر ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی (ع) کی خدمت ہیں تین افراد نے آکر کسی شخص کے زنا کرنے کے بارے ہیں گواہی دی (کیونکہ اس طرح کے موارد میں چار گواہوں کی شرط ہے)تو حضرت علی (ع)نے چوتھے گواہ کو طلب کیا مگر جب وہ چوتھا گواہ نہ لاسکے تو حضرت نے ان کی گواہی کو قبول نہ کیا بلکہ ان پر گواہی میں بھی تاخیر کرنے کی صورت میں ان پر حد شرعی جاری کرنے کا حکم دیا۔(فروع کافی ج۷ص۲۱۰)

اسی طرح حضرت علی (ع) نے اپنے غلام قنبر کو کسی مجرم پر غلطی سے تین زیادہ تازیانے مارنے پر قصاص کے طور پر قنبر کو تین تازیانے مارے۔(تہذیب الاحکام شیخ طوسی ج۱۰ ص۱۴۸، فروع کادی ج۷ ص۲۶۰)

حضرت علی (ع) کا اس طرح کا عمل خود مسئلہ قضاوت اور قاضی کو ایک خاص اہمیت دینا ہے۔

لہٰذا ہم نے بھی اس کتاب میں صرف حضرت کی قضاوت والی زندگی کے موارد کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے اسی لئے اس کتاب کو چند فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلی فصل: پیغمبر (ص) کے دور میں شیر خدا کے فیصلے

دوسری فصل: ابوبکر کی خلافت کے دوران شیر خدا کے فیصلے

تیسری فصل: عمر کی خلافت کے دوران شیر خدا کے فیصلے

چوتھی فصل: عثمان ومعاویہ کی خلافت کے دوران شیر خدا کے فیصلے

پانچویں فصل: خود شیر خدا کی اپنی خلافت کے دوران میں فیصلے

البتہ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہ فیصلے حضرت علی (ع) کی قضاوتوں میں سے مختصر فیصلے ہیں جو کہ حضرت کے میدان علم وعمل وجہاد وغیرہ کے علاوہ حضرت کے بلند

مرتبہ کے قاضی ہونے پر بہترین دلیل ہیں اس نیک دعا کے ساتھ کہ ہمیں بھی حضرت کی طرح علم وکمال و عدالت کے تحت فیصلے کرنے کی توفیق حاصل ہو۔

مؤلف: محمد محمدی اشتہاردی

پہلی فصل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغمبر اکرم (ص) کے دور میں شیر خدا کے فیصلے

ا۔ مشرکوں کے پروگرام کو ناکام بنانا:

پیغمبر اسلام (ص) سب کے نزدیک امین تھے حتی مشرکین بھی آپ کے پاس اپنی قیمتی امانتیں اور پیسے امانت کے طور پر رکھوایا کرتے تھے اور جب پیغمبر (ص) نے مشرکین مکہ کی سازش کے تحت مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو لوگوں کی اپنے پاس رکھی ہوئی امانتوں کو حضرت علی (ع) کے سپرد کیا اور ان سے فرمایا: اے علی ! تم میرے بعد تین دن تک مکہ میں رہنا اور لوگوں کی امانتوں کو ان تک پہنچا کر ہم سے آملنا اِدھر پیغمبر (ص) کے ہجرت کرجانے کے بعد مشرکین مکہ نے حضرت علی (ع) کے خلاف یہ سازش تیار کی کہ جھوٹ موٹ علی سے جاکر کہیں گے کہ ہمارے سرداروں نے ۱۰۰ مثقال سونا پیغمبر اسلام (ص) کے پاس امانت رکھایا تھا جسے اب ان کے وکیل کو ادا کرنا چاہئے اس سازش کو تیار کرنے میں سر فہرست حنظلہ ابو سفیان کا بیٹا تھا جس نے طائفہ ثقیف کے ایک شخص عمیر بن وابل کو ۱۰۰ مثقال سونا رشوت دے کر اس کام کے لئے بھیجا اس رشوت کے مال میں حنظلہ کی ماں ہند کے گلے کا ہار بھی تھااس سے کہا گیا کہ علی کے پاس جاکر کہنا کہ محمد (ص) کے پاس میں نے ۱۰۰ مثقال سونا امانت رکھایا تھا اور وہ

کیونکہ مدینہ سے جا چکے ہیں لہٰذا آپ اب ان کا یہ قرض ادا کریں لہٰذا عمیر حنظلہ کے کہنے پر مکہ آکر حضرت علی (ع) کی خدمت میں آکر کے اپنے ادعا کو بیان کرتا ہے پہلے تو حضرت علی (ع) نے عمیر کو نصیحت کی اور اس سے کہا کہ تم اپنے اس جھوٹے ادعا سے باز آجاؤ اور جھوٹ سے پرہیز کرو مگر عمیر نے حضرت کی نصیحت کو نا مانا اور اپنی بات کو تکرار کرتا رہا اور کہنے لگا میرے پاس اپنے اس ادعا پر بہت سے گواہ بھی ہیں ، حضرت علی (ع) نے پوچھا تمہاری اس بات پر تمہارے کون کون سے گواہ ہیں؟ عمیر نے کہا میرے گواہ، ابو جہل ، عکرمہ ،ابو سفیان، حنظلہ، عقبہ وغیرہ ہیں۔

حضرت نے فرمایا : یہ ایسی چالاکی ہے جس کی سزا خود چالاک افراد کو ملتی ہے پھر آپ نے فرمایا: ذرا اپنے گواہوں سے کہو کہ کعبہ کے کنارے آکر کے بیٹھ جائیں تاکہ میں ان سے بات کر سکوں، عمیر نے حضرت علی (ع) کا پیغام ان گواہوں تک پہنچا دیا وہ لوگ کعبہ کے کنارے آکر کے بیٹھ گئے اور خود عمیر بھی وہاں حاضر تھا، حضرت علی (ع) نے عمیر کو علیحدہ بلا کر پوچھا کہ ذرا یہ بتاؤ کہ تم نے اپنی امانت پیغمبر (ص) کو کس مقام پر دی تھی ؟ عمیر نے کہا ظہر سے پہلے میں نے انھیں اپنی امانت دی اور آنحضرت نے اپنے غلام کو دیتے ہوئے اسے رکھنے کو کہا پھر حضرت نے ابو جہل کو علیحدہ بلا کر اس سے پوچھا کہ عمیر نے اپنی امانت پیغمبر (ص) کے پاس کس وقت رکھوائی ؟ ابو جہل نے کہا میں مجبور نہیں ہوں کہ آپ کے اس سوال کا جواب دوں پھر حضرت نے ابو سفیان کے پاس جا کر اس سے علیحدگی میں یہی سوال کیا تو اس نے کہا کہ

عمیر نے اپنی امانت کو سورج غروب ہوتے وقت آنحضرت (ص)کے پاس رکھایا تھااور آنحضرت نے اس امانت کو اپنی آستین میں رکھ لیا تھا،پھر حضرت علی (ع)نے حنظلہ کو تنہائی میں بلا کر اس سے یہی سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ عصر کے وقت عمیرنے اپنی امانت کو آنحضرت کے پاس رکھوایا تھا اور انھوں نے وہ امانت جب تک وہاں بیٹھے رہے وہیں رکھا اور اُٹھتے وقت اپنے ہمراہ لے گئے پھر حضرت نے عقبہ کو علیحدہ بلا کر اس سے یہی سوال کیا تو اس سنے کہا کہ آنحضرت کے پاس عمیر نے ظہر کے بعد امانت کو رکھوایا تھا اور آنحضرت نے اسی وقت اس امانت کو اپنے گھر بھیج دیا، پھر حضرت نے عکرمہ کو علیحدہ بلا کر اس سے یہی سوال کیا تو اس نے کہا طلوع آفتاب کے وقت پیغمبر نے وہ امانت لی اور فوراً اسے اپنی بیٹی فاطمہ کے گھر روانہ کر دیا، پھر حضرت نے عمیر کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا: گویا تمہارا رنگ زرد اور چہرے کی حالت متغیر ہے لہٰذا اب حقیقی واقعہ کو ذرا مجھ سے بیان کرو کیونکہ عمیر بالکل پھنس چکا تھا لہٰذا اس نے حقیقت کو یوں بیان کیا ''خدا کی قسم میں نے کوئی امانت محمد (ص)کے پاس نہیں رکھوائی ہے ان لوگوں نے مجھے آمادہ کیا تھا کہ یہ سب کچھ میں کہوں اور انھوں نے اس کام کے لئے ۱۰۰ مثقال سونا ہندہ کے ہار کے ہمراہ مجھے دیا ہے اور یہ سب ان کا دیا ہوا مال ہے اس وقت حضرت علی (ع)نے قریب رکھی ہوئی شمشیر کو اُٹھاتے ہوئے فرمایا: تم سب اس شمشیر کو پہچانتے ہو؟ سب نے کہا کہ یہ شمشیر تو ابو سفیان کے بیٹے حنظلہ کی ہے اسی دوران ابو سفیان نے بھی اس بات کی تائید کی اور کہا

کہ اس شمشیر کو میرے بیٹے سے چوری کر لیا گیا ہے ،حضرت علی (ع)نے ابو سفیان سے فرمایا:اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ذرا ہ بتاؤ کہ تمہارا غلام ''مہلع'' کہاں ہے ؟ ابوسفیان نے کہا وہ کسی کام سے طائف گیا ہوا ہے ،حضرت علی (ع)نے فرمایا: مہلع ہر گز واپس نہیں لوٹے گااور اے ابو اسفیان! اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ذرا اسے لوٹا کر دکھاؤ ابوسفیان بالکل خاموش ہو کر رہ گیا اسی وقت حضرت قریش والوں کے دس غلاموں کو لے کر مہلع کی قبر پر پہنچے اور قبر کو کھدوا کر مہلع کے جنازے کو نکال کر کعبہ کے کنارے لا کر رکھوایالوگوں نے حضرت علی (ع)سے پوچھا کہ مہلع کیونکر قتل کیا گیا ،توحضرت نے ان کے جواب میں فرمایا:ابو سفیان اور اس کے بیٹے حنظلہ نے مہلع کو رشوت دے کر میرے قتل پر آمادہ کیا تھاوہ میرے راستہ میں کمین بنائے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس نے مجھ پر حملہ کیا میں نے اپنا دفاع کیا نتیجہ وہ مارا گیااور اس کی شمشیر میں نے لے لی لہٰذا جب ابو سفیان اور حنظلہ کی یہ سازش ناکام ہوئی تو انھوں نے عمیر کے ذریعہ سے میرے خلاف یہ دوسری سازش تیار کی تھی کہ اس میں بھی یہ لوگ ناکام ہوئے اسی مقام پر عمیر کے قلب پر نور اسلام رونق افروز ہوا اور اس نے وجود خدا اور رسالتِ پیغمبر(ص) کی گواہی کواپنی زبان پرجاری کیا اور مسلمان ہو ا۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۵۲)

٢۔ پیغمبر اسلام (ص) کا شیر خدا کے فیصلوں پر خوش ہونا:

فتح مکہ کے بعد (جو ٨ ھ میں ہوا) پیغمبر اسلام (ص) نے کچھ لوگوں کو اطراف کے علاقوں اور شہروں وملکوں میں لوگوں کے درمیان دعوت اسلام دینے کو روانہ کیا ان بھیجے جانے والے افراد میں سے ایک شخص خالد بن ولید بھی تھا جو کہ بڑا دلیر وشجاع انسان تھا وہ بھی ایک گروپ کے ہمراہ قبیلہٴ بنی جزیمہ کی طرف بھیجا گیا مگر خالد نے بجائے اسلامی حلم وبردباری کے اپنے دیرینہ کینہ کے سبب جو اس کے اندر اس قبیلے والوں سے رکھتا تھا(کیونکہ پہلے اس کے یمن کے سفر تجارت میں اس قبیلے کے کسی فرد نے اس کے چچا کو قتل کردیا تھا)ان لوگوں کے ساتھ بُرا سلوک کیا اور بڑی قساوت قلبی کے ساتھ ان میں سے بہت سے لوگوں کا خون بہایااور اس طرح سے ان لوگوں کے درمیان خوف وہراس کو ایجاد کر آیاجب اس کے ان کاموں کی خبر پیغمبر اسلام (ص) کو پہنچی تو آنحضرت (ص)بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور بارگاہ خدا میں عرض کی ''بارالٰہا میں خالد کے کاموں سے بیزار ہوں لہٰذا اپنی بارگاہ میں میرے اس عذر کو قبول فرما ''کچھ ہی دن بعد جب خالد مدینہ لوٹاتو پیغمبر (ص) نے اس کی کافی سرزنش وملامت کی اور پھر پیغمبر (ص) نے حضرت علی (ع) کو بلوایا اور فرمایا:اے علی ! اب تم میری طرف سے قبیلہٴ جذیمہ کی طرف جاؤ اور ان کے ساتھ اس طرح سے نیک سلوک کروکہ وہ لوگ راضی ہوجائیں اور سب کو اسلام اور حکومت اسلامی سے خوش کر دو تاکہ ان کے زخموں کو مرہم ملے اور ماضی کے حالات کا جبران ہو سکے حضرت علی

(ع)ان کے درمیان گئے اور پیغمبر(ص)کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان کے درمیان گفتگو اور فیصلے کئے اس طرح سے کہ وہ سب لوگ آپ اور اسلام اور حکومت اسلامی سب سے راضی ہو گئے ،پھر حضرت علی(ع)مدینہ لوٹ آئے ،پیغمبر (ص)نے حضرت علی (ع)کی واپسی پر ان سے کہا جو کچھ تم نے وہاں کیا وہ سب میرے سامنے بیان کرو،حضرت علی (ع)نے عرض کیا،اے اللہ کے رسول (ص)! سب سے پہلے میں نے وہاں جاکر تحقیق کی کہ کتنوں کا خون بہایا گیا ہے جو بھی ناحق خون بہایا گیا تھا اس کی میں نے دیت معین کرتے ہوئے ان کے ورثہ کو ادا کی اور جو بھی حیوانات کے مارے جانے یا مال کے تلف ہوجانے کا انھیں نقصان پہنچاتھا ان سب کا میں نے مال ادا کرکے جبران کیا اور پھر جو مال میرے پاس بچا وہ میں نے ان کے درمیان ایجاد شدہ خوف وہراس اور لوگوں کے درمیان اسلام کی محبت ایجاد کرنے کی خاطر تقسیم کر دیالہٰذا اب وہ لوگ اسلام اور حکومت اسلامی سے خوشنود و راضی ہیں،پیغمبر (ص)نے یہ باتیں سن کر کہا کہ کیونکہ تم نے انھیں مجھ سے راضی کیا لہٰذا خدا تمہارے اس کام سے خوش ہوا اور راضی ہوا بیشک تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی صرف یہ کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔(امالی صدوق ص۱۷۳ ،بحار ج۱۰۴ ص۴۲۳،تاریخ طبری ج۳ ص٦٦،تاریخ کامل ابن اثیر ،ج۲ ص۱٦۸)

۳۔حضرت علی (ع) کاقرعہ کے ذریعے مشکل کو حل کرنا:

جب حضرت علی (ع) پیغمبر (ص) کی جانب سے یمن کی حکومت سنبھالنے پر معین ہوئے تو دو افراد ایک کنیز کے مسئلے کو لے کر حضرت کے پاس آئے کہ ہم دونوں نے برابر کے آدھے آدھے پیسے ملاکر اس کنیز کو خرید ا تھا اور دوخون حیض کے فاصلے کے دوران ہی دونوں نے اس کنیز سے نزدیکی کر لی تھی (کیونکہ وہ تازہ مسلمان تھے لہٰذا صحیح طرح سے احکام دین سے آشنا نہیں تھے)جس کے نتیجے میں وہ کنیز حاملہ ہو گئی اور اس سے بیٹا بھی ہوگیا اب وہ دونوں اس بیٹے کے مسئلے میں جھگڑ ا کرتے آئے اور ہر ایک کا یہی ادعا تھا کہ وہ میرا بیٹاہے اور میں اس کا باپ ہوں حضرت علی (ع)نے دونوں کے نام کا قرعہ ڈالا جس کے نام کا قرعہ نکلابچہ اسے دیدیااور اس سے کہا کہ اگر وہ بچہ غلام ہے تو اس کی نصف قیمت اپنے شریک کو ادا کرے ،پھر حضرت علی (ع)نے کہا کہ اگر مجھے یہ پتا چلتا کہ تم دونوں نے جان بوجھ کر (عمداً) یہ حرام کام کیا ہے تو میں تم دونوں کو سخت سزا دیتا جب اس داستان کی خبر پیغمبر اسلام (ص)تک پہنچی تو آپ حضرت علی (ع)کے اس طرح کے فیصلے کرنے پر خوش ہوئے اور فرمایا:"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی جَعَلَ مِنَّا اَهلَ الْبَیْتِ مَن یَقْضِی علیٰ سُنَنِ دَاؤُد وسَبِیْلِهِ فِی القضاءِ"حمد وثنا ہے اس اللہ کے لئے جس نے ہم خاندان نبوت میں ایسے افراد کو قرار دیاہے جو داؤد کی سنت و روش پر فیصلے کرتے ہیں۔(ارشاد مفید (ترجمہ)ج ا ص١٨٦)

یعنی ''حضرت علی (ع)کے فیصلے الہام الٰہی کے تحت انجام پاتے ہیں جو حکم خدا ہوتا ہے علی اسی کے تحت فیصلے کرتے ہیں۔

۴۔اس گائے کے بارے میں فیصلہ جس نے گدھے کو مار ڈالا:

روایات میں ذکر ہے کہ دو افراد پیغمبر اسلام (ص)کی خدمت میں پہنچے ان میں سے ایک نے کہا : اے اللہ کے رسول ! اس شخص کی گائے نے میرے گدھے کو مار ڈالا ہے لہٰذا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں پیغمبر (ص)نے فرمایا:اس سلسلے میں تم لوگ ابو بکر کے پاس جاکر فیصلہ طلب کرو وہ لوگ ابوبکر کے پاس گئۓ انھوں نے کہا کیوں پیغمبر (ص)کو چھوڑ کر میرے پاس آئے ہو؟ان لوگوں نے کہا خود پیغمبر (ص)نے ہی ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے یہ سن کر ابو بکر نے یوں فیصلہ سنایا کہ کیوں‌کہ حیوان نے حیوان کو مارا ہے لہٰذا مارنے والے حیوان کے مالک کی گردن پر کوئی حق نہیں ہے ،وہ لوگ پیغمبر (ص)کی خدمت میں لوٹ کر ابوبکر کے کئۓ ہوۓ فیصلے کو سناتے ہیں ،پیغمبر (ص)نے اُنھیں عمر بن خطاب کے پاس بھیجتے ہیں وہ لوگ عمر کے پاس جا کر فیصلہ طلب کرتے ہیں عمر کہتے ہیں کہ خود پیغمبر (ص)سے تم لوگوں نے اس سلسلے میں فیصلہ نہیں کروایا تو انھوں نے بتایا کہ خود پیغمبر (ص)نے ہمیں پہلے ابو بکر کے پاس اور اب آپ کے پاس فیصلے کے لئۓ بھیجا ہے عمر کہتے ہیں کہ ابو بکر نے تمہارے درمیان کیا فیصلہ سنایا تو انھوں نے بتایا کہ اس طرح کا فیصلہ سنایا ہے تو عمر کہتے ہیں کہ میرا بھی

اس بارے میں وہی فیصلہ ہے جو ابو بکر نے سنایا ہے ،وہ لوگ خدمت پیغمبر (ص)میں لوٹ کر ماجرا سناتے ہیں تو اَب اس بار پیغمبر اسلام (ص)ان لوگوں کو علی بن ابی طالب کے پاس فیصلے کے لئے بھیجتے ہیں جب ان لوگوں نے حضرت علی (ع)کی خدمت میں پہنچ کر اپنا قصہ بیان کیا تو حضرت علی (ع)نے ان کے درمیان یوں فیصلہ سنانا شروع کیا کہ ''اگر گائے نے گدھے کے اصطبل میں جا کر حملہ کیا اور اسے مار ڈالا ہے تو گائے کا مالک گدھے کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرے '' ان لوگوں نے حضرت کے اس فیصلے کو جب پیغمبر (ص)کی خدمت میں آ کر بیان کیا تو آپ(ص) نے فرمایا : "لَقَدْ قَضَیٰ عَلِیُّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ بَیْنَکُمَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ عزّ اِسْمُہُ "یعنی علی بن ابی طالب نے تمہارے درمیان حکم خدا کے تحت فیصلہ کیا ہے۔(ارشاد مفید(ترجمہ)ج ا ص۱۸۸.)

۵۔شیر کا لقمہ بننے والے چار افراد کی دیت :

شیخ مفیداپنی کتاب میں روایت کہ تحت اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص)نے ہجرت کے دسویں سال جب حضرت علی (ع)کو یمن کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجا تو یمن کے لوگوں نے یمن کے اطراف میں خندقیں کھودی ہوئیں تھیں کہ صحرائی شیر اور دوسرے حیوانات انھیں نقصان نہ پہنچا سکیں اتفاقاً ان دنوں ایک شیر آیا تھا اور وہ ان خندقوں میں سے ایک میں گرگیا تھااور نکل نہیں پارہا تھا لوگ اسے دیکھنے کے لئے اس گڑھے کے اطراف میں جمع ہو گئے تھے اتفاق سے ایک شخص کا پیر لڑ کھڑا یا

اور وہ اس گڑھے میں گرنے لگا اس نے گرنے سے بچنے کے لئے دوسرے شخص کو پکڑا
جب وہ بھی گرنے لگا تو دوسرے نے تیسرے شخص کو پکڑ لیا اور جب اس نے بھی اپنے
آپ کو گڑھے میں گرتا ہوا محسوس کیا تو تیسرے نے چوتھے شخص کو اپنے بچنے کے لئے
پکڑا اس طرح یہ چاروں افراد اس گڑھے میں گرے اور شیر نے ان پر حملہ کر دیا اور
چاروں کو چیر پھاڑ کر مار ڈالا جب اس حادثہ کے بارے میں لوگ حضرت کے پاس فیصلے
کے لئے پہنچے تو حضرت نے ان کے درمیان یوں فیصلہ فرمایا: کہ پہلے شخص کے ورثہ
سے دوسرے شخص کی یک سوم دیت لے کر دوسرے شخص کے ورثہ کو دی جائے اور
دوسرے شخص کے ورثہ سے تیسرے شخص کی یک سوم دیت لے کر تیسرے شخص کے
ورثہ کو دی جائے اور تیسرے شخص کے ورثہ سے چوتھے شخص کی پوری دیت لے کر
چوتھے شخص کے ورثہ کو دی جائے .جب حضرت علی (ع) کے اس طرح کے فیصلے کی خبر
پیغمبر اسلام (ص) کو ہوئی تو آپ نے فرمایا: علی نے حکم خدا کے تحت فیصلہ کیا ہے۔ (
ارشاد مفید (ترجمہ شدہ)ج ۱ ص ۱۸۷)

٦۔ مقتولہ عورت کی دیت تین افراد پر:

جس دوران حضرت علی (ص) پیغمبر اسلام (ص) کی جانب سے یمن گئے ہوئے تھے اسی
دوران ایک دفعہ لوگوں کی ایک جماعت نے حضرت کی خدمت میں آکر یوں عرض
کیاکہ ایک عورت نے دوسری عورت کو مذاق میں اپنے کندھے پر سوار کیا ہوا تھا کہ

تیسری عورت نے آ کر اس دوسری عورت کے گُد گُدی کی جس کے باعث وہ لڑ کھڑا ئی اور اس کے کندھے پر سوار عورت زمین پر گِر پڑی جس کے باعث اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ مر گئی لہٰذا آپ اس سلسلے میں فیصلہ فرمائیں، حضرت علی (ع) نے فرمایا:۳۱ دیت اس مقتولہ کی اس عورت کی گردن پر ہے جس نے سوار کیا ہوا تھااور ۳۱ دیت اس گُدگُدی کرنے والی عورت کی گردن پر ہے اور ۳۱دیت کی ذمہ دار خود مقتولہ ہے جو کہ ضایع ہوئی کیوں وہ بے جا دوسری عورت کی گردن پر سوار ہوئی تھی جب پیغمبر (ص) نے اس طرح کے فیصلے کو سنا تو وہ خوش ہوئے اور اس فیصلے کی تصدیق کی۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۵۴)

۷۔ بہشت کی وسعت میں دوزخ کہاں ہے؟:

ایک دفعہ تین یہودی جن میں کعب بن اشرف بھی تھا عمر بن خطاب سے آ کر سوال کرتے ہیں کہ جب آپ لوگوں کے قرآن میں یہ ہے (وَجَنَّةٍ عَرْضُها السَّمَاوَاتُ وَالْاَرْضُ) (سورۂ آل عمران آیت ۱۳۳.)ترجمہ: بہشت کی وسعت زمین وآسمانوں کے برابر ہے لہٰذا جب بہشت ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے توپھر دوزخ کہاں ہے ؟عمر بن خطاب نے کہا کہ مجھے اس کا جواب نہیں آتا،اسی دوران حضرت علی (ع)کا اِدھر سے گزر ہوا آپ نے پوچھا کیا بات ہے ؟ایک یہودی نے بڑھ کر وہی سوال حضرت علی سے کر لیا، حضرت نے بغیر توقف کئے جواب دیا کہ ''ذرا یہ

بتاؤ جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے ؟اسی طرح بر عکس جب رات چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلاجاتا ہے؟یہودی نے کہا یہ سب خدا کے علم میں ہے حضرت علی (ع)نے اسے جواب دیا کہ بہشت کے اتنے وسیع ہوتے ہوئے دوزخ کی جگہ بھی خداوند عالم کے علم میں ہے یہودی جواب ملنے پر خاموش ہو گیااِدھر حضرت علی(ع)خدمت پیغمبر (ص)میں آئے اسی دوران پیغمبر (ص)پر یہ آیت (فَاسْئَلُوا۔ہْلَ الذِّکْرِنْ کُنْتُمْ لاَتَعْلَمُونَ) (سورۂ نحل آیت ۴۳)یعنی اگر تمہیں نہیں معلوم تو اہل علم سے سوال کرو۔

لہٰذا اس طرح حضرت علی (ع)جو اہل ذکر کے مصداق کامل تھے ان سے سوال ہوا اور انھوں نے جواب دیا اور رسول خدا (ص)کی جانب سے آپ کے دیئے ہوئے جواب کی تصدیق بھی کی گئی۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۴۲،تفسیر قرطبّی ج۲ ص۴۴۶)

۸۔ایک بچہ کے مسئلے میں تین افراد کے نزاع کا حل:

زمانہ پیغمبر (ص)میں یمن کی سر زمین میں ایک عورت کے یہاں بیٹاپیدا ہوا جس کے مسئلے میں تین نو مسلم افراد (جو قبل از اسلام اس کنیز سے نزدیکی کر چکے تھے) جھگڑا کرنے لگے ان میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے ،حضرت علی (ع)جو اس وقت یمن میں موجود تھے یہ لوگ فیصلے کے لئے آپ کے پاس پہنچے حضرت نے ان کے

درمیان کافی صلح کرانے کی کوشش کی مگر وہ لوگ نامانے ایسی صورت میں حضرت نے تینوں کے نام لکھ کر قرعہ نکالا تو جس کانام نکلا بچہ اس کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا کہ یہ بچہ کیونکہ کنیز کا ہے اور غلام ہے لہٰذا اس کی دو سوم قیمت ان بقیہ دونوں افراد کے درمیان مساوی تقسیم کر دواس طرح سے یہ مسئلہ حل ہوا جب پیغمبر اسلام (ص) کو خبر ہوئی تو اس فیصلے کی تصدیق کی اور کہا کہ خدا کا ہم آل محمد (علیہم السلام) پر یہ کرم ہے کہ اس نے ہمارے درمیان ایسے شخص کو قرار دیا ہے جو حضرت داؤد (ع) کی روِش پر فیصلے کرتا ہے۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۵۳)

۹۔اگر علی (ع) حاضر ہوتے تو ہم گمراہ نہ ہوتے:

اسلامی قانون کے لحاظ سے اگر کوئی شخص زناء محصنہ کرے (یعنی اپنی زوجہ کے ہوتے ہوئے دوسرے کی زوجہ سے زنا کرے)اور پھر خود قاضی کے پاس آکر کے اقرار کرے اور سنگساری کی سزا کے وقت فرار ہو جائے تو گویا وہ اپنے کئے ہوئے اقرار سے پھر گیااور اب وہ آزاد ہے اسے دوبارہ سے پکڑ کر سزا نہیں دی جائے گی اور اگر اس کے زانی ہونے پر چار افراد نے گواہی دی ہو اور سزاء کے وقت فرار ہو جائے تو اسے دوبارہ سے پکڑ کر سزا دی جائے گی۔

زمانہ پیغمبر اسلام (ص)میں ماعز بن مالک نامی شخص پیغمبر(ص)کی خدمت میں آکر اپنے زناء محصنہ کے مرتکب ہونے کا اقرار کرتا ہے آنحضرت(ص)نے حکم دیا کہ اسے

سنگسار کیا جائے اب جو اسے گڑھا کھود کر آدھے جسم کے ساتھ گاڑا گیا تو کسی طرح وہ نکل کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا زبیر بن عوام نے نادانی میں اونٹ کی پڑی ہوئی سوکھی ہڈی اس کی طرف پھینکی جس کے لگنے سے ''ماعز''زمین پر گرا لوگ اس کی طرف دوڑے اور اسے مارڈالاجب اس واقعہ کی خبر پیغمبر(ص) تک پہنچی تو آنحضرت ناراض ہوئے اور ''ماعز''کے قاتلوں کی سرزنش کی کہ کیوں تم لوگوں نے ''ماعز''کا پیچھا کر کے اسے قتل کر ڈالا؟کیا وہ اپنے ہی اقرار سے اس سزاء کا مستحق نہیں ہوا تھا؟لہٰذا اس کا فرار ہونااپنے اقرار جرم سے لوٹ جانا تھا لہٰذا تم لوگوں کو اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہیئے تھا پھر آنحضرت(ص)نے فرمایا:"اَمَا لَوْکاَنَ عَلِیّ حاضِراً مَعَکُمْ لِمَا ضَلَلْتُمْ" یعنی :آگاہ ہو جاؤ اگر ایسے وقت میں علی تمہارے درمیان حاضر ہوتے تو تم لوگ ہر گز اس طرح سے گمراہی والا کام نہ کرتے۔(فروع کافی ج۷ ص۱۷۵ ،وسائل الشیعہ ج۱۷ ص۳۸۶)

۱۰۔گھوڑے کی زد میں آکرہلاک ہونے والے کے بارے میں فیصلہ:

امام محمد باقر (ع)فرماتے ہیں :جب پیغمبر اسلام (ص)نے حضرت علی (ع)کو یمن کا حکمران و مبلغ بنا کر بھیجا تو ایک دن ایک گھوڑا اپنے مالک کے گھر سے فرار ہوتے ہوئے راستے میں ایک شخص کو اپنی ٹاپوں تلے ہلاک کر دیتا ہے مقتول کے ورثہ گھوڑے کے مالک کے پاس آکر مقتول کی دیت کا مطالبہ کرتے ہیں وہ دیت دینے سے انکار کرتا ہے

لہٰذا مقتول کے ورثہ اسے پکڑ کر حضرت علی (ع)کے پاس فیصلے کے لئے لاتے ہیں حضرت علی طرفین کی باتوں کو سننے کے بعد فیصلہ سناتے ہیں کہ گھوڑے کے مالک پر کچھ نہیں ہے مقتول کے ورثہ حضرت کی اس طرح کی قضاوت کی شکایت کے طور پر مدینہ آکر پیغمبر (ص)کی خدمت میں حضرت علی (ع)کی شکایت کرتے ہیں کہ علی نے ہم پر ظلم کیا ہے ،پیغمبر اکرم (ص)حضرت علی (ع)کے کئے ہوئے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''نہ یہ کے علی نے کسی پر ظلم نہیں کیا بلکہ علی ظلم کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا ہے میرے بعد تم سب کا والی و حاکم علی ہے اس کی قضاوت میری قضاوت اور رائے ہے اور اس کا کیا ہوا حکم اور قول وفیصلہ سوائے کافر شخص کے کوئی رد نہیں کرے گا ''جب یمن سے آئے ہوئے لوگوں نے علی کے بارے میں پیغمبر(ص)کا فرمان سنا توکہنے لگے ہم بھی حضرت علی (ع)کے کئے ہوئے فیصلے پر راضی ہوئے ،ان لوگوں کی اس بات کو سن کر پیغمبر اکرم (ص)نے فرمایا:''یہی تمہارا اعتراف کرنا تمہاری بیہودہ باتوں سے تمہارا توبہ کرنا ہے''۔(فروع کافی ج۷ ص۳۵۲)

۱۱۔چند انڈوں کا ٹوٹنا اور حضرت علی (ع)کے فیصلے کا صحیح ہونا:

ایک شخص حج کے موسم میں محرم ہو کر اونٹ پر سفر کررہا تھا کہ راستے میں اُونٹ کا پیر بچے نکالنے کے لئے رکھے ہوئے انڈوں پر پڑا جس سے وہ انڈے ٹوٹ گئے ،ان انڈوں کے مالکوں نے اس اُونٹ سوار سے جھگڑنا شروع کیا اسی دوران حضرت علی

(ع)کابھی وہاں سے گزر ہواوہاں موجودلوگوں نے حضرت علی (ع)سے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کو کہا حضرت علی (ع)نے ان کے درمیان یوں فیصلہ کیا کہ یا جتنی مقدار انڈوں میں بچے قرار پاچکے تھے ان کے عوض یہ محرم شخص ایک اونٹنی خانہ خدا کے لئے قربانی کرے، یا ٹوٹے ہوئے انڈوں کی مقدار میں نر اونٹوں کو اونٹیوں سے ملا یا جائے ان سے جو بچے پیدا ہوں انھیں خانہ کعبہ کی طرف لاکر قربانی کیا جائے وہ محرم شخص پریشان حال پیغمبر (ص)کی خدمت میں آکر حضرت علی (ع)کے اس فیصلے کا تذکرہ کرتا ہے اور اپنی طرف سے اس طرح کی قربانیاں کرنے سے عاجز ی کا اعلان کرتا ہے پیغمبر اکرم (ص) فرماتے ہیں: علی کا فیصلہ حق ہے مگر تمہاری ناتوانی کے تحت تمہیں اجازت دی جاتی ہے کہ ہر ٹوٹے ہوئے انڈے کے عوض ایک دن کا روزہ رکھو اور ایک مسلمان کو کھانا کھلاؤ''۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۵۴)

۱۲۔اصحاب کاامتحان اور علی (ع) کی کامیابی:

ایک دفعہ پیغمبر (ع)کے پاس مسجد نبوی میں چند اصحاب اور دو عدد قاریان قرآن جمع تھے اصحاب میں سر فہرست ابو بکر ،عمر ،عثمان،عبد الرحمٰن بن عوف،جابر بن عبد اللہ انصاری،اُبی بن کعب،ابو عبیدہ اور اس محفل میں حضرت علی (ع) بھی تشریف فرماں تھے اُبی بن کعب نے اس آیت کو اپنی دلنشین آواز میں تلاوت کیا:(... وَسْبَغَ

عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً...)(سورہ ٔ لقمان آیت ۲۰)یعنی'' اللہ نے اپنی ظاہری وباطنی نعمتوں کو تم لوگوں پر آشکار کیا ہے ''

ایسے وقت میں پیغمبر(ص)نے حاضرین کو متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:اب ذرا تم لوگ یہ بتاؤ کے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کون سی ایسی نعمت تم لوگوں کو عطا کی جس کا تم لوگوں نے شوق کے ساتھ استقبال کیا ہو؟تمام حاضرین نے کمال احترام اور تواضع کے ساتھ اسطرح سے پروردگار عالم کی نعمتوں کو گنوانا شروع کیامثلاً:مال،اولاد،ازواج،کھانے وپینے اوروڑھنے کی چیزیں یہ سب ذکر کرنے کے بعد سب خاموش ہو گئے تو پیغمبر(ص) علی کی طرف رُخ کر کے کہتے ہیں :اے علی ! اب ذرا تم بھی تو اپنی رائے بتاؤ علی بولے:یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان میں کیا بتاؤں کہ خدا نے جب مجھے خلق کیا تو میں قابل حیثیت نہ تھا اس نے مجھے زندگی بخشی مجھے حُسن و نطق و فکر و شعور عطا کئے اور میرے لئے ہدایت کے چراغ روشن کئے اور میری اپنے خالص دین کی طرف رہنمائی کی اور مجھے گمراہ نہ کیا،میرے لئے راہ نجات کو قرار دیا مجھے آزاد خلق کیا نہ غلام ، زمین وآسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان سب کو میرا تابع قرار دیااور مجھے میرے کاموں میں مستحکم کیا ،جو جو باتیں بھی علی ذکر فرماتے پیغمبر (ص)یہی جملہ تکرار کرتے ''صَدَقْتَ ''یعنی بیشک علی تم نے سچ کہااس طرح پروردگار عالم کی نعمتوں کے شمار کرنے میں علی کو کامیابی ہوئی جس کی تصدیق

پیغمبر اکرم (ص) نے کی اور ارشاد فرمایا: ''اے علی ! ان نعمتوں کے علاوہ اور کون سی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دیں ہیں؟ حضرت علی (ع) فرماتے ہیں: ''اے اللہ کے رسول! اللہ کی نعمتیں سب اچھی ہیں اور اتنی زیادہ ہیں کہ قابل شمار نہیں ہیں (...وَاِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوہَا...) (سورۂ ابراہیم آیت ۳۴)

''یعنی اگر تم لوگ اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا بھی چاہو تو شمار نہیں کر سکو گے۔''

علی (ع) کا اس طرح کا جواب سنکر پیغمبر مسکرائے اور علی (ع) سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "لَیُھنِّئَکَ الْحِکْمَةُ، لَیُھنِّئَکَ الْعِلْمُ یاَ اَبَاالْحَسَنِ، فَاَنْتَ وَارِثُ عِلْمِی، وَالْمُبَیِّنُ لِاُمَّتِی مَا اخْتَلَفَتْ فیہ مِنْ بَعْدِی .. ." یعنی اے ابوالحسن ! علم وحکمت تمہیں مبارک ہو کہ تم میرے علم کے وارث ہو اور اسے میری امت کے لئے بیان کرنے والے ہو اور میرے بعد میری امت کے درمیان ہونے والے اختلافات کو سلجھانے والے ہو، جو تمہاری پیروی کرے گا وہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائے گااور جو تم سے دشمنی رکھے گااور تم سے دور ہوگا وہ گمراہی کی راہ پر ہوگااور قیامت کے دن اس طرح سے بارگاہ پروردگار میں پیش ہوگا کہ اس کے لئے آخرت کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔

۱۳۔ پیغمبر (ص) سے معاملہ کرتے ہوئے گواہ کا طلب کرنا:

ایک دفعہ پیغمبر اسلام (ص) نے ایک دیہاتی عرب سے ۴۰۰ درہم میں اونٹ خریدا اس نے آنحضرت سے پیسے لے کر اونٹ بھی آپ (ص) کے حوالے نہیں کیا اور ادّعا کرنے لگا کہ یہ پیسے اور اونٹ دونوں میرے ہیں اور پیغمبر (ص) کا میری گردن پر کوئی حق نہیں ۔

ابو بکر وہاں سے گزر رہے تھے اور عمر بھی وہاں آگئے اب جو پیغمبر (ص) نے اس اعرابی سے اونٹ یا پیسوں کا مطالبہ کیا تو اس اعرابی نے کہا کہ آپ اپنے اس ادّعا پر دو گواہ پیش کریں پیغمبر (ص) نے عمر و ابوبکر سے کہا کہ تم دونوں میری طرف سے گواہی دینے پر تیار ہو،دونوں نے پیغمبر(ص) سے عذر خواہی کی کہ یا رسول اللہ (ص) جب ہم نے آپ کو پیسے دیتے اور معاملہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تو ہم کیونکر گواہی دیدیں اتنے میں حضرت علی (ع) کا اُدھر سے گزر ہوا اب جو داستان حضرت علی (ع) کو پتہ چلی تو انھوں نے پہلے تو اس اعرابی کو کافی محبت و پیار سے سمجھایا کہ یا تو اونٹ پیغمبر (ص) کے حوالے کر دو یا ان کے پیسے لوٹا دو جب وہ اعرابی پھر بھی نہ مانا تو حضرت علی (ع) نے تلوار نکال کر اس کی جیب سے پیغمبر (ص) کی ادا کردہ رقم ۴۰۰ درہم نکال کر پیغمبر کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:اے اللہ کے رسول (ص)! ہم نے آپ کی بعنوان نزول وحی تصدیق کی ہے تو کیوں آپ کے ۴۰۰ درہم کے کہنے کی تصدیق نہ کریں: پیغمبر اکرم (ص) نے ابو بکر وعمر سے فرمایا: ''دیکھو یہ ہے حکمِ خدا جو علی نے کیا''۔(مناقب

ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۵۶،اسی سے ملتی جلتی داستانیں امالی صدوق کے ص۶۲ اور بحار ج۴۰ ص۲۴۱ ،بحار ج۲۲ص۱۴۱،وسائل ج۱۸ ص۲۰۱،شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۲۰ ص۸۲۵پر بھی ذکر ہوئی ہے۔)

۱۴۔مظلوم کی پکار پر حضرت علی (ع)کا جا کر مدد کرنا:

جنگ خیبر سے ایک دن پہلے ایک شخص نے آکر خدمتِ پیغمبر (ص)میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! فلاں خیبر کے یہودی نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے پیغمبر (ص)نے اس سے کہا گھبراؤ نہیں کل میں اسے علم دینے والا ہوں جو خیبر کو فتح کرے گااور تمہارے بھائی کے قاتل کو بھی قتل کرے گا دوسرے دن ایسا ہی ہوا کہ علی نے یہودیوںکے سردار مرحب کو ہلاک کرنے کے ساتھ ساتھ اس مسلمان شخص کے بھائی کے قاتل کو بھی قتل کر دیا جومسلمان مظلومانہ طریقے سے مارا گیا تھالہٰذا اس طرح حضرت علی (ع)نے مظلوم کی مدد کی اور ظالم کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچادیا۔(بحار ج۴۱ص۸۶)

دوسری فصل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوبکر کی خلافت کے دوران شیر خدا کے فیصلے

ابو بکر رحلت پیغمبر (ص)کے بعد خلیفہ قرار پائے ان کا اصل نام عبد اللہ بن عثمان تھا مگر ابوبکر بن ابی قحافہ کے نام سے معروف تھے ۱۳ ھ ۲۲جمادی الاول کو مدینہ میں ان کی وفات ہوئی اور دوسال چار ماہ اُنھوں نے خلافت کی (تتمۃ المنتہیٰ ص۴.)

ہم یہاں پر ان کی خلافت کے دوران جو فیصلے حضرت علی (ع)نے انجام دیئے تھے انھیں ذکر کریں گے۔

۱۔ سقیفہ میں ابوبکر کا انتخاب: جب وفات پیغمبر (ص)کے بعد انصار (یعنی مدینہ کے مسلمانوں) اور مہاجرین (یعنی مکہ کے مسلمانوں) کے درمیان جھگڑا اُٹھا ہر ایک یہی ادعا کرتا تھا کہ خلیفہ وجانشین پیغمبر ہم میں سے ہونا چاہئے لہٰذا ان لوگوں نے خلیفہ و جانشین پیغمبر بننے کی دو شرطیں رکھیں تھیں ایک یہ کہ بننے والاخلیفہ اصحاب پیغمبرمیں سے ہو اور دوسرے یہ کہ وہ خاندان قریش سے ہو کیونکہ قریش والے دوسرے خاندانوں کی نسبت پیغمبر سے زیادہ نزدیک ہیں مگر جب چند آراء کے تحت ابوبکر کا انتخاب ہو گیا تو حضرت علی (ع)نے تعجب سے یہ دو شعر کہے :

فَاِنْ کُنْتَ بالشّوریٰ مَلَکْتَ اُمُورَھم--فَکَیْفَ بِھذاالمُشیرون غُیَّبُ

وإن كُنْتُ بِالْقُربىٰ حَجَجْتَ حَصِيْمَهمْ-- فَغَيْرُکَ اَوْلیٰ بِالنَّبِيّ وَاَقْرَبُ

یعنی'' اگر تم نے حکومت قائم کرنے کے لئے شوریٰ بنائی تھی تو یہ کیسی شوریٰ تھی جس کے اکثر رائے دینے والے افراد غائب تھے۔

اور اگر پیغمبر (ص)سے قبیلۂ قریش سے ہونے کے لحاظ سے رشتہ داری قائم کرتے ہوئے خلیفہ بنے ہو تو میں پیغمبر (ص)سے سب سے زیادہ نزدیک تھا لہٰذا خلافت کے لئے میں زیادہ سزاوار تھا''۔(نہج البلاغہ حکمت ۱۸۱)

دوسرے مقام پر حضرت علی (ع)ے یوں ان پر حجت تمام کی ''اِحْتَجُّوا بِالشَّجَرَ ةِ وَاَضَاعُوا الثَّمَرَةَ''(نہج البلاغہ خ۶۶)یعنی اگر خلافت کے لئے معیار پیغمبر (ص)سے رشتہ داری تھی تو انھوں نے گویا اصل درخت سے تو استدلال کیا مگر میں جو اس درخت کا میوہ و پھل تھا چھوڑ دیا جبکہ درخت کی اہم ترین چیز اس کا پھل ہوتا ہے جسے انھوں نے چھوڑ کر صرف درخت کہ تنے سے رشتہ ناتا جوڑ کر خلافت کو دوسروں کے حوالے کر دیا ہے۔

۲۔ مالک بن نویرہ کی مظلومانہ شہادت پر احتجاج:مالک بن نویرہ پیغمبر اکرم (ص)کے ان نیک اصحاب میں سے تھے جنکے بارے میں پیغمبر (ص) نے ارشادفرمایا:"مَنْ اَحَبَّ ان یَنْظُرَاِلیٰ رَجُلٍ مِنْ اَہْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ هذاالرَّجُلِ"۔(سفینۃ البحار ج۲ ص۵۵۱)

یعنی جو شخص بھی اس دنیا میں اہل بہشت کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ اس مرد (مالک) کی طرف دیکھ لے مالک بن نویرہ جو حضرت علی (ع)کے چاہنے والوں میں سے اچھے طریقے سے کلام پیغمبر(ص) کو سمجھ گئے کہ آنحضرت کے اس جملے سے مراد وہ شخص ہے جو آنحضرت کا خلیفہ و جانشین یعنی علی ہے لہٰذا مالک بطاح نامی سر زمین میں قبیلۂ بنی یربوع و قبیلۂ بنی تمیم کے درمیان زندگی بسر کرتے تھے رحلت پیغمبر (ع)کے بعد جب مالک مدینہ آئے اور حضرت علی کے بجائے ابوبکر کو مسند خلافت پر بیٹھا دیکھا تو اعلانیہ طور پر اعتراض کیا کہ پیغمبر (ع)نے تو دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر حجۃ الوداع تک تم لوگوں کو یہی سمجھایااور استدلال بھی پیش کیا کہ میرے بعد میرا خلیفہ وجانشین علی ہوگا تو آپ نے کیوں علی کی جگہ تخت خلافت پر قبضہ کیا اور کس نے آپ کو یہاں بٹھایا ہے،توابوبکر نے چلاتے ہوئے کہا کہ اس اعرابی کو مسجد سے باہر نکالو عمر بن خطاب اور خالد بن ولید اور قنفذ اُٹھے اور (مالک) کو مارتے پیٹتے ہوئے مسجد سے باہر نکال دیا مالک اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ اپنے وطن (بطاح) کی جانب چلے گئے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد ابوبکر کی خالد بن ولید سے راستہ میں ملاقات ہوئی تو ابوبکر نے خالد سے کہا کہ دیکھا تم نے کس طرح اس دن مالک نے سب کے سامنے مجھے ذلیل و رسوا کیالہٰذا اب میرا نظریہ یہ ہے کہ تم کسی طرح دھوکہ سے مالک کو قتل کر ڈالو تاکہ قصہ ہی ختم ہو جائے ،خالد بن ولید ایک لشکر لے کر بطاح کی طرف روانہ ہوا اگر چہ خلیفہ کی طرف سے مالک کے لئے امان نامہ لکھ کر دیا گیا تھا مگر دھوکہ سے خالد

بن ولید نے رات کے وقت مالک کے گھر پر حملہ کر کے انھیں قتل کر دیا اور ان کی زوجہ سے زبر دستی اسی رات ہمبستری بھی کی اورمالک کے سر کو آگ میں رکھ کر جلا ڈالااس عظیم ظلم و ستم کے بعد جب خالد مدینہ لوٹااور ابوبکر کو واقعہ کی اطلاع دی تو ابوبکر خاموش رہے جب اس واقعہ کی اطلاع اصحاب پیغمبر (ص)کے درمیان پھیلی تو بعض اصحاب جن میں سے عمر بھی تھے انھوں نے اس واقعہ کی شدید مذمت کرتے ہوئے ابوبکر کی خاموشی پر اعتراض کیا تو ابوبکر کہتے ہیں خالد نے اجتہاد کیا ہے اگر چہ اس نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی ہے صرف اتنا جملہ کہہ کر انھوں نے خالد کے اس وحشیانہ عمل پر گویا پردہ ڈالا۔(الغدیر ج۷ ص۱۵۸ ،بیت الاحزان ص۱۲۷)

حضرت علی (ع)نے بھی بڑی جرأت کے ساتھ خلیفۂ وقت کے اس عمل اور خالد بن ولید کے وحشیانہ عمل پر شدید اعتراض کیا اور کلمۂ استرجاع یعنی(اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ)زبان پر جاری کرتے ہوئے مالک کے گھر اور خاندان و قبیلہ والوں کو صبر و تحمل کی تاکید کرتے ہوئے پُرسہ دیاجبکہ اس واقعہ کے بعد سے جب بھی عمر بن خطاب خالد بن ولید کو دیکھتے تھے تو اس سے مخاطب ہو کر کے کہتے تھے کہ ''تو نے ایک مسلمان کو قتل کیا اور اس کی زوجہ سے زنا کیاہے لہٰذا خدا کی قسم میں تجھے سنگسار کروں گا ''خالد ان کا یہ جملہ سن کر خاموش ہو جاتا تھا جب خالد نے دیکھا کہ کافی مخالفتیں شروع ہوگئی ہیں تو دربارِ خلافت میں آکر ابو بکر سے اس واقعہ کی معذرت کی

اور ابو بکر نے بھی اس کے اس ظالمانہ و عمل حرام پر اس کا عذر قبول کر لیا، اور اس کے حکم قصاص سے در گزر کیا۔(بیت الاحزان ص۱۳۰.)

۳۔فدک کے مسئلے میں حضرت علی (ع)کا احتجاج:

پیغمبر اسلام (ص) کی رحلت کے بعد سب سے پہلا مسئلہ جو مسند قضاوت پر پیش کیا گیا وہ مسئلہٴ فدک تھا لہٰذا ہم یہاں پر پہلے فدک کے بارے میں چند باتیں پیش کریں گے پھر اس کے بارے میں قضاوت پھر حضرت علی (ع)کے احتجاج کو پیش کریں گے،

فدک ایک زرخیز نخلستان تھا جس کی کافی در آمد آتی تھی جو مقام خیبر کے نزدیک مدینہ سے ۱۴۰ کلومیٹر پر واقع ہے جسے سن ۷ ہجری کو فتح خیبر کے بعد وہاں کے یہودیوں نے بغیر جنگ کئے پیغمبر(ص)کی خدمت میں پیش کر کے اپنی جانوں کی امان طلب کی تھی اسی وقت سورهٔ اسراء کی آیت ۲۶ نازل ہوئی کہ(وَآتِ ذالقُربٰی حَقَّہٗ)''یعنی اے پیغمبر !اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو(اور کیونکہ بغیر جنگ کئے جو بھی مال نبی یا وصی کو ملے وہ اس کا مخصوص مال ہوتا ہے اسلامی قانون کے لحاظ سے)لہٰذا شیعہ وسنی معتبر روایات کے تحت پیغمبر نے (فدک) فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کے حوالے کر دیا تھاتاکہ آئندہ خاندانِ نبوت کے مسائل کو حل کرنے کا وسیلہ قرا ر دیا جائے''۔(میزان الاعتدال ج۲ ص۲۸۸،در المنثور ذیل آیت اسرائ)

مگر پیغمبر (ص)کی رحلت کے بعد سقیفہ کا مسئلہ پیش آیا اور ابوبکر نے حکم دیا کہ (فدک) کو فاطمتہ الزہراسلام اللہ علیہا سے لے لیا جائے اور ان کے کاریگروں کو وہاں سے نکال دیا جائے ایسے وقت میں خود بنت رسول فاطمتہ الزہرا سلام اللہ علیہادربار میں آکر اعتراض کرتی ہیں اور اس طرح وہاں گفتگو شروع ہوتی ہے ،

فاطمہ :فدک میری ذاتی ملکیت ہے جو میرے باپ پیغمبر اسلام (ص)نے مجھے بخشا تھا اور میں نے کچھ مدت اس میں تصرف بھی کیا ہے ،

ابو بکر :آپ اپنے اس ادعا پر گواہ پیش کریں (جبکہ اسلامی قانون کے لحاظ سے جو اپنے ذاتی مال کے بارے میں ادعا کرے تو اس سے گواہ طلب نہیں کئے جاتے ہیں ہاں جہاں کوئی دوسرے کے مال میں ادعاء ملکیت کرے تو اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں) فاطمہ نے پھر بھی حضرت علی (ع)و اُمّ ایمن (جو کہ زوجہ رسول تھیں اور جن کے اہل بہشت ہونے کی خبر پیغمبر(ص) دے چکے تھے)ان دونوں کو گواہ کے طور پر پیش کیا اور ان دونوں نے حضرت فاطمہ کے انکے ادعیٰ میں سچا ہونے پر گواہی دی ان کے علاوہ امام حسن (ع)وامام حسین (ع)اور اسماء بنت عمیس اور پیغمبر(ص)کے غلام (رباح)نے بھی گواہی دی۔(فروغ ولایت (استاد سبحانی)ص۲۲۹)

جب ابو بکر کے لئے یہ بات ثابت ہوگئی کہ فدک حضرت فاطمہ کی ذاتی ملکیت ہے تو انھوں نے فدک کے کاغذات فاطمہ کے حوالے کر دیئے اور اس پر ایک سند بھی لکھوا

کر دیدی کہ یہ فدک فاطمہ کی ذاتی ملکیت ہے اسے کسی کو بھی لینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

عمر بن خطاب نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ سند لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دی یہ دیکھ کر فاطمتہ الزہراسلام اللہ علیہا غم زدہ ہوئیں اور ابوبکر وعمر سے ناراض ہو کر گھر کو لوٹ آئیں اسی موقع پر حضرت علی (ع) نے بھی اپنے دلائل کے ذریعے سے ابوبکر کو قائل کر لیا تھا حضرت علی کا احتجاج اس طرح سے تھا۔

ا۔فاطمتہ الزہرا سلام اللہ علیہا صاحب ید ہیں یعنی فدک ان کی ملکیت اور ان کے تصرف میں تھا لہٰذا اسلامی قانون کے مطابق تمہیں ان سے گواہ نہیں طلب کرنے تھے۔

۲۔سورۂ احزاب کی آیت ۳۳ جسے آیت تطہیر کہتے ہیں یہ فاطمتہ الزہراسلام اللہ علیہا کی عصمت پر دلالت کرتی ہے لہٰذا فاطمہ جھوٹ نہیں بول سکتی ہیں ابوبکر نے بھی اس بات کی تصدیق کی،(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱۶ ص۲۸۴)

۳۔فاطمہ کے گواہ پورے اور محکم تھے تو کیوں ان کی بات کو قبول نہیں کیا گیا ابوبکر :حضرت علیؑ کی یہ محکم دلیلیں سن کر خاموش ہوگئے اور کوئی جواب نہ دے سکے تو عمر بن خطاب بڑھ کر بولے :"یاعلی دعنامِن کلامِک فَاِنَّالانُقَوِّی علی حُجَّتِک"یعنی اے علی :ہمیں اپنی اس طرح کی باتوں سے دور رکھیں کہ ہمارے پاس آپ کی اس

طرح کی باتوں کے مقابل میں کوئی دلیل نہیں ہے ،لہٰذا نتیجتاً علی وفاطمہ (علیہما السلام)کے محکم استدلال کے باوجود بھی (فدک) حضرت فاطمہ کے حوالے نہ کیا گیا۔(بیت الاحزان قمی ص۱۷۱)

۴۔حضرت علی (ع)کے جواب سے راہب کا مسلمان ہونا: خلافت ابو بکر کے دوران روم کے مسیحیوں کا گروپ جس میں ایک راہب بھی موجود تھا طولانی سفر طے کر کے اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے مدینہ پہنچا جو سونے وچاندی کے سکّوں سے بھرے ظروف بھی اپنے ہمراہ لایا تھا اس گروپ میں سے راہب نے مسجد نبوی میں آکر سوال کیا کہ تمہارے درمیان خلیفہ ٔو جانشینِ پیغمبر کون ہے ؟ لوگوں نے ابوبکر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں وہ راہب ان کے سامنے بیٹھ گیااس کے ساتھی بھی اس کے اطراف میں بیٹھ گئے اب راہب نے ابو بکر سے مخاطب ہو کر گفتگو شروع کی،

راہب: آپ کا نام کیا ہے؟

ابو بکر : میر انام عبد اللہ بن عثمان ہے (کیونکہ ابو بکران کی کنیت تھی)

راہب : کیا آپ کا کوئی دوسرا نام بھی ہے ؟

ابوبکر: نہیں میرا کوئی دوسرا نام نہیں،

راہب: در اصل میں جس کی تلاش میں ہوں وہ آپ نہیں ہیں،

ابوبکر: سچ بتاؤ تم لوگ یہاں کس لئے آئے ہو ؟

راہب : میں روم سے اتنا طولانی سفر طے کر کے صرف اسلام کے بارے میں اس امت کے بہترین وعالم شخص سے تحقیق کرنے کے لئے آیا ہوں کہ اگر اس نے میرے سوالوں کے جوابات دیدیئے تو میں مسلمان ہو جاؤں گااور یہ سونے وچاندی سے بھرے ہوئے ظروف بھی اسے دیدوں گا تاکہ وہ یہ سب آپ لوگوں کے درمیان تقسیم کرے ورنہ اپنے مذہب پر باقی رہتے ہوئے یہ سب واپس لے جاؤں گا۔

ابو بکر: ذراا پنے سوالات پوچھو۔

راہب : پہلے میری جان کی امان دیجئے تاکہ میں کھل کر اپنے سوالات پوچھ سکوں۔

ابوبکر: تمہاری جان کی امان ہے۔

راہب: میرے تین سوال ہیں :ا۔جو چیز خدا کے لئے نہیں ہے وہ کیا ہے ؟۲۔وہ چیز جو خدا کے پاس نہیں ہے وہ کیا ہے ؟۳۔جو خدا نہیں جانتا ہے وہ کیا ہے ؟

ابوبکر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تھراتے ہوئے جسم کے ساتھ عمر سے مدد لینا چاہی مگر وہ بھی اس موقع پر ان کی مدد نہیں کر سکے پھر انھوں نے عثمان سے مدد چاہی وہ بھی مدد نہ کر سکے تو تینوں افراد آنے والے مہمانوں کے سامنے سر جھکائے خاموش رہے یہ دیکھ کر راہب کو غصہ آگیااور سب کی سر زنش کرتے ہوئے کہنے لگا آپ سب کو

شرم نہیں آتی کہ اتنے بڑے منصب پر بیٹھے ہیں مگر ہمارے اتنے سے سوالوں کے جواب نہ دے سکے ابو بکر چلا کر کہتے ہیں خاموش ہو جاؤ اگر تمہاری جان کی امان نہ دی ہوتی تو ابھی یہیں پر تمہارا خون بہادیتا ،سلمان نے دیکھا کہ مسئلہ بڑا حساس ہو چکا ہے اور مسیحی لوگ اسلام سے بد ظن ہو رہے ہیں تو وہ بھاگے بھاگے حضرت علی (ع)کے گھر پہنچے اور آپ کو ماجرا کہہ سنایا، حضرت علی (ع)فوراً مسجد آئے ،حضرت کو آتا دیکھ کر مسجد میں موجود تمام مسلمان خوش ہو گئۓ اور بلند صدائے (اللہ اکبر) کے ذریعہ آپ کا استقبال کیا ،ابوبکر راہب سے کہتے ہیں تمہارے سوالوں کے جوابات دینے والا یہ مرد ہے۔

راہب نے حضرت علی (ع)سے سوال کیا :اے جوان! آپ کا نام کیا ہے ؟

حضرت علی (ع)نے جواب دیا میرا نام یہودیوں کے نزدیک ''الیا''اور مسیحیوں کے نزدیک ''ایلیا'' اور میرے والد کے نزدیک ''علی '' اور میری ماں کے نزدیک ''حیدر''ہے ،

راہب:آپ کی اپنے پیغمبر سے کیا نسبت ہے ؟

علی : پیغمبر اسلام (ص) میرے چچا زاد بھائی اور میرے سُسر ہیں ،

راہب: خدائے مسیح کی قسم کہ میرے گمشدہ آپ ہی ہیں میں آپ ہی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں کہ آپ میرے سوالوں کے جواب دیجئے .اور میرے سوال یہ ہیں اس کے سوالات کے دہرانے سے پہلے حضرت علی (ع) نے اسے یوں جوابات دینے شروع کئے کہ : ۱۔جو خدا کے لئے نہیں ہے وہ زوجہ واولادہیں ، ۲۔اور جو خدا کے پاس نہیں ہے وہ ظلم ہے ، ۳۔اور جو خدا نہیں جانتا ہے وہ اس کی سلطنت میں کسی کا شریک ہونا ہے ،راہب نے حضرت سے جیسے ہی اپنے سوالوں کے اتنی تیزی سے جوابات سنیں تو فوراًاپنی گردن سے صلیب نکال کر پھینک دی اور حضرت کی پیشانی کو چومتے ہوئے کلمہ ٔ شہادتین زبان پر جاری کیا اور آپ کی خلافت و جانشینی ٔ پیغمبر کی گواہی دیتا ہوا مسلمان ہوا اور اعلانیہ یہ جملات کہئے کہ بیشک آپ جیسی ہی شخصیت اس لائق ہے کہ پیغمبر (ص) کا خلیفہ و جانشین قرار پائے اور پھر سونے وچاندی سے بھرے ظروف کو حضرت کے حوالے کیا جو حضرت نے اسی وقت مدینہ کے ضرورت مند افراد کے درمیان تقسیم کر وادیئے۔(بحار ج۱۰ ص ۵۲)

۵۔ایک شخص کولاعلمی میں شراب پینے پرآزاد کردینا: خلافت ابو بکر کے دوران ایک نو مسلم کو شراب پینے کے جرم میں پکڑ کر لایا گیا ابوبکر نے اس سے پوچھا تم نے شراب پی ہے ؟اس نے کہا ہاں،ابوبکر نے کہا تم نے کیوں شراب پی جبکہ تمھیں پتہ تھا کہ شراب پینا حرام ہے ؟اس نے کہا : میں مسلمان ہو چکا ہوں مگر میرا گھر ایسی قوم کے درمیان واقع ہے جو شراب پیتے ہیں اور اسے حلال جانتے ہیں میں نے بھی خیال کیا کہ شاید یہ

حلال ہو اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اسلام میں شراب پینا حرام ہے تو میں اس سے اجتناب کرتاابو بکر عمر سے پوچھتے ہیں تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے ؟ عمر کہتے ہیں مسئلہ تو بڑا دشوار ہے اگر اس وقت علی ہوتے تو اچھا ہوتالہٰذا یہ دونوں افراد اس نو مسلم شراب خور کو لے کر حضرت علی (ع) کے در پر پہنچے اور قصہ کہہ سنایا: حضرت علی (ع)نے کہا ذرا پہلے کسی کو بھیج کر یہ پچھوایا جائے کہ مہاجرین وانصار میں سے کسی نے پہلے اس شخص کے سامنے شراب کہ حرمت والی آیت کو پڑھ کر سنایا ہے یا نہیں؟ جب سب نے کہا کہ نہیں تو حضرت نے اس شخص کو آزاد کر دیا اور اس شخص سے کہا کہ اب اگر اس کے بعد تم نے شراب پی تو تم پر حد جاری کی جائے گی ،سلمان عرض کرتے ہیں کہ کیوں آپ نے لوگوں سے پچھوایا تو حضرت نے فرمایا :تاکہ سب پر میری طرف سے حجت تمام ہو جائے جیسا کہ ارشاد خدا وندی ہے أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمَّنْ لايَهِدِّي إِلاَّ أَنْ يُهْدى فَما لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (سورۂ یونس آیت ۳۵ ،فروع کافی ج۷ ص۲۴۹)یعنی:''کیاوہ شخص جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ اتباع کا حق رکھتا ہے یا وہ جو حق کی طرف ہدایت نہیں کرتا بلکہ خود ہدایت کا طالب ہے تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کس طرح کا حکم کرتے ہو۔''

٦۔حضرت علی (ع) کا کلالہ اوراب کے مسئلے کو حل کرنا:

قرآن مجید میں دو دفعہ لفظ'' کلالہ ''استعمال ہوا ہے ایک سورۂ نساء کی آیت ۱۲ میں اور دوسری جگہ اسی سورۂ کی آیت ۱۷٦ میں لیکن اس لفظ کے کیا معنٰی ہیں؟پیغمبر اسلام (ع) کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران کسی نے آکر ان سے اس لفظ کے معنٰی کے بارے میں سوال کیا کہ قرآن میں جو ارشاد ہوا:(رَجُل یُورَثُ کلالَۃً...) تو اس میں (کلالۃ) سے کیا مراد ہے؟ابو بکر کہتے ہیں میں اس سلسلے میں اپنی رائے کے مطابق جواب دیتا ہوں اگر صحیح ہو تو سمجھ جا نا کہ خدا کی طرف سے ہے (یعنی خدا نے اسے میری زبان پر جاری کیا ہے) وگرنہ شیطان کی طرف سے ہے۔(الغدیر ج۷ ص۱۰۴)

جب حضرت علی (ع) کو ابو بکر کے اس طرح کے جواب کا پتہ چلا تو آپ نے کہا کہ انھیں یہ بات کہنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اگر صحیح ہوا تو خدا کی طرف سے اور اگر صحیح نہ ہوا تو شیطان کی طرف سے ،کیونکہ (کلالۃ) میت کے ماں باپ کی جانب سے ملنے والے بھائی و بہنوں کو کہتے ہیں جو یا تنہا ماں کی طرف سے ہوں یا تنہا باپ کی طرف سے ہوں قرآن نے اس طرح کے افرا د کو (کلالۃ) سے تعبیر کیا ہے اور ان کے ارث کے بارے میں اس طرح سے بیان کیا ہے :(یَسْتَفْتُونَکَ قُلْ اَللّٰہِ یُفْتِیْکُمْ فِی الْکَلاَلَۃِ...) یعنی اے پیغمبر ! وہ لوگ آپ سے (کلالۃ)کے ارث کے بارے میں سوال

کرتے ہیں کہدو کہ خدا تم کو (کلالۃ)کے بارے میں یوں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص انتقال کر جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے بھائی بہن ہوں تو وہ اس کے نصف مال سے ارث پائیں گے ...''(سورۂ نساء آیت ۱۷۶)

دوسری جگہ سورۂ نساء کی آیت ۱۲ میں یوں ارشاد ہوتا ہے :(وَاِنْ کَانَ یُوْرَثُ کَلَالَۃً...)اور اگر کسی کے صرف مادری یا پدری بھائی بہن ہوں تو ہر ایک اس کے مال کا چھٹا حصہ میراث پائے گا اور اگر صرف برادران وخواہرانِ مادری ہوں اور ایک سے زیادہ افراد ہوں تو وہ ثلث مال میں سب شریک ہیں۔(ارشاد(مفید)ج۱ ص۱۹۱)

اور دوسرا سوا ل جو ابوبکر سے کیا گیا تھا وہ یہ کہ اس آیت (وَفَاکِھَۃً وَاَبًّا)سورۂ عبس آیت ۳۱ میں (اب)کے کیا معنی ہیں؟ابو بکر جواب دیتے ہیں کہ مجھے (فاکھۃ)کے معنی تو معلوم ہیں کہ ''پھل''کو کہتے ہیں مگر (اب)کے معنی خدا بہتر جانتا ہے ،حضرت علی (ع)نے یہاں بھی ابوبکر کی مشکل کو حل کرتے ہوئے فرمایا: کہ (اب)کے یہاں معنی گھاس اور چراگاہ کے ہیں کیونکہ خدا اس آیت میں ان نعمتوں کو گنوا رہا ہے جو اس نے انسانوں اور ان کے حیوانات کے لئے خلق کی ہیں جن کے ذریعے انسان و حیوان اپنے آپ کو زندہ اور طاقت ور رکھتے ہیں لہٰذا (فاکھۃ)یعنی انسانوں کے لئے پھل اور (اب)یعنی حیوانات کے لئے گھاس اور چرا گاہ وغیرہ۔(ارشاد مفید ج۱ ص۹۰)

۷۔ حضرت علی (ع) کے توسط سے شدید زلزلہ کا ٹل جانا:

حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران ایک دفعہ مدینہ میں شدید زلزلہ آیا لوگ خوف و ہراس کے عالم میں اپنے گھروں سے نکل کرابو بکر وعمر کے پاس آکر پناہ لینا چاہتے تھے کہ یہ دونوں بھی گھبرائے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اپنے ہمراہ لئے حضرت علی (ع)کے در پر آتے ہیں دستک دینے پر حضرت علی (ع)اطمینان سے آکر دورازہ کھولتے ہیں کہ گویا کچھ ہوا ہی نہ ہو،خود یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا،حضرت نے لوگوں کی اور خلفاء کی حالت کو دیکھ کر کہا تم سب میرے پیچھے پیچھے آؤ یہ کہہ کر حضرت صحراء کی طرف نکلے آگے آگے علی اور ان کے پیچھے پیچھے ابوبکر وعمر اور بقیہ لوگ، حضرت صحراء میں ایک اونچے ٹیلے پر جا کر بیٹھ جاتے ہیں بقیہ لوگ بھی ٹیلے کے گرد بیٹھ جاتے ہیں حضرت علی (ع) کچھ دعا پڑھ کر زمین پر ہاتھ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آرام سے ہوجااسی لمحہ زلزلہ بالکل سے ختم ہو جاتا ہے لوگوں کو اس طرح کی حضرت علی کی مشکل کشائی پر تعجب ہوا اور اس طرح سے حضرت علی (ع)نے بھی لوگوں کو ایک بہت بڑی پریشانی و مشکل سے نجات دلائی۔(بحار ج۴۱ ص۲۵۴)

۸۔ ایک بے ادب انسان کے سایہ کو تازیانے لگانے کا حکم دینا:

حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران ایک شخص دوسرے شخص کوہمراہ لاکرکہتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے کہتاہے کہ میں تیری ماں سے محتلم ہواہوں(یعنی میں نے خواب میں

دیکھاہے کہ تیری ماںسے ملاہوں جس کی وجہ سے میں محتلم ہواہوں)ابوبکر اس مسئلے ہیںحکم کرنے سے گھبرائے جب حضرت علی (ع) کوپتہ چلاتوآپ نے اس خواب دیکھنے والے شخص کے بارے ہیںحکم دیاکہ اسے دھوپ میں کھڑاکیاجائے اوراس کے سائے کو تازیانے مارے جائیں کیونکہ احتلام خواب کی حالت میں ہواہے اورخواب انسان کے سائے کی مانند ہے مگر اب اس بے ادب انسان کو بھی تھوڑی سزادی جائے تاکہ آئندہ اس طرح کی باتوں سے دوسرے مسلمان بھائیوں کی دل آزاری کاباعث نہ بنے۔(مناقب ابن شہرآشوب ج۲ ص۳۵۶)

۹۔حضرت علی (ع)کامسجد بنانے کی مشکل کو حل کرنا:

امام جعفرصادق (ع)نے فرمایا:خلافت ابوبکر کے زمانے میں دریائے عدن(جویمن ہیںواقع ہے)کے ساحل پررہنے والوں نے ارادہ کیاکہ وہاں مسجد بنائیں مگروہ جیسے ہی مسجدبناتے وہ گرجاتی جب یہ مسئلہ کئی دفعہ تکرارہواتو لوگوں نے آکرابوبکر سے اس مسئلے کی علت کومعلوم کرناچاہی تووہ جواب نہ دے سکے اورباقی سب لوگوں کوجمع کرکے کہنے لگے تم میں سے جوبھی اس مسئلے کوحل کرسکتاہے حل کردے،اس مجمع میں حضرت علی (ع)اُٹھے اورمسجدکے دائیں وبائیں جانب کے حصوں میں گڑھاکھدوایاتولوگوں نے دیکھاکہ ان دونوں حصوں میں دوجنازے دفن ہیں جن کے اوپرلکھاہواہے کہ میں(رضوی)ہوں اوروہ دوسری میری بہن حباء ہے ہم خداپرست ہیں اورہم نے خدا

کا کسی کوشریک نہیں ٹھہرایاہے حضرت علی (ع)نے حکم دیاکہ ان دونوں جنازوں کونکال کر انھیں غسل وکفن دے کران پر نمازمیت پڑھ کرانھیں دفن کیاجائے اور پھر مسجدبنائی جائے تو پھرمسجد نہیں گرے گی لوگوں نے اسی طرح سے عمل کیاجس طرح حضرت علی(ع)نے حکم دیا تھااورپھر مسجد بنائی تووہ مسجدنہ گری اورنہ ویران ہوئی۔(مناقب ابن شہرآشوب،ج۲،ص۳۵۶)

۱۰۔حضرت علی (ع)کاسفیرروم کے سوالوں کے جواب دینا:

بادشاہ روم نے اپنے سفیرکوچند سوالوں کے جواب معلوم کرنے کے لئے ابوبکر خلیفہ مسلمین کے پاس بھیجا،سفیرآکرکے اس طرح سے سوالات پوچھتاہے:

سوال:ایک شخص ہے جوجنت کی آرزو نہیں رکھتااوردوزخ سے بھی ہراس نہیں رکھتااور خداسے بھی نہیں ڈرتااوررکوع وسجود بھی انجام نہیں دیتا،مرداروخون کے استعمال کومباح جانتاہے اورفتنہ پسند ہے اوربغیر دیکھی چیزوں کے بارے میں گواہی دیتاہے اورحق کوناپسند کرتاہے ایسے شخص کوآپ کیاکہیں گے؟ابوبکر توسفیرروم کے اس طرح کے سوالات کے جوابات دینے سے قاصر رہے عمر ان پرناراض ہوکرکے کہتے ہیں‌کہ اس مسئلے کے حل کوعلی سے پوچھاجائے حضرت علی (ع) حاضرہوکراس سفیرکے سوالوں کے اس طرح سے جوابات دیتے ہیں کہ اس طرح کاانسان اولیاء الٰہی میں سے ہے کیونکہ

۱۔ بہشت کی آرزو نہیں رکھتا (گویاوہ صرف اپنے پروردگار کی ملاقات کی آرزو رکھتاہے)

۲۔ دوزخ سے نہیں ڈرتا (گویاوہ صرف اپنے خداسے ڈرتاہے)

۳۔ ظلم سے نہیں ڈرتا (کیونکہ وہ جانتاہے کہ خداظلم نہیں کرتاہے) بلکہ خداعادل ہے۔

۴۔۵۔ نماز میت میں رکوع وسجود انجام نہیں دیتاہے۔

۶۔۷۔ مچھلی وکلیجی (جوکہ خون پر مشتمل ہوتے ہیں کھاتاہے)۔

۸۔ مال اوراولاد کو (جنہیں آیات میں فتنہ کہاگیاہے) انہیں دوست رکھتاہے۔ (سورہ تغابن آیہ ۱۵)

۹۔ بہشت ودوزخ کودیکھے بغیر ان کے بارے میں گواہی دیتاہے۔

۱۰۔ موت کوجوکہ حق ہے پسند نہیں کرتا۔

دوبارہ سے سفیرروم نے ابوبکرسے پوچھاکہ وہ کیاہے جوخداکے لئے نہیں مگر میرے لئے ہے؟اوروہ کیاہے جوخداکے پاس نہیں مگر میرے پاس ہے؟اوروہ کیاہے جواگرچہ خدانے خلق نہیں کی ہے مگرمیرے پاس ہے؟اوروہ کیاہے جوخدانہیں جانتا؟

اس دفعہ پھرسے ابوبکرجواب نہ دے سکے توحضرت علی (ع) نے یوں جواب دیئے :

ا۔جوخداکے لئے نہیں ہے وہ ہمسر وفرزندہیں، ۲۔جوخداکے پاس نہیں وہ ظلم ہے، ۳۔جسے خدانے خلق نہیں کیاوہ قرآن ہے''جوکہ کلام الٰہی ہے''۴۔جوخدانہیں جانتاوہ تم مسیحیوں کایہ کہناہے کہ عیسیٰ خداکے بیٹے ہیں لیکن خداعیسیٰ کو اپنا بیٹا نہیں جانتا۔(مناقب ابن شہرآشوب ج۲ص۳۵۸)

اسی طرح کے کسی یہودی نے کسی اورمقام پرجب حضرت علی (ع)سے سوالات کئے تو آپ نے ان کو یوں جواب دیئے کہ جو خدا کے لئے نہیں ہے وہ شریک ہے اور جو خدا کے پاس نہیں‌وہ بندوں پر ظلم کرناہے اورجوخدانہیں جانتاوہ تم یہودیوں‌کایہ کہناہے کہ ''عزیر''خداکے بیٹے ہیں جنھیں خدااپنابیٹانہیں سمجھتاہے۔(عیون اخبار الرضا،ج۲،ص۴٦)

اا۔عمل لواط کروانے والے کوآگ میں جلانا:

حضرت ابوبکر کی خلافت کے زمانے میں خالد بن ولید جوابوبکر کی طرف سے مدینہ کے اطراف میں تبلیغ اسلام کے لئے گیاہواتھا اس نے وہاں ایک شخص ''اُبنہ''نامی کودیکھا جولوگوں کواپنے سے عمل لواط کرواتاتھا خالدبن ولید نے ابوبکر کوخط لکھاکہ ایسے شخص کوکیاکیاجائے جب خالد کاخط ابوبکر کے پاس پہنچاتوانھوں نے اصحاب پیغمبر کواپنے پاس جمع کرکے اس مسئلے کاحل پوچھا مجمع میں ہرایک اپنی اپنی بات کہتامگراس مجمع میں جس کی بات سب سے قوی تھی وہ حضرت علی (ع)تھے جنھوں نے کہاکہ (لواط)بہت بڑاگناہ ہے جس میں(قومِ لوط)کے مشغول ہونے کی وجہ سے اس قوم پر سخت قسم کاعذاب الٰہی

نازل ہوا اوروہ سب کے سب ہلاک ہوگئے لہٰذا ایسے شخص کے بارے میں حکم دوکہ اسے آگ میں جلادیا جائے تاکہ دوسروں کے لئے بھی عبرت ہو (کیونکہ حکم اسلام بھی یہی ہے کہ جو جان بوجھتے ہوئے اس طرح کا عمل کرے تواسے تین سزائوں میں سے ایک دینی پڑتی ہے، ۱۔ پہاڑکے اوپرسے زمین کی طرف اس طرح سے پھینکا جائے کہ ہلاک ہوجائے، ۲۔ تلوارسے گردن اڑادی جائے، ۳۔آگ میں اسے جلادیا جائے ابوبکر نے حضرت علی کے کہنے کے مطابق یہی حکم دیااورخالد نے بھی اسی حکم کے مطابق عمل کیاکہ اسے زندہ آگ میں جلادیا گیا۔(کنز العمال ج۳، ص۹۹)

۱۲۔ایک رات کی دلہن کاوضع حمل کرنا:

حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران ایک شخص خلیفہ کے پاس آکر پوچھتاہے کہ یہ بتائیں ایک شخص نے صبح کوایک لڑکی سے شادی کی اسی رات کواس کے یہاں بچہ ہوگیااور اس عورت کے شوہرکے مرتے ہی یہ عورت اور اس کایہ بچہ میت کے وارث قرار پائے ،اس مسئلے کاحل کس طرح سے ہے،ابوبکر اپنی سابقہ روش کے تحت اس مسئلے کے حل کے لئے حضرت علی (ع) کی طرف بھیجتے ہیں ،حضرت علی (ع) نے اس مسئلے کواس طرح سے حل کیاکہ یہ لڑکی شادی سے پہلے اس شخص کی کنیز تھی اوراس شخص نے اس سے ہمبستری کی ہوئی تھی جس سے وہ حمل پہلے ہی ٹھہرچکاتھااس مرد نے اس کنیز کوآزاد کردیااورپھر اس کے وضع حمل والے دن اس سے نکاح کرلیااوراسی شب اس

شخص کاانتقال ہوگیانتیجہ وہ عورت اوریہ پیداہونے والا بچہ میت کے وارث کہلائیں گے۔(بحارالانوارج۴۰،ص۲۲۱.)

۱۳۔خداکارُخ کس طرف ہے:

وفاتِ پیغمبر (ص)کے بعد مسیحی لوگوں کابڑاعالم دین سوافرادکے ہمراہ اسلام کے بارے میں تحقیق کرنے کیلئے مدینہ آیاجب لوگوں نے ابوبکر کابعنوان خلیفہ ٔرسول تعارف کروایاتو اس نے ابوبکر سے ابھی کچھ پوچھناہی چاہاتھاکہ ابوبکر نے اس کارخ حضرت علی (ع)کی طرف موڑدیاکہ جوکچھ پوچھناہے ان سے پوچھو اس نے حضرت علی (ع)سے پوچھاکہ ذرایہ بتائیں کہ خداکارُخ کس طرف ہے حضرت علی (ع)نے کچھ لکڑیاں منگواکرآگ لگوائی اوراس سے کہااب ذراتم مجھے بتاﺅکے اس آگ کارخ کس طرف ہے؟تو اس نے جواب دیاکہ اس کارُخ توکسی ایک طرف نہیںہے،حضرت علی (ع)نے جواب دیاکہ یہ آگ جوخداکی ایک مخلوق ہے اس کاکوئی خاص رُخ نہیں تووہ خداجسے کسی چیز سے بھی مقایسہ نہیں کیاجاسکتااس کے رُخ کو کیونکر معین کیاجاسکتاہے.جیساکہ خداوندعالم ارشاد فرماتاہے(وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَما تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ۔نَّ اللہ وَاسِع عَلِیم)یعنی تمام مشرق ومغرب اللہ اہی کے لئے ہیں جس طرف بھی رُخ کروگے خدااسی طرف ہے بیشک وہ بے نیازاوردanaہے۔(سورۂ بقرہ آیہ۱۱۵)

۱۴۔زوجہ سے بات نہ کرنے کی قسم کھانے کی مشکل کا حل کرنا:

حضرت ابوبکر کی خلافت کے دوران ایک شخص مثلا: نصیر نے آکرابوبکر سے سوال کیاکہ میں نے اپنی زوجہ سے (حین) یعنی ایک زمانہ تک گفتگو نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو اب میراوظیفہ کیاہے اور (حین) یعنی اس زمانے کی مدت کتنی ہے؟ابوبکراس سے کہتے ہیں کہ اب قیامت تک تم اپنی بیوی سے گفتگو نہیں کرسکتے کیونکہ خداوندعالم ارشاد فرماتاہے : (وَلَكُمْ فِي الْحَيَاةِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ) (سورۂ بقرہ آیہ۳۱)

''یعنی تمہارے لئے زمین پر ایک مدت معینہ تک ٹھکاناہے۔''

اس آیت میں (حین) سے مراد قیامت ہے یہ جواب سن کرنصیر مایوسی کے عالم میں اپنایہی سوال حضرت عمر سے جاکر کرتاہے تووہ جواب دیتے ہیں کہ تم چالیس سال تک اپنی بیوی سے بات نہ کرناکیونکہ قرآن میں ارشادہواہے:(هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا) (سورۂ دہرآیہ ۱.)

ترجمہ:''کیاانسان پر طولانی عرصہ ایسانہیں گزراکہ وہ قابل ذکرنہیں تھا''۔

اس آیت میں (حین) سے مرادچالیس سال ہے جوکہ بتارہی ہے کہ آدم مٹی وپانی کے درمیان چالیس سال رہے،نصیر اس جواب سے بھی مطمئن نہ ہوااوریہی سوال حضرت علی (ع) سے آکرپوچھتاہے توحضرت اسے یوں جواب دیتے ہیں کہ اگرتم نے رات میں

قسم کھائی تو صبح تک اوراگر صبح میں قسم کھائی ہے تورات تک اپنی بیوی سے بات نہ کرنااس کے بعد بات کرسکتے ہو کیونکہ قرآن مجیدمیں ارشادہے:(فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ) (سورۂ روم آیہ۱۷) ترجمہ:''پاک ومنزہ ہے اللہ جب بھی تم لوگ شام وصبح کرتے ہو''۔

نصیر حضرت علی (ع)کایہ جواب سن کرخوشی خوشی یہ کہتاہواچلاکہ خدابہترجانتاہے کہ اپنی رسالت کے لیئے کن افراد کواپنی زمین پر نمایندہ بنائے۔(تفسیرابوالفتوح رازی ج۱ص۱۳۸)

۱۵۔یہودی عالم دین کامسلمان ہونا:

رحلتِ پیغمبر (ص)کے بعد خلافت ابوبکرکے دوران ایک یہودی عالم دین آکرابوبکر سے کہتاہے کہ کیاآپ جانشین پیغمبر (ص)ہیں؟ابوبکرنے کہا:ہاں،یہودی عالم نے پوچھا: اچھایہ بتائیں کہ ہم نے اپنی کتاب تورات (جوکہ یہودیوں کی مقدس کتاب ہے اورحضرت موسیٰ پرنازل ہوئی)کوپڑھاہے جس میں ہمیں یوں ملتاہے کہ پیغمبروں کے جانشین اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے زیادہ باخبروعالم ہوتے ہیں لہٰذاآپ مجھے بتائیں کہ خداکہاں ہے؟ کیاآسمانوں میں ہے یازمینوں میں؟

ابوبکر:خداآسمان کی بلندیوں میں ہے،

یہودی عالم:لہٰذازمین خداکے وجودسے خالی ہے،

ابوبکر: تمہاری گفتگو تو ملحد و منکر خدا کی مانند ہے لہٰذا مجھ سے دور ہو جاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا،

یہودی عالم: اسلام کا استہزاء کرتا ہوا چلا کہ یہ ہے اسلام جو صرف بے بنیاد تصورات پر قائم ہے راستہ میں اس کی ملاقات حضرت علی (ع) سے ہوئی، حضرت نے اس سے کہا کہ ہیں نے تمہارے سوال اور جواب کو سنا ہے اب ذرا مجھ سے سنو کہ ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا خالق مکان ہے لہٰذا اس کے لئے کوئی مقام خاص نہیں وہ ہر جگہ و ہر مکان ہیں ہے بغیر اس جگہ و مکان میں سمائے ہوئے بلکہ اس طرح سے کہ وہ ہر جگہ و ہر زمانہ سے آگاہ ہے کوئی بھی چیز اس کی سلطنت سے باہر نہیں ہے مزید اگر ہیں تمہاری ہی کتاب جسے تم لوگ مانتے ہو اس سے جواب دوں تو کیا تم دین اسلام پر ایمان لے آئو گے؟

یہودی عالم: ہاں،

حضرت علی (ع): کیا تمہاری کتب میں یہ نہیں ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ (ع) بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایک فرشتہ ان کے پاس آیا موسیٰ نے اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا خدا کی جانب سے پھر دوسرا فرشتہ مغرب سے آیا موسیٰ نے اس سے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا خدا کی جانب سے ساتویں آسمان سے آرہا ہوں پھر تیسرا فرشتہ آیا موسیٰ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہ خدا کی جانب سے زمین کے ساتویں طبقہ سے آرہا ہوں موسیٰ ان سب کے

جوابات کوسن کر کہتے ہیں(پاک ومنزہ ہے وہ ذات جس کے لئے کوئی مکان خاص نہیں بلکہ وہ ہر جگہ وہر مقام پر ہے) یہودی عالم حضرت علی (ع) کااس طرح کامدلّل جواب سنکر خاموش ہوگیااور فوراً گواہی دی کہ یہ کلام برحق ہے اور بیشک آپ ہی پیغمبر اسلام (ص) کے حقیقی جانشین ہیں اورمیں خداکی وحدانیت اوررسول کی رسالت اورآپ کی خلافت کی گواہی دیتاہوں اس طرح وہ یہودی عالم حضرت علی (ع) کے قانع کنندہ جواب سے مطمئن ہوکر مسلمان ہوگیا۔(ارشاد مفیدج اص ۱۹۲.)

تیسری فصل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرتِ عمر کی خلافت کے دوران شیر خدا کے فیصلے

یہاں پر ہم حضرت علی (ع) کے چندان فیصلوں کوذکر کریں گے جوآپ نے عمرو عثمان ومعاویہ کی خلافتوں وحکومتوں میں کئے کیونکہ یہ بات توتاریخ سے معلوم ہے کہ عمر بن خطاب نے ابوبکر کے بعددس سال چھ ماہ اورعثمان نے بارہ سال اورمعاویہ نے ۱۹سال آٹھ ماہ تک حکومتیں کیں ہیں لہٰذاترتیب وار پہلے ہم خلافت عمرکے دوران جوحضرت علی (ع) نے فیصلے کئے انہیں نقل کریں گے۔

۱۔دیوانی عورت پر حد جاری ہونے سے نجات دلانا: عمر بن خطاب کی خلافت کے دوران کسی شخص نے ایک دیوانی عورت سے زنا کیا اور فرار ہو گیادوعادل افرادنے بھی اس مطلب پر گواہی دی توعمر نے حکم دیاکہ اس عورت پر(حد)جاری کی جائے حکومتی سپاہی جب اس عورت کولے جانے لگے تاکہ اسے سو تازیانہ لگائیں توراستہ ہیں حضرت علی (ع) سے ملاقات ہوئی حضرت نے پوچھااس دیوانی عورت کوجوفلاں قبیلہ کی ہے کہاں لے جارہے ہو؟سپاہیوں نے کہاکسی مردنے اس سے زناکیاہے اوروہ خودتوفرار ہوگیاہے اورکیونکہ دوگواہوں نے اس کے مرتکب زناہونے کی گواہی دی ہے لہٰذاعمرنے کہاہے کہ اس عورت کوتازیانے لگائے جائیں، حضرت علی نے فرمایا:اس عورت کوواپس عمرکے پاس لے جاؤاورکہوکہ کیاتمہیں نہیں معلوم کہ یہ عورت دیوانی ہے اورپیغمبراسلام (ص) کا

ارشادہے: "رُفِعَ الْقَلَمُ عَنِ الْمَجْنُونِ حَتیّٰ یُفِیْقُ"یعنی مجنون افرادسے شرعی ذمہ داری کواُٹھالیاگیاہے ''اس کے ٹھیک ہونے تک جب اس عورت کوعمرکے پاس لوٹایاگیااورحضرت کاپیغام پہنچایاگیاتوعمرسن کرکہتے ہیں: ''خداعلی کابھلاکرے کہ انھوں نے اس حکم کے ذریعہ مجھے ایسی حدجاری کرنے سے باز رکھاکہ اگریہ حدجاری کردیتاتومیں ہلاک ہوجاتاپھرعمراس عورت کوآزادکرتے ہوئے فرماتے ہیں''لَوْلَاعلیّ لَھَلَکَ عُمَرُ''یعنی اگرعلی نہ ہوتے توعمرہلاک ہوجاتا''۔(ارشادمفیدج۱ص۱۹۴)

بعض دیگرروایات میں یوں ملتاہے کہ بعض جگہوں پرحضرت علی (ع)نے عمرکے سامنے پیغمبر کی روایت کواس طرح سے بھی نقل کیاہے''رُفِعَ الْقَلَمُ عن ثلاثة:عَنِ النّٰائِمِ حَتیّٰ یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الصَّغِیْرِ حَتیّٰ یَکْبُرَ وَعَنِ الْمُبْتَلا حَتیّٰ یَعْقِلَ.'' ترجمہ: شرعی ذمہ داری کوسوتے ہوئے انسان سے اس کے بیدارہونے تک اورغیربالغ سے اس کے بالغ ہونے تک اوردیوانہ سے اس کے عاقل ہونے تک کے لئے اُٹھالیاگیاہے۔

۲۔حاملہ عورت کونجات دلانا:ایک حاملہ عورت کوعمربن خطاب کے پاس لایاگیاکہ اس نے زناکیاہے عمرنے حکم دیاکہ اسے سنگسار کیاجائے، وہاں پرموجودحضرت علی (ع)فرماتے ہیں: کہ اگراس عورت نےگناہ کیاہے تواس کے رحم میں موجودبچے کاکیاقصور ہے کیاتم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھاکہ:(وَلاَتَزِرُ وَازِرَة وِزْرَاُخْرَی)''کوئی بھی کسی دوسرے

کابوجھ نہیں اُٹھائے گا'' ایسے موقع پر عمر کہتے ہیں:"لاعِشْتُ لِمُعْضَلَةٍلاَیَکُونُ لَهاَاَبُوالْحَسَنْ"یعنی میں کبھی بھی کسی ایسی مشکل کے وقت زندہ نہ رہوں کہ جسے حل کرنے کے لئے ابوالحسن نہ ہوں'' پھر عمر حضرت علی (ع) سے پوچھتے ہیں کہ آپ بتائیں کہ اب ہیں کیا کروں؟ حضرت علی(ع)فرماتے ہیں :کہ اتنا صبر کروکے اس کے بچے کی ولادت ہوجائے پھر اس پر حد جاری کرنا عمر یہ سنکر خوش ہوئے اوراسی طرح کیا جس طرح حضرت علی (ع) نے رہنمائی کی تھی''۔(مسنداحمدج۱ص۳۲۵)

۳۔ایک عورت کوغلط سزائے موت ملنے سے نجات دلانا: گذشتہ واقعہ کی طرح یہ واقعہ بھی ہے جسے امام حسین (ع) نقل کرتے ہیں کہ عمر کی خلافت کے دوران ایک حاملہ عورت کو عمر کے سامنے لایا گیا عمر نے سختی سے اس عورت سے اس کے حاملہ ہونے کی علت پوچھی توعورت نے بتایا کہ زنا کی وجہ سے وہ حاملہ ہوئی ہے، عمر نے حکم دیا کہ اسے لے جا کر سنگسار کردوراستہ میں ان کی ملاقات حضرت علی (ع) سے ہوئی آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ مسئلہ کیا ہے ؟حاضرین نے کہا یہ عورت فعل زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور عمر نے اسے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے حضرت علی (ع) نے حکم دیا کہ اس عورت کو عمر کے پاس لے جاؤ میں خود بھی وہاں آرہا ہوں حضرت وہاں پہنچ کر عمر سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم نے اس عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیاہے تو انھوں نے کہا ہاں،حضرت نے فرمایا:اس کے رحم میں موجود بچے کا کیا قصور ہے لہٰذا تمہیں حکم

دینے سے پہلے اس مسئلے کی تحقیق کرنی چاہئے تھی اور پھر تم نے اس سے ڈرا دھمکا کر اقرا ر لیا ہے ؟کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا (ص)نے ارشاد فرمایا:''لَاحَدَّ عَلٰی مُعْتَرِفٍ بَعْدَ بَلَايٍ''یعنی سختی تحمل کرکے گناہ کا اقرا ر کرنے والے پر کوئی حد نہیں ہے ،ایسے موقع پر عمر فرماتے ہیں :"عَجِزَتِ النِّسَاءُ اَنْ يَلِدْنَ مِثْلُ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ ،لَولاَ عَلِيّ لَهلَكَ عُمَرُ "یعنی عورتیں علی کا سابچہ پیدا کرنے سے عاجز ہیں اور اگر علی نہ ہوتے تو آج میں ہلاک ہوجاتا۔(مناقب خوارزمی ص۸۰،فرائد السمطین ج ا ص۳۵۰)

۴۔عمر بن خطاب کے بہنوئی پر شراب کی حد جاری کروانا: قدامہ بن مظعون (جو کہ عمر بن خطاب کا بہنوئی تھا)نے عمر کے زمانہ خلافت میں شراب پی اور یہ امر عمر کے لئے بھی ثابت ہو ا عمر نے جب اس پر شراب خوری کی حد(جو کہ ۸۰ تازیانے مارتا تھا) اس پر جاری کرنا چاہی تو قدامہ نے عمر سے کہا کہ آپ کے لئے مجھ پر حد جاری کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے:لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاح فِيمَاطَعِمُوااِذَامَااتَّقَوْاوَآمَنُواوَعَمِلُواالصَّالِحَاتِ) یعنی جو لوگ ایمان لے آئے اور عمل صالح انجام دیتے ہیں ان پر کھائی ہوئی چیز وں کا گناہ نہیں ہے جب وہ خوف خدا رکھتے ہوئے ایمان لے آئیں اور اعمال صالح انجام دیں''۔(سورۂ مائدہ آیہ ۹۳)

عمر نے یہ بات سن کر اس پر حد جاری نہیں کی اور اسے آزاد کردیا جب اس بات کی خبر حضرت علی (ع) کو ہوئی تو انھوں نے عمر کے پاس آکر پوچھا کہ کیوں اس پر حد جاری نہیں کی اور اسے آزاد کر دیا ؟عمر نے کہا کہ اس نے مذکورہ آیت کے ذریعہ استدلال کیا تھا،حضرت علی (ع) نے فرمایا: چاہے قدامہ ہو یااس جیسے دوسرے افراد وہ اس آیت کے مصداق قرار نہیں پا سکتے ہیں کیونکہ آیت کہہ رہی ہے کہ جو ایمان لائیں اور اعمال صالح انجام دیں...''ایسے افراد حرام خدا کو حلال نہیں سمجھ سکتے ہیں اور قدامہ نے حرام خدا کو حلال سمجھ کر پیا ہے لہٰذا وہ سزاء کا مستحق ہے ،عمر نے کہا اب میں کیا کروں؟ حضرت علی نے فرمایا :قدامہ کو واپس بلوایا جائے اور اگر وہ اپنے اس عمل پر توبہ کرے تو صرف شراب خوری کی سزاء (۸۰) کوڑے مارے جائیں)اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو گویا اس نے اسلام کے حکم سے اجتناب کیا لہٰذا وہ اسلام سے نکل گیا ایسی صورت میں اس کی سزاموت ہے عمر اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوئے اور قدامہ کو بلوایا وہ بھی بڑا ہوشیار انسان تھا اس نے آتے ہی اپنے شراب پینے پر توبہ کر لی تاکہ عمر اسے قتل نہ کروادیں مگر ۸۰ کوڑے اسے مارے گئے اس کے شراب خوری کے عمل پر پھر حضرت علی (ع) نے اس حد جاری کرنے کے فلسفہ کو یوں بیان کیا کہ شراب خور جب شراب پیتا ہے تو مست ہو جاتا ہے اور اپنی مستی میں ہذیان بکنے لگتاہے اور کیونکہ ہذیان بکنے لگتاہے لہٰذا گالیاں دینے لگتا ہے۔(ارشاد مفید ج۱ ص۱۹۲)

۵۔خوف و ہراس ایجاد کرنے والے پر دیت کا آنا: حضرت عمر کی خلافت کے دوران کچھ لوگوں نے عمر سے آکر بتلایا کہ فلاں محلّہ کے فلاں گھر میں نامحرم مردوں کا بہت آناجانا ہے اور وہاں رہنے والی عورت بھی حاملہ اور مشکوک ہے ،عمر نے سپاہیوں کو بھیجا کہ اس عورت کو ہمارے پاس حاضر کیا جائے وہ عورت حکومتی کارندوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئی اور راستے میں خوف وہراس کی وجہ سے اس کا حمل بھی سقط ہو گیا اور پھر وہ خود بھی مر گئی جب یہ بات عمر کو پتہ چلی تو انھوں نے چند لوگوں کو جمع کر کے اس سقط شدہ بچہ کی دیت کے بارے میں معلومات کی تو اطرافیوں نے کہا کہ کیونکہ آپ نے نیک نیّتی سے اس عورت کو ادب کروانے کے لئے بلوایا تھا لہٰذا آپ کی گردن پر کوئی دیت نہیں ہے ،حضرت علی (ع) بھی وہاں حاضر تھے مگر کچھ بولے نہیں عمر نے کہا اے ابو الحسن !آپ کی اس سلسلے میں کیا رائے ہے ؟حضرت علی (ع)نے فرمایا:اگر ان لوگوں نے تم سے تقرّب حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا حکم کیا ہے تو انھوں نے خیانت کرتے ہوئے اپنے پاس سے حکم سنایا ہے اصل حکم یہ ہے کہ کیونکہ بچہ ماں میں خوف وہراس پیدا ہونے کی وجہ سے سقط ہوا ہے لہٰذا اس کی دیت ہوگی عمر نے کہا خدا کی قسم اتنے بڑے مجمع میں صرف آپ میرے خیرخواہ ہیں لہٰذا آپ یہاں سے اس وقت تک نہیں جایئے گا جب تک بنی عدی (جو کہ عمر کا قبیلہ تھا) سے اس بچہ کی دیت لے کر اس کے ورثہ تک نہ پہنچا دیں حضرت علی (ع)نے ایسا ہی کیا۔(ارشاد مفید ج۱ص۱۹۵)

۶۔پاکیزہ جوان کو تہمت سے بری کروانا: حضرت عمر کی خلافت کے دور ان صفیہ نامی لڑکی جو ایک پاکیزہ جوان کی عاشق ہوئی تھی مگر وہ اس کی طرف رغبت نہیں کرتا تھا لہٰذا صفیہ نے اسے بد نام کرنے کے ارادے سے انڈے کی سفیدی کو اپنے کپڑے پر لگا کر دربار خلافت میں آکر اس جوان پر تہمت لگا ناچاہی کہ اس نے میرے ساتھ بُرا عمل کیا ہے عمر نے کچھ عورتوں سے تحقیق کرنے کو کہا توانھوں نے بھی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے کہا کہ ہاں اس کے کپڑوں پر منی کے قطرات نمایاں ہیں عمر نے اس جوان کو بلواکر پوچھا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں نے ہر گز ایسا گناہ نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مجھے کئی دفعہ گناہ کی دعوت بھی دی تو میں نے اس سے دوری اختیار کی لہٰذا یہ مجھ پر تہمت لگا رہی ہے ایسے موقع پر پھر عمر حضرت علی (ع)سے مدد طلب کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ اے ابو الحسن ! آپ اس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں: ''حضرت علی (ع)نے حکم دیا کہ اُبلا ہو اپانی منگوا کر اس کے کپڑوں کی اس جگہ پر جہاں سفیدی لگی ہوئی تھی ڈلوا یا جائے اور اسے سونگھا جائے جب ایسا کیا گیا تو پتہ چلا کہ وہ منی نہیں بلکہ انڈے کی سفیدی کے نشانات تھے جو گرم پانی کی وجہ سے پھول کر علیحدہ ہوئے، اس وقت حضرت علی (ع)نے ''صفیہ''کو سخت طریقے سے نہی عن المنکر کیا تو اس نے بھی اپنے جرم کا اعتراف کیا اسطرح وہ پاکیزہ جوان بری ہوا''۔(الغدیر ج۶ ص۱۲۶،الطریق الحکمیہ (ابن قیم)ص۴۷)

۷۔ناچاری میں زنا کی مرتکب ہونے والی خاتون کو آزاد کروانا: حضرت عمر کی خلافت کے دوران ایک عورت کو لایا گیا جو عمل زنا کی مرتکب ہوئی تھی مجبوری کی بنا پر اور اس عورت نے بھی اقرار کیا عمر نے حکم دیا کہ اسے لے جاکر سنگسار کیا جائے کیونکہ وہ شادی شدہ ہے اور زنا کی مرتکب ہوئی ہے حضرت علی (ع) بھی جو اس محفل میں بیٹھے ہوئے تھے عمر سے کہتے ہیں کہ آپ نے اس عورت سے یہ پوچھا کہ وہ اس عمل کی کیوں مرتکب ہوئی ہے ؟عمر نے اس عورت سے اس کے عمل کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ مجبوراً میں اس گناہ کی مرتکب ہوئی ہوں کیونکہ جس شخص نے مجھ سے زنا کیا اور فرار ہو گیا وہ میرا ہم سفر تھا سفر کے دوران میرے پاس کھانا پیناسب ختم ہو چکا تھا اور جان لبوں پر آچکی تھی میں نے کئی دفعہ اس سے پانی کا تقاضا کیا تو اس نے اس عمل گناہ کی مجھے دعوت دی مگر میں راضی نہیں ہوئی جب تین دفعہ ایسا ہوچکا اور نزدیک تھا کہ تشنگی سے میں ہلاک ہو جاتی تو میں نے رضایت دیدی تاکہ چند پانی کے گھونٹ پی کر اپنی جان بچا سکوں''جب اس عورت کا یہ بیان سنا تو حضرت علی (ع)نے بلند آواز سے (اللہ اکبر) کہااور اس آیت کی تلاوت کی (...فَمَنْ اضْطُرَّغَيْرَبَاغٍ وَلاَعَادٍ فَلاَاِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللهَ غَفُور رَحِيم)(سورۂ بقرہ آیہ ۱۷۳)''یعنی جو کوئی مجبور ہو کر بغیر ظلم کئے اور حد سے تجاوز کئے گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بیشک خدا بخشنے والاو مہربان ہے ،یہ سن کر عمر نے اپنے سنگسار کے حکم کو واپس لیا اور اس عورت کو آزاد کر دیا''۔(کنز العمال ج۳ ص۹۶،الغدیر ج٦ ص۱۲۰)

۸۔چھ ماہ میں وضع حمل کرنے والی عورت کو نجات دلوانا: حضرتِ عمر کی خلافت کے دوران ایک عورت کو لایا گیا جس کے یہاں چھ ماہ میں بچے کی ولادت ہوئی تھی، عمر اسے سنگسار کروانا چاہتے تھے کہ حضرت علی (ع) پہنچ گئے جب آپ کو قصہ پتہ چلا تو آپ نے عمر سے کہا کہ اگر یہ عورت اپنے اس عمل پر آپ کے سامنے قرآن سے دلیل لے آئے تو آپ کیا کریں گے؟ کیونکہ قرآن کی رو سے چھ ماہ میں بچہ کی ولادت بالکل شرعی ولادت ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے :(... وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا...) (سورۂ احقاف آیہ ۱۵) یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس ماہ اور دوسری جگہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے : (وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ) (سورہ بقرہ آیہ ۲۳۳) یعنی مائیں دوسال پورے اپنے بچوں کو دودھ پلائیں جو اپنے بچوں کے دودھ پلوانے کے زمانے کو پورا کرنا چاہتا ہے ''لہٰذا ان دونوں آیات کو ملاتے ہوئے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دودھ پلانے کے دوسال یعنی ۲۴ ماہ کو مجموعاً دودھ چھڑانے والے تیس ماہ سے کم کیا جائے تو حمل کا کم از کم چھ ماہ کا زمانہ بچتا ہے جو کہ قرآن کی نگاہ میں حمل کا شرعی زمانہ ہے لہٰذا اس عورت کے چھ ماہ میں وضع حمل ہونا بالکل شرعی ہے اور یہ کوئی گناہ کی مرتکب نہیں ہوئی ہے حضرت علی (ع) کا یہ استدلال سن کر عمر بھی مطمئن ہو گئے اور انھوں نے اس عورت کو آزاد کر دیا ۔(ارشاد مفید ج۱ص۱۹۷)

توضیح: بعض روایات کے مطابق اس عورت کا شوہر شادی کے بعد ہی کسی جنگ کے سفر پر چلا گیا تھاچھ ماہ بعد گھر لوٹ کر جب بیوی کے پاس آیااور بچے کو دیکھا تو اس کا انکار کر بیٹھا تھاکہ یہ میرا بچہ نہیں ہے مگر حضرت علی (ع)کے قرآنی استدلال سے ثابت ہو اکہ وہ اسی کا بچہ تھااس مشکل کے حل ہونے بعد عمر فرماتے ہیں:''لولا علیّ لَھَلَکَ عُمَرُ'' یعنی علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳٦۵)

توضیح : حمل کے چھ ماہ میں مکمل ہونے کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ نطفہ رحم میں قرار پانے کے ۴۰ دن بعد منعقد ہوتا ہے پھر ۴۰ دن گزرنے کے بعد ''علقہ ''یعنی جامد خون میں تبدیل ہوتا ہے پھر ۴۰ دن گزرنے کے بعد ''مضغہ ''یعنی گوشت کے لوتھڑے میں تبدیل ہوتاہے پھر ۴۰ دن گزرنے کے بعد اس کی بدن سازی ہوتی ہے پھر ۲۰ دن کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے اس طرح وہ انسان کامل کی صورت میں تقریباً (۱۸۰)دن یعنی چھ ماہ میں آسکتا ہے اور دودھ پلانے کی مجموعی مدت دو سال یعنی ۲۴ ماہ ہے جو کہ مجموعاً بحکم قرآن ۳۰ماہ مکمل ہوجاتے ہیں ۔(بحار ج۱۰۴ ص٦٦)

۹۔ محراب مسجد میں پڑے ہوئے جنازے کے مسئلہ کا حل: حضرت عمر اپنی خلافت کے دور ان ایک دفعہ جب صبح کی نماز پڑھانے مسجد النبوی پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص محراب مسجد میں گویا سو رہا ہے خادم سے کہا کہ اسے یہاں سے اُٹھا ؤاس نے کافی اُٹھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا کیونکہ وہ ایک جنازہ تھا جس کے سر کو بھی تن سے کاٹا ہوا تھا اس کے

جنازے کو مسجد کے ایک کنارے رکھ کر نماز پڑھائی گئی پھر اس جنازے کے بارے میں تحقیق شروع ہوئی جب لوگ کسی نتیجہ پر نہ پہنچے تو عمر اس مشکل کو حل کروانے کے لئے حلال مشکلات حضرت علی سے مدد طلب کرتے ہیں حضرت علی(ع)نے کہا اس جنازے کو غسل و کفن دے کر دفن کیا جائے اور اس وقت تک صبر کیا جائے جب تک دوبارہ اس محراب میں ایک بچہ نظر آئے (۹) ماہ کے بعد صبح کی نماز کے وقت ایک بچہ وہاں پڑا نظر آیا اس بچہ کو حضرت علی (ع)کے فرمان کے مطابق دایہ کے سپرد کیا گیا اور اس کے اخراجات بیت المال سے ادا کئے جانے لگے اس واقعہ کے (۹)ماہ بعد علی نے اس دایہ کو بلوایااور کہا اس بچے کو لپیٹ کر محراب میں مصلے کے پاس رات میں لٹا آنااور دور سے دیکھتی رہنا کہ جو عورت اس کے قریب آکر اسے پیار کرے اور کہے ارے میرے مظلوم بیٹے اور اے ظالم کے بیٹے! تو اس عورت کو پکڑ کر میرے پاس لانا دایہ نے ایسا ہی کیا اور دیکھا کہ ایک عورت آکر اسے پیار کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے مظلومہ کے بیٹے اور اے ظالم کے بیٹے بالکل تم میرے بیٹے کی مانند ہو جو مر گیا دایہ نے اس عورت کو پکڑتے ہوئے کہا کہ تجھے علی نے بلوایا ہے وہ عورت یہ سن کر مضطرب ہوگئی اور کہنے لگی اگر تم مجھے چھوڑ دوتو میں تمہیں دو بُرد یمانی اور ۳۰۰ درہم اوردوسرے کپڑے بھی دوں گی دایہ اس کے دھوکے میں آگئی اور رشوت لے کر اسے چھوڑ دیا بعد میں جب حضرت علی (ع)نے اس سے پوچھا کہ تم اسے کیوں پکڑ کر نہیں لائیں، تو اس نے بہانہ بناتے ہوئے کہ کہ وہ فرار ہوگئی مگر وہ جاتے ہوئے اس دایہ

سے کہہ گئی تھی کہ اگر عید قربان کے موقع پر تم اس بچے کو یہاں لائیں اور مجھے دکھا یا تو میں وہی انعام اور بڑھا کر دوں گی، حضرت علی (ع) نے دایہ سے کہا کہ اے دشمن خدا تونے اس سے رشوت لے کر ایسا کیا ہے تجھے شرم نہیں آئی اب اگر عید قربان کے موقع پر تو اسے میرے پاس پکڑ کر نہیں لائی تو اچھا نہیں ہوگااب جب عید قربان کے موقع پر وہ عورت بچے سے ملنے آئی تودایہ نے اسے پکڑ کر حضرت علی (ع) کی خدمت میں پیش کر دیا حضرت نے اس عورت سے کہا کہ تم اپنا قصہ خود بیان کروگی یا میں بیان کروں :اس عورت نے اس طرح سے اپنے قصہ کو بیان کرنا شروع کیا کہ میں عامر بن سعد انصاری کی بیٹی ہوں میراباپ رسول خدا (ص)کے ہم رکاب جنگ کرتا ہوا شہید ہوا اور میری ماں کا بھی خلافت ابو بکر کے دوران انتقال ہو گیاتھا میں تنہا بغیر سر پرست کے رہ گئی تھی انصار ومہاجرین کی خواتین مجھے آکر تسلی دیا کرتی تھیں کہ اسی دوران ایک بوڑھی عورت میرے پاس آئی اور مجھے تسلی و تشفی دی اور کہا کہ مجھے تم کو اکیلا گھر میں دیکھا نہیں جاتا اگر چاہو تو میں تمہارے ساتھ آجایا کروں میں راضی ہو گئی وہ بوڑھی بظاہر بڑی مقدس خاتون معلوم ہوتی تھی کہ ایک دن کہنے لگی میری ایک لڑکی ہے میں اسے تمہارے پاس لے آتی ہوں تاکہ تم اس کے ساتھ رہ سکو اور میں بھی اپنی عبادت میں مصروف رہ سکوں میں نے اسے اجازت دیدی پہلے کچھ دن تک تو وہ بوڑھی اپنی بیٹی کو نہ لائی اور کہتی رہی کہ میری لڑکی غیروں سے زیادہ ملنے جلنے کو پسند نہیں کرتی ہے اور تمہارے گھر میں مہاجر و انصار کی خواتین کا زیادہ آنا جانا ہے

میں نے اس سے کہا کہ میں یہ آنا جانا ختم کردوں گی اگر تمہاری بیٹی میرے پاس آکر رہنے لگے مگر وہ اپنی بیٹی کو لائی بھی تو وہ سیاہ چادر میں تھی اس کی صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں گھر میں آنے کے بعد میں نے اس سے کہا کہ اب تو چادر اُتار دو اب جو اس نے چادر اُتاری تو میں نے دیکھا کہ لڑکی کی جگہ ایک جوان ہے جو لڑکیوں کا لباس پہنے ہوئے ہے میں نے اس سے بہت کہا کہ فوراً میرے گھر سے نکل جاؤ تمہیں شرم نہیں آتی کہ میرے ساتھ اس طرح سے دھوکہ کیا وہ بوڑھی تو وہاں سے فوراً ہی چلی گئ تھی مگر وہ مرد جانے کا نام نہ لیتا تھااب جو میں نے خود گھر سے باہر نکلنا چاہا تو اس مرد نے مجھے پکڑ کر زبر دستی مجھ سے زنا کیا اور شراب کے نشہ میں مدہوش گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گیا جب میں تھوڑا سنبھلی تو میں نے قریب رکھے ہوئے خنجر سے اسے قتل کر دیااور اپنی عصمت کو محفوظ رکھنے کی خاطر محراب مسجدمیں اس کے جنازے کو ڈال آئی چند دن بعد میں نے محسوس کیا کہ میں حاملہ ہو چکی ہوں میں نے چاہا کہ حمل ساقط کرادوں مگر یہ سوچ کر کہ جب بچہ پیدا ہو جائے گا تو اسے قتل کر دوں گی مگر جب بچہ پیدا ہوگیا تو بچہ کے قتل کے گناہ سے بچتے ہوئے اسے بھی محراب مسجد میں لا کر رکھ دیا، اے علی !اب آپ ہی میرے بارے میں انصاف سے فیصلہ فرمائیں ،عمر یہ سب باتیں تعجب سے سن رہے تھے اب اس سلسلے میں حضرت علی (ع)کے فیصلے کے منتظر تھے کہ دیکھیں حضرت کیا فیصلہ کرتے ہیں حضرت علی (ع)نے فرمایا:اس مقتول کی کوئی دیت نہیں ہے کیونکہ وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوا تھا اور یہ عورت جو اس

مرد کی قاتل ہے اس پر بھی کوئی دیت نہیں کیونکہ مقتول نے زبر دستی اس سے زنا کیا تھا پھر اس بچے کو اسی عورت کو دیتے ہوئے کہا کہ لے جاؤ اس کی پرورش کرو اور اس بڑھیا کو ڈھونڈ کر میرے پاس لاؤ جب اس بڑھیا کو لایا گیا تو حضرت نے اس بڑھیا سے اس کے اس عمل کے بارے میں پوچھا تو اس نے انکار کیا حضرت نے کہا کہ اگر سچ کہہ رہی ہے تو اس صاحب قبر (یعنی پیغمبر اکرم (ص)) کی قسم کھا اس نے جھوٹی قسم بھی کھالی جس کے نتیجہ میں اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا اور پھر حضرت نے حکم دیا کہ اسے مدینہ سے باہر لے جاکر سنگسار کیا جائے عمر نے بھی اپنے سپاہیوں کو ایسا کرنے کا حکم دیا اور زمانہ گزرتے ہوئے وہ وقت بھی آیا کہ اس مظلومہ عورت کا وہ بچہ بڑا ہو کر جنگ صفین میں حضرت علی (ع)کے ہم رکاب ہو کر شہید ہوا۔(ناسخ التواریخ حضرت علیؑ ج۵ ص۵۸)

۱۰۔دو عورتوں کا ایک بچے کے بارے میں جھگڑے کا فیصلہ : حضرت عمر کی خلافت کے دوران ایک دفعہ دو عورتیں پیش ہوئیں جو کہ ایک بچے کے بارے میں جھگڑ رہی تھیں اور کسی ایک کے پاس بھی کوئی گواہ نہیں تھا حضرت عمر اس مشکل فیصلے کے حل کے لئے حضرت علی (ع)سے مدد مانگتے ہیں پہلے تو حضرت علی (ع)نے ان دونوں عورتوں کو ڈانتے ہوئے کہا کہ بہتر ہے تم دونوں خود سے فیصلہ کر لو اور حقیقت کو بیان کرو جب حضرت نے دیکھا کہ وہ دونوں اپنے اصرار سے باز نہیں آرہی ہیں تو حضرت علی نے آری منگوائی ان دونوں عورتوں نے جو آری دیکھی تو ایک عورت نے بڑھ کر پوچھا یا

علی یہ آپ نے آری کیوں منگوائی ہے تو حضرت نے جواب دیا کہ اس بچے کے دو حصے کروں گا اور ایک ایک حصہ تم لوگوں کے حوالے کر دوں گا یہ سن کر ایک عورت خاموش ہی رہی مگر اس دوسری عورت نے کہا: ''خدا کی قسم اگر آپ ایسا ہی کرنا چاہتے ہیں تو یہ نہ کریں میں نے اپنے حق سے در گزر کیا اور اس بچے کو اسی عورت کو دیدیں تو حضرت علی (ع) نے صدائے ''اللہ اکبر'' بلند کرتے ہوئے کہا کہ بیشک یہ بچہ تمہارا ہی ہے اس خاموش رہنے والی عورت کا نہیں ہے ایسے وقت میں اس عورت نے بھی اپنے جھوٹے ادّعا کا اعتراف کیا اور کہا کہ حقیقت میں یہ بچہ میرا نہیں ہے جب اس حقیقی ماں کواپنا بیٹا ملا تو حضرت علی (ع) کے حق میں دعا کرتی ہوئی چلی ادھر حضرت عمر نے بھی اپنی اس مشکل کے حل ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا۔(رشاد مفید ج۱ص۱۹۶)

١١۔بچے اور اس کی وراثت کی شناخت: حضرت عمر کی خلافت کے دوران ایک جوان آکر عمر کے پاس اپنے باپ کی وراثت کے مسئلے کو پیش کرتا ہے کہ میرے بچپنے میں میرے باپ کا انتقال ہو گیا تھا اور میرے چچا نے میرے باپ کی پوری میراث پر قبضہ کر لیا ہے اور اب میرا حصہ مجھے نہیں دے رہا ہے عمر نے اس جوان کے چچا کو بلواکر بہت سمجھا یا کہ اس کے باپ کی میراث اسے دیدو مگر اس نے تو اس بچے کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے مردہ بھائی کا بچہ ہی نہیں ہے اب عمر کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ کیا کریں حضرت علی (ع) سے اس سلسلے میں مدد طلب کی حضرت علی نے فرمایا:آج ایسی قضاوت کروں گا جیسی قضاوت خداوند عالم ساتویں آسمان پر کر چکا ہے

اور پوری زمین پر سوائے میرے کسی نے ایسی قضاوت نہ کی ہوگی پھر لوگوں سے کہا کہ اس کے باپ کی قبر کھود کر اس کی کوئی ہڈی نکال کر لاؤ،جب ہڈی لائی گئ تو حضرت نے اس ہڈی کو پہلے دوسروں کو سونگھوایا پھر میت کے بیٹے کو سونگھوایا اور کسی کو تو کچھ نہ ہوا میت کے بیٹے کے باپ کی ہڈی سونگھتے ہی ناکوں سے خون جاری ہو گیا حضرت علی (ع)نے کہا یہ جوان اسی میت کا بیٹا ہے لہٰذا اس کا ارث اسے دیدیا جائے آخر کار اس کے چچا نے مجبور ہو کر اپنے بھائی کی میراث اپنے بھتیجے کو دیدی اس مشکل کے حل ہونے پر حضرت عمر نے بھی خدا کا شکر اداکیا۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۵۹،بحار ۱۰۴ ص۳۰۰)

۱۲۔دوسر دو پیر اور چار ہاتھ والے انسان کا فیصلہ: حضرت عمر کی خلافت کے دوران ایک ایسا انسان ان کے سامنے لایا گیا جس کے دو سر ،دو پیر ،دو پیٹ،،چار ہاتھ تھے عمر نے اس سے پہلے اس طرح کی مخلوق دیکھی نہیں تھی کہ جس کے اوپر کا حصہ دوافراد کی نشاندھی کررہا تھا مگر نیچے کا حصہ ایک ہی فرد پر دلالت کر رہا تھا اس انسان کا باپ مر چکا تھا اور اس کی میراث میں جھگڑا چل رہا تھا بعض کہہ رہے تھے کہ یہ ایک شخص ہے اور بعض کہہ رہے تھے کہ یہ دو افراد ہیں لہٰذا ان کی میراث کا مسئلہ عمر کے سامنے پیش ہواتو عمر جواب نہ دے سکے اور کہنے لگے :"اَعْرِضُوا عَلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِى طَالِبٍ وَاطْلُبُوا الْحُكْمَ مِنْهُ"یعنی اس مسئلے کو علی کے سامنے پیش کرو اور ان سے اس سلسلے میں فیصلہ طلب

کرو اس شخص کے رشتہ دار اسے حضرت علی (ع)کے پاس فیصلے کے لئے لائے تو حضرت نے یوں فیصلہ سنایا:کہ جب یہ سوئے تو کوئی اسے آواز دے کر دیکھے کہ اس کا ایک سر بیدا ر ہوتا ہے یا دونوں سر بیدار ہوتے ہیں اگر ایک سر بیدار ہوتاہے اور دوسرا سوتا رہتا ہے تو یہ دوافراد ہیں اور اگر دونوں سر ایک ساتھ بیدا ر ہوتے ہیں تو گویا یہ ایک ہی شخص ہے ان لوگوں نے اسی طرح اس شخص کو آزماکر اس کی میراث اسے دیدی جب فیصلے کی خبر عمر کو ہوئی تو انھوں نے کہا:"لا اَبْقَانِيَ اللّٰهُ بَعْدَکَ یا ابا الحسن" یعنی اے ابوالحسن ! خدا وہ وقت نہ لائے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں۔(بحار ج۱۰۴ ص ۳۵۸)

۱۳۔دو اور تین طلاقوں کا فیصلہ:ایک شخص عمر کے پاس آ کر کہتا ہے کہ جب میں مشرک تھا تو میں نے ایک بار اپنی بیوی کو طلاق دی تھی اور اب جب سے مسلمان ہوا ہوں اسے دوبار طلاق دے چکا ہوں تو آپ یہ بتائیں کہ یہ مجموعاً دو ہی طلاقیں شمار ہوں گی یا تین طلاقیں؟عمر جواب نہ دے سکے اور اس شخص سے کہا کہ تھوڑا صبر کرو کے علی آنے والے ہیں ان سے اپنا مسئلہ پوچھنا حضرت علی جب آئے تو انھوں نے یوں فیصلہ سنایا کہ اسلام اپنے سے پہلے کے احکام کو باطل قرار دیتا ہے لہٰذا تمہاری طلاقیں دوہی حساب ہوں گی اور تم دوبارہ بغیر حلالہ کے اپنی زوجہ سے عقد کرسکتے ہو۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۷۵،بحار ج۱۰۴ س۳۶۶)

۱۴۔وراثت کے لئے حقیقی اولاد کی پہچان کروانا: خلافت عمر کے زمانے میں ایک بیوہ عورت کو اور اس کے ساتھ ایک بچے کو لایا گیاعورت کا ادعیٰ تھا کہ وہ اسی کا بچہ ہے کیونکہ ایک بوڑھے شخص نے اس سے عقد کیا تھا اور وہ ہمبستری کرنے کے بعد ہی فوت ہو گیا تھا لہٰذا یہ اسی سے ٹھہرے ہوئے حمل کا بچہ ہے مگر اس عورت کے دوسرے بچوں نے اسے اپنے بھائی کے عنوان سے قبول نہیں کیا بلکہ اپنی ماں پر تہمت لگاتے ہوئے کہا کہ یہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے لہٰذا یہ ہمارے باپ کے ارث سے محروم ہے یہ ساری باتیں سن کر عمر نے اس عورت کو زنا کے جرم میں سنگسار کرنے کا حکم دیا جب اس عورت کو لے جانے لگے تو راستے میں اس کی نگاہ حضرت علی (ع)پر پڑی اس نے حضرت سے اپنی فریاد کو پہنچنے کی گزارش کی کہ میں بے گناہ ہوں مجھے نجات دلایئے، حضرت علی (ع)نے اس عورت کو اور اس کے بچے کو بھی بلوایااور اس عورت کے دیگر بچوں کو بھی بلوایا اس بچے اور دوسرے بچوں سے کہا کہ تم لوگ کھیلو بچے کھیلنے لگے جب بچے کھیل میں خوب مصروف ہو گئے تو حضرت نے سب بچوں سے اچانک کہا کہ تم سب ایک ساتھ زمین پر بیٹھ جاؤ اور پھر سب کو یکجا اُٹھنے کو کہا بیٹھنے کے بعد بقیہ بچے تو یکسان اُٹھ گئے مگر عورت کے اس آخری بچے کو اُٹھنے میں زحمت ہوئی حضرت نے اس بچے کو بلواکر اس کے باپ کے مال سے اسے وراثت دلوائی اور اس کے دوسرے جھوٹے بھائیوں پر جھوٹ اور ماں پر تہمت لگانے کے نتیجہ میں حد جاری کی ،عمر جو اس واقعہ

کو دیکھ رہے تھے تعجب سے پوچھتے ہیں کہ اے علی ! آپ نے یہ کیسے سمجھا کہ یہ بچہ اسی بوڑھے کا بیٹا ہے؟حضرت علی نے جواب دیا: کہ اس بچے کا زمین سے زحمت کے ساتھ اُٹھنا بتا رہا ہے کہ یہ اسی کا بیٹا ہے جسے بوڑھے باپ کی کمزوری و ناتوانی ارث میں ملی ہے ۔(فروع کافی ج۷ ص۴۲۴، تہذیب الاحکام شیخ طوسی ج٦ ص۳۰٦.)

۱۵۔امانت دار عورت کی نجات: زاد ان نقل کرتے ہیں کہ خلافت عمر کے زمانے میں صخرہ وہبیرہ نامی دو مردوں نے ام سالم نامی عورت کے پاس اپنی امانتیں رکھوائیں اس شرط کے ساتھ کہ جب ہم دونوں ایک ساتھ آئیں تو آپ ہماری امانتیں لوٹانااور ایک ایک کر کے آئیں تو نہیں لوٹانااس عورت نے شرط قبول کرتے ہوئے امانت رکھ لی ایک سال کے بعد ان دونوں مردوں میں سے ایک آ کر کے کہتا ہے کہ ہماری امانت مجھے دیدو میرے دوسرے دوست کا انتقال ہو چکا ہے عورت نے سابقہ شرط کے تحت امانت دینے سے انکار کیا اس مرد نے زیادہ اصرار کیا آخر کار عورت نے مجبور ہو کر امانتیں لوٹا دیں ایک سال کے بعد دوسرا شخص آ کر کے کہتا ہے کہ میری امانت واپس کروعورت نے اس کے دوسرے دوست کا ماجرہ بیان کیا مگر یہ نہیں مانا جھگڑا دربار خلافت میں پہنچا عمر نے دونوں کی باتیں سن کر عورت کوضامن ٹھہرایا عورت نے درخواست کی کہ اجازت دیں میرے اس مسئلے کو حضرت علی (ع) حل کریں عمر نے اجازت دیدی اس عورت نے حضرت کے سامنے پورا واقعہ تفصیلی طور پر بیان کیا حضرت نے واقعہ سن کر اس مرد سے کہا کہ تمہاری امانت میں خود اداکروں گا اس

شرط کے ساتھ کہ تم اپنے اس دوست کو تلاش کر کے لاؤ کیونکہ تم دونوں کی ایک شرط یہی تھی کہ دونوں کے یکجا آنے پر امانت لوٹائی جائے مگر وہ شخص اور اس کا دوست جو پہلے سے سازش کے تحت اس عورت سے زبردستی اس کا مال نکلوانے کا ارادہ رکھتے تھے وہ شخص دوسرے دوست کو نہ لایا اور اپنی حرکت پر نادم و شرمندہ ہوا (فروع کافی ج ۷ ص ۴۲۸)

یہ خبر عمر تک پہنچی تو انھوں نے کہا:"لا اَبْقَانِیَ اللّٰہُ بَعْدَک یَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِی طَالِبٍ "یعنی اے علی ! مجھے اللہ آپ کے بعد زندہ نہ رکھے۔(لغدیر ج ٦ ص ۱۲٦)

١٦۔ایرانیوں کے ساتھ جنگ کے سلسلے میں اہم قضاوت: خلافت عمر بن خطاب کے زمانے میں تاریخ اسلام کا جو سب سے بڑا واقعہ پیش آیا وہ ایران کا مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونا تھا جس کی وجہ سے پورے ایران پر پرچم اسلام لہرانے لگا کیونکہ اس زمانے میں پوری دنیاوی طاقتوں میں صرف دوہی طاقتیں مشہور تھیں ایک ایران اور دوسرا روم ،روم کئی دفعہ ایران کے ساتھ جنگوں میں شکست کھا چکا تھااس عظیم واقعہ میں حضرت علی (ع)کی وہ عظیم قضاوت تھی جسے ہمارے بہت بڑے عالم دین شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ ھ ق) یوں نقل کرتے ہیں۔

اسلام کے بڑے حوادث میں سے ایک حادثہ ایرانی غیر مسلمان حکومت پر اسلام کی فتح اور اس میں حضرت علی (ع) کی قضاوت اور مسلمانوں کی عظیم کامیابی ہے جو خلافت عمر کے زمانے میں پیش آیا کیونکہ اس موقع پر عمر بہت سخت مشکل میں گرفتار ہونے کی

وجہ سے کافی وحشت واضطراب میں پڑ چکے تھے جسے حضرت علی (ع) نے اپنی اہم قضاوت کے ذریعے دور کیا اور اسلام و مسلمین کو یہ عظیم کامیابی حاصل ہوئی۔(ارشاد مفیدج۱ ص۱۹۸)

اب ہم آپ کے سامنے اس عظیم تاریخی واقعہ کے خلاصہ کو دو کتابوں یعنی اخبار الطوال (دینوری)اور ارشاد (شیخ مفید)سے یوں نقل کرتے ہیں۔

جب اسلامی سپاہی ایران کی سر زمین پر پہنچے تو ایران کے مختلف شہروں کے سرداروں نے ایک دوسرے کو خط لکھے اور اسلامی فوج کے مقابل میں متحد ہوکر لڑنے کا پروگرام بنا یااور یوں سب کو خط لکھے گئے کہ ''عربوں کے درمیان ایک مرد پیغمبر کے عنوان سے بادشاہی کر تا تھا اور وہ ایک نیا دین اور کتاب لایاتھا جس کی تعلیم لوگوں کودیا کرتا تھاجواب ان لوگوں کے درمیان سے جا چکا ہے اور اس کے بعد ابوبکر نامی شخص اس کی جگہ بیٹھا اور اب اس کے مرنے کے بعد عمر بن خطاب نامی شخص ان پر حاکم ہے جو اب ہمارے ملک ایران پر حملہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا ہم سب مل کر ان کا مقابلہ کریں تاکہ اسلامی سپاہیوں کا راستہ روک سکیں۔(ارشاد مفید ج۱ ص۹۸)

اور مشہور ومعروف مورّخ ابو حنیفہ دینوری لکھتے ہیں کہ عمار یاسر نے اس موضوع کو عمر کے لئے لکھا عمر اس خط کو لئے مسجد النبی کے منبر پر آکر خط کے مطالب کو لوگوں کے سامنے ذکر کرتے ہیں کہ ''یہ خط عمار یاسر کا ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے کہ

ایران کے تمام شہروں کے سردار اپنے بادشاہ کے پاس جمع ہوئے تاکہ تمہارے مسلمان بھائیوں کو کوفہ وبصرہ سے نکال باہر کریں اور اس طرح تمہاری سر زمین پر تم سے جنگ کریں لہٰذا اس سلسلے میں اب آپ لوگوں کی کیا رائ ہے طلحہ بن عبد اللہ اُٹھ کر عمر سے کہتے ہیں جو آپ کا حکم ہو ہم اطاعت کریں گے پھر عثمان بن عفان بھی اُٹھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ شام ، یمن اور بصرہ کے لوگوں کو لکھیں کہ وہ وہاں سے نکلیں اور ہم لوگ یہاں مدینہ سے نکلیں اور کوفہ پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیں گے تو ہماری تعداد زیادہ ہو جائے گی عمر نے عثمان بن عفان کی بات سننے کے بعد حضرت علی (ع)سے کہا اے ابو الحسن ! آپ کی کیا رائے ہے حضرت علی (ع)نے فرمایا:اگر تم شام کے پورے لشکر کو لے کر نکلے تو روم والے موقع پا کر ان کی سر زمین پر حملہ کردیں گے اور اگر یمن والوں کو لے کر نکلے تو حبشہ والے ان کی سر زمین پر حملہ کردیں گے اور اگر خود وہاں مدینہ سے پورا لشکر لے کر نکلے تو کام اتنا سخت ہو جائے گا کہ آگے والے دشمنوں سے زیادہ پیچھے کے دشمنوں کا خوف مار ڈالے گا اور جب ایرانی بھی تمہیں اس عالم میں دیکھیں گے تو تمہارے ساتھ سخت جنگ کریں گے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو دشمن کی طرف سے بہت بڑی شکست کا سامنا ہو سکتا ہے لہٰذا میرا مشورہ ہے کہ شام والوں سے کہو کہ دو سوم اپنے شہروں میں رہیں اور ایک سوم نکلیں اسی طرح عمان اور دوسرے علاقہ والے بھی کریں،عمر کو حضرت علی (ع)کا یہ فیصلہ پسند آیا اور اسی کا حکم جاری کردیا اس طرح حضرت علی

(ع)کے مدبّرانہ فیصلے کا فائدہ ایران پر لشکر اسلام کی فتح یابی اور پورے ایران پر پرچم اسلام کے لہرانے کا سبب بنا۔(خبار الطوال دینوری ص١٦٨،ارشاد مفید ج١ ص٢٠١ ، نہج البلاغہ خ١٤٦ ص١٤٦)

١٧۔بے گناہ جوان کی نجات: خلافت عمر کے دوران ایک بے گناہ جوان جس کا نام سعید تھا اس نے اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لئے اور شہوت کو ختم کرنے کے لئے اپنے بیضتین کو نکلوادیا تھا جس کی کسی اور کواطلاع نہیں تھی،سعید محنت ومشقت کر کے حلال روزی کماتا اور عزت کی زندگی بسر کرتا تھا اس کی شرافت اور پاکیزگی کو دیکھتے ہوئے خود عمر کئی دفعہ اس کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ اگر تیری کوئی حاجت ہو تو اسے وہ حل کریں مگر اس نے یہی جواب دے کر ٹال دیا کہ میری حاجت خالق سے ہے نہ مخلوق سے ،حج کا موسم آیا سعید نے بھی حج کے لئے مکہ جانے کا ارادہ کیااور ایک کاروان کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوا روانہ ہونے سے پہلے اس نے اپنی امانتیں عمر کے پاس لے جا کر رکھوائیں عمر نے بھی خوشی خوشی اس کی امانتیں رکھیں اور خود عمر نے اور دوسرے افراد نے اسے خداحافظ کیااس کاروان میں ایک عورت سعید کی عاشق ہوئی ''زلیخا''کی مانند اس نے سعید سے اپنی خواہش پوری کروانے پر اصرار کیا مگر سعید نہ مانا بلکہ سعید خود اس عورت کو نصیحت کرتااور اپنے لئے خدا سے مدد طلب کرتا نتیجتاً اس عورت نے سعید سے اپنی خواہش کے حصول سے نااُمید ہوتے ہوئے دھمکی دی کہ اگر اس نے اس کی خواہش کو پورا نہ کیا تو اسے خاص و عام میں بدنام کردے گی

سعید کیونکہ خدا سے لو لگائے ہوئے تھا اس کی دھمکی کی پروا کئے بغیر عبادت خدا میں مشغول رہااس عورت نے اپنے ۵۰۰ درہم پیسوں کی تھیلی کو دھوکہ سے سعید کے سامان میں چھپادیااور کاروان والوں کے سامنے گریہ و زاری کرتے ہوئے کہنے لگی میں ایک غریب عورت ہوں میری پوری جمع پونجی ایک تھیلی میں ۵۰۰ درہم کی صورت میں میرے ہمراہ تھی جو کسی نے چوری کر لی ہے سالارِ کاروان نے سب کا سامان چیک کروایا سعید پر کیونکہ کسی کو شک بھی نہیں تھا لہٰذا اس کے سامان کو کسی نے بھی ہاتھ تک نہ لگایا مگر عورت کا اصرار بڑھنے پر کہ اس جوان کے سامان کو بھی تو چیک کیا جائے اب جو سعید کے سامان کو چیک کیا گیا تو اس کی خود سے رکھی ہوئی تھیلی بر آمد ہوئی اب توعورت نے اس کے چور چور ہونے کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا لوگوں نے بھی بغیر سوچے سمجھے سعید کو مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور اسے زنجیروں میں جکڑ دیا سعید جتنا بھی انکار کرتا کوئی بھی اس کی بات پر اعتبار نہیں کرتا مکہ پہنچ کر اس کی زنجیروں کو کھولا گیا تاکہ مراسم حج کو انجام دے سکے اور پھر سے اسے جکڑ دیا گیا کہ اسی حالت میں اسے مدینہ عمر کے پاس لے جائیں اتفاقاً اس عورت کی وہ تھیلی راستہ میں حقیقتاً گم ہوئی اس نے کافی تلاش کیا مگر نہ ملی ہلاکت کے خوف سے اس نے راستہ میں ایک چرواہے سے مدد مانگی اس نے اس سے لذت حاصل کرنے کی شرط کے ساتھ مدد کرنے کو کہا وہ عورت تیار ہوگئی اس زنا کے نتیجہ میں وہ عورت حاملہ ہوگئی تو اس نے اس حمل کے گناہ کو بھی سعید کی بدنامی میں اضافہ کرنے کے لئے اس کی

گردن پر ڈال دیا کہ میں سو رہی تھی کہ اس نے آکر مجھ سے مقاربت کر لی جس سے میں حاملہ ہوگئ جب یہ کاروان مدینہ پہنچا تو مدینہ کے لوگ سعید کے استقبال کے لئے پہنچے مگر قافلے والوں نے سعید کی بدنامیوں کاذکر کیا توسب سعید کو بُرا بھلا کہنے لگے عمر کے سامنے فیصلہ رکھا سب مسجد النبی میں جمع ہو گئے ابھی سب عمر کے حکم کرنے کے منتظر تھے کہ حضرت علی (ع) مسجد میں داخل ہوئے اور کہا خبردار جو اس جوان پر چوری یا زنا کا الزام لگا کر سزا دی عمر اپنی جگہ سے اُٹھے اور حضرت علی (ع) سے بیٹھنے اور فیصلہ کرنے کی درخواست کی حضرت علی (ع) نے عورت کو قریب بلوانے کے بعد اس کی بات کو سن کر کہا اے ملعونہ ! تجھے شرم نہیں آئی کہ اس بے گناہ جوان پر پہلے چوری کا الزام لگایااور پھر زنا کا الزام لگایااور پھر حضرت علی (ع) نے عمر کو خطاب کر کے کہا کہ سعید بالکل بے گناہ ہے جس کی دلیل اس کے بیضتین کا نہ ہونا ہے تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ ایسا ہی ہے تو لوگوں میں صدائے تکبیر بلند ہوئی اور حضرت علی نے پورے واقعہ کو لوگوں کے سامنے تفصیلاً بیان کیااور اس عورت کو بچے کے وضع حمل کے بعد سنگسار کروا کر اس کے جنازے کو یہودیوں کے قبر ستان میں دفنا دیا گیا اس طرح سے سعید کی بے گناہی ثابت ہوئی اور وہ عورت رُسواو ہلاک ہوئی اور تمام لوگوں اور عمر نے بھی سعید سے معذرت خواہیاں کیں اس موقع پر تین مرتبہ عمر نے اس جملہ ''لَولَا عَلِیّ لَهَلَكَ عُمَرُ'' کا اقرار کیا۔ (روضۃ الواعظین (نیشاپوری) ص٦ ،بحار ج ۴۰ ص ۲۷۰)

۱۸۔حاسد عورت سے یتیم لڑکی کی رہائی: خلافت عمر کے زمانے میں ایک تاجر جس کی کوئی اولاد نہ تھی اس نے ایک یتیم بچی کو اپنی سرپرستی میں لیا کہ وہ اور اس کی زوجہ مل کر اس کو اپنی بیٹی کے عنوان سے پرورش کریں دونوں بچی کی تربیت کرتے رہے ہلکے ہلکے وہ بچی جوان ہو گئی اسی دوران اس تاجر کو ایک طولانی سفر تجارت پیش آیا اس کی غیر موجود گی میں اس کی بیوی نے یہ سوچتے ہوئے کہ یہ یتیم لڑکی بڑی ہو چکی ہے اور خوبصورت بھی ہے کہیں شوہر سفر سے واپسی پر اس کا عاشق ہو کر اس سے شادی نہ کر لے لہٰذا کسی طرح سے شوہر کے آنے سے پہلے کوئی کام کیا جائے کہ جس سے شوہر کے دل میں اس لڑکی سے نفرت ہوجائے اور وہ اسے گھر سے باہر نکال دے اس حسد کے سبب اس نے بد ترین عمل کو انجام دیا وہ یہ کہ بعض شریر پڑوسی خواتین کے ذریعہ پہلے اس لڑکی کو نشہ آور چیز پلاکر مست کیا پھر انگلیوں سے اس کی بکارت ضائع کردی جب تاجر سفر سے لوٹا اور لڑکی کا حال معلوم کیا تو اس کی بیوی نے کہا یہ لڑکی تو تمہاری عدم موجودگی میں زنا کی مرتکب ہوگئی ہے جس پر بعض ہمسایہ خواتین بھی گواہ ہیں نتیجتاً تاجر اور اس کی بیوی عمر کے پاس فیصلے کے لئے آئے ،عمر کی کچھ سمجھ میں نہ آیا مجبوراً حضرت علی (ع)کا سہارا لیتے ہوئے بولے اے علی ! آپ ہی اس مسئلے کو حل کریں حضرت علی (ع)نے تاجر کی بیوی کا ادّعیٰ سنا اور پوچھا اس پر تمہارے پاس کوئی دلیل بھی ہے اس نے بعض ہمسائے کی خواتین کو گواہی کے طور پر پیش بھی کردیا انھوں نے بھی اس کی حمایت میں گواہی دیدی مگر حضرت علی (ع) قانع نہیں ہوئے

کیونکہ جانتے تھے کہ حقیقت کچھ اور ہے آپ نے شمشیر کو غلاف سے باہر نکالتے ہوئے حکم دیا کہ ان خواتین کو علیحدہ علیحدہ میرے پاس بھیجا جائے آپ ان گواہ خواتین کو اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہتے کہ تمہیں معلوم ہے میں کون ہوں میں علی ابن ابی طالب ہوں اور یہ میری شمشیر ہے اس تاجر کی بیوی کا اصل واقعہ مجھے پتہ ہے اور میں نے اسے امان دیدی ہے اب تم سے بھی پوچھتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے اگر سچ سچ نہ بتایا تو اسی شمشیر سے تم لوگوں کو تنبیہ کروں گا ان ہمسائے کی خواتین نے یہ سمجھتے ہوئے کہ تاجر کی بیوی نے اصل واقعہ کا اقرار کر لیا ہے اسی لئے حضرت نے شاید اسے امان دیدی ہے ہر ایک نے کہا کہ اگر ہم بھی سچ سچ بات بتائیں تو کیا ہمیں بھی جان کی امان ہے َحضرت علی (ع)نے فرمایا:ہاں تب ہر ایک نے لڑکی کی پاکیزگی اور تاجر کی بیوی کے حسد کے نتیجہ میں اس عمل کے انجام پانے اور اس لڑکی پر تہمت زنا لگانے کا اقرار کیا پھر حضرت نے یوں فیصلہ کیا کہ اس تاجر کی بیوی کے اس لڑکی پر تہمت زنا لگانے کے سبب ۸۰ کوڑے لگانے کا حکم دیااور جھوٹی گواہی دینے والی خواتین پر اس لڑکی کی بکارت ضائع کرنے کی دیت کا ضامن قرار دیا جو کہ ہر ایک کے ذمہ ۴۰۰ درہم خسارت آئی پھر تاجر سے کہا کہ تم اپنی اس بیوی کو طلاق دے کر اس لڑکی سے ازدواج کرلو اور خود آپ نے اس لڑکی کے مہر کو بیت المال سے دلوایااس طرح وہ حاسد عورت اور جھوٹی گواہی دینے والی خواتین اپنی سزاؤں کو پہنچیں پھر حضرت نے اللہ اکبر کہتے ہوئے کہا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے دانیال نبی کے بعد اس طرح سے گواہوں

سے علیحدہ علیحدہ تحقیق کر کے حقیقت کے تحت اس طرح کا فیصلہ کیا عمر پوچھتے ہیں
دانیال نبی کی داستان کیا ہے؟ حضرت نے بیان کرنا شروع کیا کہ بنی اسرائیل میں ایک
شاہ تھا جس کے دو قاضی تھے اور اس کا ایک صالح دوست بھی تھا جسے بادشاہ نے کسی
کام سے شہر سے باہر بھیجا اور مرد صالح کی زوجہ بہت خوبصورت تھی اس نے جاتے
وقت دونوں قاضیوں کو اپنے گھر کی حفاظت کا ذمہ دیا وہ دونوں اس کے گھر کا خیال
رکھتے یہاں تک کہ وہ دونوں قاضی اس کی عورت کے گرویدہ ہو گئے اور علیحدہ علیحدہ
اپنے اپنے ناجائز مطالب کو اس کے سامنے پیش کیا مگر مرد صالح کی زوجہ ہر گز تیار
نہیں ہوئی نتیجتاً دونوں قاضیوں نے اسے رُسوا کرنے کی دھمکی دی مگر اس عورت نے
استقامت کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہ دیادونوں قاضیوں نے بادشاہ کے دربار میں
جا کر اس عورت کے زنا کے مرتکب ہونے کا الزام لگایا بادشاہ بڑا ناراض ہوا اپنے وزیر
کو بلو اکر مشورہ کرتاہے تو وزیر کہتا ہے ذرا مجھے سوچنے کا موقع دیں دوسرے دن وہ
وزیر دانیال نبی سے اس مسئلے کا حل پوچھ کر اور سمجھ کر آتا ہے اور بادشاہ سے کہتا ہے
کہ ان دونوں قاضیوں سے علیحدہ علیحدہ اس عورت کے فعل زنا کے مرتکب ہونے کے
زمانے و کیفیت کے بارے میں پوچھا جائے جب پوچھا گیا تو دونوں نے بالکل مختلف
صورت حال بتائی جس سے بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ یہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں اور
انھوں نے اپنے اپنے مقاصد کو اس عورت سے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اس پر

تہمت لگائی ہے لہٰذا اس بادشاہ نے ان دونوں قاضیوں کے قتل کا حکم سنادیا۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۷۲، من لایحضرہ الفقیہ ج۳ ص۲۰ فروع کافی ج۷ ص۴۲۵)

۱۹۔ایک کے مرنے سے دوسرے کی بیوی کا اس پر حرام ہو جانا: عقبۃ ابن ابی عقبہ نامی صحابی کا خلافت عمر کے دوران جب مدینہ میں انتقال ہوا تو سب لوگ اس کے جنازے میں حاضر تھے جس میں حضرت علی (ع) بھی شامل تھے جنازے میں شریک ایک شخص سے حضرت علی (ع) نے کہا کہ عقبہ کے مرنے سے تمہاری بیوی تم پر حرام ہو گئی ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرناقریب کھڑے ہوئے عمر تعجب سے دیکھتے ہوئے کہتے ہیں اے ابو الحسن !ایک تو ویسے ہی آپ کے فیصلے تعجب آور ہوتے ہیں اور یہ فیصلہ تو کچھ زیادہ ہی عجیب و غریب ہے کہ انتقال کسی کا ہوا ہے اور بیوی دوسرے کی اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ذرا اس کی وجہ بتائیں ؟حضرت علی (ع)نے بیان کیا کہ یہ مرد عقبہ کا غلام ہے اور آزاد زوجہ سے اس نے شادی کی ہے اور یہ آزاد عورت عقبہ کے بعض اموال کی وارث قرا ر پائی ہے اور اس بعض مال میں یہ غلام بھی ہے اس طرح یہ آزاد بیوی کا غلام قرار پایااور آزاد عورت غلام سے عقد نہیں کر سکتی مگر یہ کہ اس کی آزاد زوجہ اسے آزاد کرکے دوبارہ سے اس سے عقد کر لے تو مسئلہ حل ہو جائے گا ،عمر کہتے ہیں بے شک اس طرح کے مشکل و پیچیدہ مسائل تو آپ ہی حل کر سکتے ہیں۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ص۳۶۰)

۲۰۔ سنگساری کی جگہ حد کا جاری کرنا: عمر کے زمانے میں شادی شدہ عورت کو لایا گیا کہ جو ایک نابالغ بچے سے زنا کی مرتکب ہوئی تھی ،عمر نے حکم دیا کہ کیونکہ یہ شادی شدہ عورت ہے اور زنا کیا ہے لہٰذا اسے سنگسار کیا جائے حضرت علی (ع) نے اس حکم سے عمر کو روکتے ہوئے کہا کہ سنگسار کرنے کی سزاء نہیں بلکہ اسے ۱۰۰ تازیانے لگیں گے کیونکہ جس سے یہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے وہ نابالغ بچہ ہے ۔(مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۳۶۰)

۲۱۔ اونٹوں کو بغیر پالان کے خریدنے کا فیصلہ : انس بن مالک کہتے ہیں میں عمر بن خطاب کے ساتھ ایک دفعہ میدان منیٰ میں تھا کہ دیکھا ایک بادیہ نشین عرب کچھ اونٹوں کو لے کر وہاں پہنچا عمر نے مجھ سے کہا ذرا اس سے پوچھو کہ کیا تم اپنے اونٹ بیچوگے ؟میں اُٹھ کر گیا اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ ہاں بیچوں گا عمر اُٹھے اور ۱۴ اونٹوں کو اس سے خرید لیا اور انس سے کہا کہ یہ اونٹ اس سے لے کر چلو، اونٹ بیچنے والے نے کہا ٹھہرو تو صحیح میں پہلے اونٹوں سے پالان تو اُتارلوں عمر نے کہا یہ تو میں خرید چکا ہوں اس نے کہا میں نے تواونٹ صرف آپ کو بیچے ہیں جب بحث کافی بڑھی تو عمر نے کہا اچھا تمہیں منظور ہے کہ ہمارے درمیان ایک تیسرا شخص فیصلہ کرے وہ عرب بادیہ نشین راضی ہو گیا ،عمر نے حضرت علی (ع) کو بلوا کر اپنی مشکل کے حل کرنے کی گزارش کی حضرت علی (ع) نے عمر سے پوچھا کیا آپ دونوں کے درمیان خرید تے وقت یہ شرط ہوئی تھی کہ اونٹ پالان سمیت خریدے جارہے ہیں عمر نے کہا نہیں ایسی کوئی شرط نہیں ہوئی تھی توحضرت علی (ع) نے فیصلہ سنایا کہ پھر آپ اس سے پالان

لینے کا حق نہیں رکھتے ہو کیونکہ اس نے صرف آپ کو اونٹ بیچے ہیں عمر نے حضرت علی (ع)کے کئے ہوئے فیصلے پر عمل کیا۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۳ ص۳۶۳ ،شرح الاخبار ج۲ ص۳۰۶)

۲۲۔پانچ زناکار افراد کے درمیان پانچ مختلف فیصلے:اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ خلافت عمر کے دوران پانچ افراد کو زنا کے مسئلہ میں پکڑ کرلایا گیا عمر نے حکم دیا کہ پانچوں کو ۱۰۰،۱۰۰ کوڑے مارے جائیں حضرت علی (ع) بھی وہاں پر موجود تھے انھوں نے کہاان پانچوں افراد کا حکم یکساں نہیں ہوگا عمر کہتے ہیں کہ پھر آپ ہی ان کے بارے میں فیصلہ کریں حضرت علی (ع)نے ایک کی گردن اُڑانے دوسرے کو سنگسار کرنے تیسرے کو ۱۰۰ کوڑے مارنے چوتھے کو ۵۰ کوڑے مارنے اور پانچویں کو صرف تنبیہ کے طور پر تھوڑی سے سزا دینے کا حکم دیا عمر اور دیگر حاضرین حضرت علی (ع)کے اس فیصلے سے تعجب کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ سب نے ایک ہی عمل کیا ہے مگر آپ نے سزا سب کی مختلف مقرر کی ہے ؟تو حضرت علی (ع) نے یوں جواب دیئے

پہلا شخص :کافر ذمی تھا (یعنی مسیحی یا یہودی ہوگا جو اسلامی حکومت میں شرائط ذمہ پر زندگی گزار رہا ہوگا) لہذا اس کی سزاء حکومت اسلامی میں رہنے والے مسلمانوں کی مانند تلوار سے گردن اڑانا ہے

دوسرا شخص: شادی شدہ تھا لہذا اس کی سزاء سنگسار تھی ،

تیسرا شخص: مجرد تھا جس کی سزاء ۱۰۰ کوڑے تھی ،

چوتھا شخص:غلام تھا جس کی سزانصف یعنی ۵۰ کوڑے تھی ،

پانچواں شخص: دیوانہ تھا جس کی سزا صرف اسے تنبیہ کرنا تھی ۔(فروع کافی ج۷ ص۲۶۵)

۲۳۔گائے کی طرف سے اونٹ کے مجروح ہونے کی خسارت:

خلافت عمر کے دوران ایک شخص دوسرے شخص کو لے کر آیا کہ اس شخص کی گائے نے میرے اونٹ کو اپنی سینگ سے زخمی کر دیا ہے لہٰذا میں اس کی خسارت چاہتا ہوں جب عمر کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تو حضرت علی (ع)سے فیصلہ کرنے کو کہا آپ نے فرمایا :میں نے پیغمبر اسلام (ع)سے سنا ہے کہ "لاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ فِي الْاِسْلاَمِ "یعنی اسلام میں ضرر و زیان نہیں ہے لہٰذا اگر گائے کے مالک نے اپنی گائے اونٹ کے راستہ میں باندھی ہوئی تھی تو گائے کا مالک ضامن ہے تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا کہ مسئلہ کچھ ایسا ہی تھالہٰذا حضرت علی (ع)کے فیصلے کے تحت عمر نے گائے کے مالک سے اونٹ کے مالک کو اس کے اونٹ کے زخمی ہونے کی خسارت دلوائی ۔(المقنع (مؤلف سالار بن عبد العزیز متوفی ۴۴۸ ھ ص۵۳۵)

۲۴۔دو بار قصاص کرنے کے بارے میں فیصلہ: امام محمد باقر (ع)فرماتے ہیں عمر کی خلافت کے دوران ایک شخص دوسرے شخص کو گریبان سے پکڑ کر لایااور کہتا ہے کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے عمر نے کہاجاؤ تم بھی اسے قتل کردو مقتول کا بھائی قاتل پر قاتلانہ حملہ کرتا ہے وہ زمین پر بے جان ہو کر گر پڑتا ہے مقتو ل کا بھائی سمجھتا ہے کہ وہ مر گیا لہٰذا وہاں سے چلا جاتا ہے قاتل کے رشتہ دار آکر دیکھتے ہیں کہ ابھی اس میں کچھ جان باقی ہے اسے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور کافی علاج کے بعد وہ ٹھیک ہو جاتا ہے ایک دن ٹھیک ہونے کے بعد جو یہ اپنے گھر سے نکلتا ہے تو مقتول کے بھائی سے ملاقات ہوتی ہے مقتول کا بھائی دوبارہ سے اسے پکڑ تا ہے کہ تو میرے بھائی کا قاتل ہے میں تجھے ضرور قتل کر وں گا وہ کہتا ہے کہ بھائی تم ایک دفعہ مجھے مار چکے ہو اب کیسا قصاص مقتول کا بھائی اسے پکڑ کر عمر کے پاس لاتا ہے اور مسئلہ کو بیان کرتا ہے عمر دوبارہ سے اسے قتل کرنے کی اجازت دیدیتے ہیں قاتل چلّاتا ہے کہ بھائی ایک دفعہ تو یہ مجھے مار چکا ہے اب کیسا مارنا حضرت علی (ع)نے اس کے بارے میںیوں فیصلہ کیا کہ اگر چہ مقتول کا بھائی اسے ایک دفعہ مار چکا ہے لیکن اگر پھر بھی اپنے بھائی کا قصاص لینا چاہتا ہے تو پہلے یہ اجاز ت دے کہ یہ اسی طرح کی ضرب جو یہ پہلے اسے لگا چکا ہے لگا کر اپنا بدلہ لے لے پھر وہ اپنے بھائی کا اس سے بدلہ لے اب جو مقتول کے بھائی نے دیکھا کہ جیسی ضرب میںنے اسے لگائی تھی اور نہیں مرا اگر وہ میرے لگائی

جائے گی تو میں تو مر ہی جاؤں گا لہٰذا وہ اپنے ادّعاسے باز آگیا اس طرح دونوں صحیح وسالم محکمہ سے باہر آگئے (فروع کافی ج۷ ص۳۶۰)

نوٹ:اسی طرح کا واقعہ بچے کے قتل اور باپ کے ادّعا کے بارے میں بھی نقل ہوا ہے جہاں حضرت علی (ع)نے اسی طرح کا فیصلہ کیا تھا۔(ناسخ التواریخ حضرت علی ج۵ س۱۲)

۲۵۔سیاہ رنگ ماں باپ کے یہاں سرخ رنگ بچے کا پیدا ہونا: خلافت عمر کے دوران ایک شخص نے آکر شکایت کی کہ ہم میاں بیوی دونوں کالے ہیں مگر میرے یہاں سرخ رنگ کے بچے کی ولادت ہوئی ہے لہٰذا وہ میرا بچہ نہیں ہوسکتا یقینا میری بیوی نے میرے ساتھ خیانت کی ہے اس عورت سے پوچھا گیاتو اس نے اپنے پاک دامن رہنے پر قسم کھائی کہ میں نے اپنے شوہر کے ساتھ ہر گز خیانت نہیں کی ہے یہ بچہ اسی کا ہے عمر اس مشکل مسئلہ کو حل نہ کر سکے اور حضرت علی (ع)سے اس سلسلے میں فیصلہ کرنے کی گزارش کی حضرت علی (ع)نے اس سیاہ مرد سے پوچھا کہ سچ بتاؤ کبھی تم نے اپنی عورت کی ماہواری میں بھی اس کے ساتھ نزدیکی کی ہے ؟اس نے کہا ہاں حضرت علی (ع)نے کہا اللہ اکبر وہ نطفہ خون سے مل کر اس طرح کا بچہ بناہے جو تمہارا ہی بچہ ہے اگرچہ تم نے اپنے اس طرح کے کام سے اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچایا ہے۔(بحار ج۴۰ ص۲۳۲ ،مناقب ج۲ ص۳۶۳ ،الغدیر ج۶ ص۱۲۰)

۲٦۔بیت المال کا آخری ذرّہ تک تقسیم کرنا: خلافت عمر کے زمانے میں بیت المال ان کے سامنے لایا گیا کہ اسے لوگوں کے سامنے تقسیم کرنا ہے عمر نے بیت المال کو لوگوں میں تقسیم کیا آخر میں کچھ اضافی بچ گیا تو عمر نے دیگر اصحاب پیغمبر (ص) سے مشورہ کیا کہ اس باقی بچے ہوئے مال کو کیا کیا جائے اور کہاں مصرف کیا جائے تو حاضرین نے مشورہ دیا کہ آپ کیونکہ خلیفۂ مسلمین ہیں لہٰذا بقیہ مال کو اپنے مخارج کے لئے سنبھال کر رکھ لیں کیونکہ اگر بقیہ مال کو لوگوں کے درمیان تقسیم بھی کرنا چاہیں تو اتنا نہیں کہ سب تک پہنچ سکے مگر اس محفل میں موجود حضرت علی (ع) نے فرمایا: کہ بقیہ مال کو بھی تمام لوگوں ہی میں برابر سے تقسیم کیا جائے چاہے کم پہنچے یا زیادہ کیونکہ بیت المال کی نسبت سب مساوی ہیں۔

عمر کو حضرت علی (ع) کا مشورہ پسند آیا اور یہ کہتے ہوئے بیت المال کو سب میں برابر سے تقسیم کرنے کا حکم دیا کہ علی کا فیصلہ بالکل عادلانہ فیصلہ ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج۲ص ۳٦۳)

۲۷۔ایک قتل میں شریک کئی افراد کی سزا: حضرت عمر کی خلافت کے دوران ایک شخص کا قتل ہوا جس میں مقتول کی زوجہ، سسر اور زوجہ کی سہیلی شامل تھے جب یہ مسئلہ عمر کے سامنے پیش ہوا تو وہ اس مسئلے میں حکم کرنے سے گھبرائے کہ ایک مقتول کے مقابل میں تین افراد کو کس طرح سے سزادی جائے لہٰذا حضرت علی (ع) سے مدد

طلب کی حضرت علی (ع) نے عمر سے پوچھا کہ ذرایہ بتاؤ کے اگر ایک اونٹ کو کئی لوگ مل کر چوری کریں تو ان چوروں کی سزا کیا ہوگی انھوں نے کہا کہ چوری کی سزا میں سب کے ہاتھ کاٹے جائیں گے تو حضرت علی (ع) نے فرمایا: اسی طرح ایک قتل میں بھی جتنے افراد ملوث ہوں گے سب سے قصاص ہوگا یہ سن کر عمر نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ مقتول کی زوجہ اس کے والد اور اس کی سہیلی تینوں کو قتل کر دیا جائے۔ (وافی : مرحوم فیض کاشانی ج۲ ص۱۶۱.)

اگر چہ بعض روایات کے مطابق مقتول کے ولی کو اس بات کا اختیار ہوتا ہے کہ مثلًا وہ ایک سے قصاص لے اور دوسروں سے دیت وصول کر لے۔

۲۸۔ جڑے ہوئے پیدا ہونے والے بچوں کا فیصلہ: خلافت عمر کے زمانہ میں ایک عورت کے یہاں دوجڑواں بچے پیدا ہوئے جو سر یا کمر کی طرف سے آپس میں ملے ہوئے تھے جن میں ایک بچہ زندہ تھا اور دوسرا مرا ہوا تھا اب جب اس مسئلے کو عمر کے سامنے پیش کیا گیا توانھوں نے کہا اس کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہے کہ تلوار سے دونوں کو جدا کر کے مرے ہوئے کو دفن کر دیا جائے جب حضرت علی (ع) کو اس ماجرے کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا: یہ کا م بڑا خطرناک ہے اس کام سے ممکن ہے زندہ بچہ بھی مرجائے ،عمر پوچھتے ہیں کہ آپ ہی بتائیں کہ کیا کیا جائے ؟حضرت علی (ع) نے فرمایا: مردہ بچے کو دفن کر کے زندہ بچے کو قبر کے کنارے ہی دودھ دیا جائے کچھ دن تک اسی پر عمل

کیا گیا تو نتیجتاً کچھ ہی دن میں زندہ بچہ بغیر کسی اذیت پہنچے مردہ بچے سے جدا ہو گیا اور زندہ بچہ پرورش پاتے ہوئے بڑا بھی ہو گیا۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳۶۸)

۲۹۔ایک بے گناہ اسیر کی رہائی: خلافت عمر کے زمانے میں ایک کافر جو کہ جنگی اسیر تھا لایا گیا عمر نے اس سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ اس نے انکار کیا عمر نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے اس نے کہا میں پیاسہ ہوں مجھے پیاسہ قتل نہ کرو پانی بھرا برتن اس کے سامنے لا یا گیا اور اس سے کہا گیا وہ پانی پینا ہی چاہتا تھا کہ ٹھوکر سے وہ برتن گر گیا عمر نے کہا یہ شخص حیلہ باز ہے اسے لے جاکر قتل کردو وہاں پر موجود حضرت علی (ع)نے کہا اسے پانی پلائے بغیر قتل نہ کرنا کہ یہ کام صحیح نہیں ہے عمر نے کہا اچھا آپ ہی بتائیں کے ہم اب اس کے حق میں کیا فیصلہ کریں، حضرت علی (ع)نے فرمایا: بہتر یہ ہے کہ اس کی غلام کے عنوان سے قیمت کرواؤ اور کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ دوعمر نے اس فیصلے کو قبول کرتے ہوئے کہا یہ غلام میں نے آپ ہی کو دیا حضرت علی (ع)نے قبول کر لیا اور اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے دعا کی تو اس کے ہاتھ میں موجود خالی برتن پانی سے بھر گیا اس معجزہ کو دیکھ کر وہ شخص حضرت علی (ع)کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا حضرت نے بھی اسے آزاد کردیا اس طرح اس نے ایک اچھے مسلمان کی طرح باقی زندگی گزاری۔(بحار ۴۱ص۲۵۰)

۳۰۔نامحرم کی طرف اُٹھنے والی آنکھ کی سزا: خلافت عمر کے زمانے میں ایک دن کعبہ کے اطراف میں حضرت علی (ع) طواف کے دوران ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ نامحرموں کی طرف اپنی نگاہیں جمائے ہوئے ہے حضرت نے طواف کے بعد اس مرد کو بلوایا اور ادب کرنے کے لئے ایک طمانچہ اس کی صورت پر رسید کیا وہ شخص چہرے پر ہاتھ رکھے روتا ہوا عمر کے پاس آیا اور شکایت کی عمر نے حضرت علی (ع) کو بلوایا حضرت علی (ع) پہنچے تو عمر نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں مارا تو آپ نے کہا ادب کرنے کے لئے کہ آئندہ ایسے نہ کرے تو عمر اس شخص کو مخاطب کر کے کہتے ہیں "قد رَایٰ عینُ اللہ وَضَرَبَ یَدُاللہَ" یعنی جب تو نے ''عَینُ اللہ ''سے نامحرم کی طرف دیکھا تو ''یَدُ اللہ ''نے تجھے سزاء دیدی لہٰذا اس میں تیری شکایت کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ہے اس طرح وہ شخص اپنے فعل پر اور زیادہ شرمندہ ہوا اور عمر حضرت علی (ع) سے کہتے ہیں ''اَحْسَنْتَ یاابا الحسن ''اے ابو الحسن !آپ نے بہت اچھا کام کیا ۔(قضاوتھای حضرت علی (محلاتی) ص۳۶)

۳۱۔غلام کا دو عورتوں سے شادی کرنے کا فیصلہ : خلافت عمر کے دوران ایک دفعہ اصحاب محفل جمائے بیٹھے ہوئے تھے کہ مرد کے لئے چار عورتوں تک سے شادی کا مسئلہ چھڑا تو ایک شخص نے سوال کیا کہ جب ایک مرد چار عورتوں تک سے نکاح دائمی کر سکتا ہے تو غلام کا کیا مسئلہ ہے کیا وہ بھی ایسا کر سکتا ہے یا نہیں؟ تمام اصحاب اس مسئلے کو

سن کر خاموش ہو گئے عمر نے سکوت ختم کرتے ہوئے حضرت علی (ع) سے کہا اے علی ! آپ ہی اس مسئلے کو بیان کریں توآپ نے فرمایا:غلام بھی دو عورتوں سے عقد دائم کر سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں سب نے آپ کے اس فیصلے کو قبول کیا۔(غایۃ المرام سید بحرانی)

۳۲۔آیت کے معنی سن کر عمر کا غضب میں آ جانا: خلافت عمر کے زمانے میں ایک دن کعب الاحبار نامی یہودی عالم دین جو آسمانی کتابوں کا علم رکھتا تھااور اب ایمان لاچکا تھا اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ عمر کے پاس آیااور گفتگو کے دوران عمر نے کعب سے پوچھا ذرایہ بتاؤ کہ موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل ہیں‌سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون تھا ؟ کعب نے کہا ان کے وصی یوشع بن نون اور اسی طرح ہر نبی کا وصی اس کے بعد اس کے علم کا وارث اور لوگوں میں سب سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔

عمر:ہم مسلمانوں میں پیغمبر کاوصی اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا کون ہے ؟عمر نے کہا: ابو بکر ہیں؟

کعب : پیغمبرا سلام (ص)کے بعد ان کے وصی وخلیفہ اور تمام آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے علی ابن ابی اطالب ہیں جن سے اُمت نے حسد کیا اسی طرح جس طرح گذشتہ نبیوں کے اوصیاء سے ان کی امّتوں نے حسد کیا ،

عمر :اے یہودی کے بچے خاموش ہو جا کہ تو جھوٹ بولتا ہے ،

کعب:خدا کی قسم جب سے اپنے آپ کو پہچانا ہے میں نے جھوٹ نہیں بولا اور چلیں آزمانے کے لئے آپ سے تورات سے کچھ پوچھ لیتے ہیں اگر آپ نے جواب دیدیا تو آپ سب سے اعلم ہیں ورنہ علی سے پوچھ لیں گے ،

عمر :پوچھوجو پوچھنا ہے ،

کعب :ذرامجھے اس آیت کا مطلب بتائیں جس میں ارشاد ہوا:(کَانَ عَرْشُہُ عَلَی الْمَائِ)''یعنی عرش خدا پانی پر تھا''۔(سورہ ٔہود آیہ ۷)

تو ایسی صورت میں زمین وآسمان کہاں تھے ؟اور بقیہ مخلوقات کہاں تھیں؟

عمر:ہم میں سے کوئی بھی علم غیب نہیں رکھتاہے سوائے پیغمبر (ص)کے جو بھی انھوں نے ہمیں خبریں دیں ہیں ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔

کعب:اب ذرا مجھے اجازت دیجئے کہ حضرت علی (ع)سے سوال کروں ،

عمر:ہاں ہاں پوچھ لو،

کعب:مجمع میں حضرت علی (ع)سے مخاطب ہوتے ہوئے اپنے سوال کو پوچھتا ہے تو حضرت اسے یوں جواب دیتے ہیں کہ اس وقت تک زمین وآسمان اور دیگر مخلوقات وجود میں نہیں آئے تھے لہٰذا عرشِ خدا پانی پر قائم تھا اس کے بعد تمام مخلوقات کی خلقت

ہوئی،کعب عمر سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اب بتائیں کیا علی سے بڑھ کر علم رکھنے والا اس وقت پوری کائنات میں کوئی ہے ،

عمر: نہیں ،

کعب:اسی لئے میں نے کہا تھا کہ محمد (ص) خاتم النبیین ہیں اور علی(ع)خاتم الاوصیاء ہیں اور اس وقت پوری کائنات میں علی (ع)کا کوئی مثل نہیں ہے ،

عمر :کعب کی یہ بات سن کر اس طرح غصہ میں آگئے کہ کبھی اتنا غصہ میں نہیں آئے تھے یا کبھی اس طرح کی حالت میں انھیں نہیں دیکھا گیا تھا۔(تفسیر فرات ص٦٥ ،بحار ج٧٥ص٩٠)

٣٣۔جوتے پر مسح کے جائز نہ ہونے کا فیصلہ : خلافت عمر کے دوران ایک دفعہ عمر تمام اصحاب کو اپنے گرد جمع کرکے پوچھتے ہیں کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے وضو میں جوتے پر مسح کرنے کے بارے میں مغیرۃ بن شیبہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ (ص) کو وضوکے وقت جوتے پر مسح کرتے دیکھا ہے حضرت علی (ع)جو اس مجمع میں موجود تھے مغیرہ سے پوچھتے ہیں کہ سورہ مائدہ کے نازل ہونے سے پہلے یا بعد میں کیوں‌کہ سورہ مائدہ کی آیت میں وضو میں سر اور پیر کے مسح کا حکم بیان ہو چکا ہے اور یہ سورہ رحلت ِ پیغمبر(ص)سے دوتین ماہ قبل نازل ہوا ہے مغیرہ کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم

،حضرت علی(ع) فرماتے ہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ سورۂ مائدہ کی آیت کے نازل ہونے کے بعد سے پیروں کا مسح لازم ہوا ہے۔(بحار ج۸۰ ص۲۹۸)

۳۴۔اپنے جوابات سن کر یہودی عالم کا مسلمان ہو جانا: ابو سعید خدری کہتے ہیں جب ابو بکر کی وفات ہوئی اور عمر خلیفہ قرار پائے تو اس زمانے کے یہودیوں کا سب سے بڑا عالم دین آیا اور عمر سے کہتا ہے لگتا ہے امت اسلامی میں آپ ہی سب سے بڑے عالم وفقیہ ہیں لہٰذا اسلام کے بارے میں کچھ سوال پوچھنے ہیں عمر کہتے ہیں کہ امت اسلامی میں سب سے زیادہ جو قرآن وسنت کا علم رکھتے ہیں وہ ہیں (حضرت علی (ع)کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔)(اصول کافی ج۱ ص۵۲۹)

یہودی عمر سے کہتا ہے کہ بقول آپ کے اگر علی (ع)آپ سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں تو پھر لوگوں نے آپ کے ہاتھوں پر کیوں بیعت کی ہے اور آپ کیوں خلیفۂ مسلمین ہیں؟عمر نے اس یہودی عالم کو سختی سے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ تمہیں اس سے کیا غرض جاؤ تم اس سے اپنے سوالات پوچھو یہودی عالم حضرت علی (ع)کے پاس جا کر پوچھتا ہے کہ آپ ہی اُمت اسلامی میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں جیسا کہ عمر نے آپ کے بارے میں کہا ہے تو حضرت نے کہا تم اپنے سوالات پوچھو اگر خدا نے چاہا تو میں ضرور جواب دوں گا یہودی عالم نے کہا کہ میں پہلے تین سوال کروں گا اگر آپ نے ان کے جواب دیدیئے تو بقیہ تین سوال بھی کروں گا ورنہ نہیں،

علی :اے یہودی! جو کچھ بھی تمہیں پوچھنا ہے پوچھو،

یہودی:ا۔سب سے پہلا پتھر جو زمین پر رکھا گیا وہ کون سا تھا؟

۲۔سب سے پہلا درخت جو زمین پر اُگایا گیا وہ کون سا درخت تھا؟

۳۔سب سے پہلا جو چشمہ زمین پر جاری ہوا وہ کون سا چشمہ تھا؟

جب حضرت علی (ع)نے اس کے ان تینوں سوالوں کے جوابات دیدیئے تو اس نے بقیہ سوال یوں کئے:

ا۔اس امت اسلامی کے کتنے امام ہیں؟

۲۔پیغمبر (ص)کا مقام بہشت میں کہاں ہے؟

۳۔بہشت میں پیغمبر (ص)کے ہم نشین افراد کون ہوں گے؟

حضرت علی (ع)اس کے ان سوالوں کے یوں جواب دیتے ہیں،

ا۔اس امت کے بارہ امام وہادی ہیں جو نسل پیغمبر (ص)سے اور میری اولاد سے ہیں ،

۲۔پیغمبر (ص)بہشت کے عالی ترین مقام ''جنت عدن ''میں ہیں،

۳۔بہشت میں پیغمبر (ص)کے ہم نشین افراد بارہ امام ہوں گے جو نسل پیغمبر (ص) سے ہیں جن کی ماں و جدّہ فاطمتہ الزہرا (س) ہیں ان کے علاوہ کوئی ان کا ہم نشین نہ ہوگا۔(اصول کافی ج۱ص۵۳۱)

یہودی کہتا ہے : قسم اس خدا کی جس کے علاوہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں میں نے اس مطلب کو اپنے جد ہارون (برادر موسیٰ) کی کتابوں میں دیکھا ہے جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہے اور میرے چچا موسیٰ نے انھیں لکھوایا ہے یہودی عالم کہتا ہے اب میرا ایک اور سوال ہے وہ یہ کہ پیغمبر اسلام (ص)کا جانشین ان کی وفات کے بعد کتنے سال زندہ رہے گا؟ حضرت علی (ع)جواب دیتے ہیں کہ پیغمبر اسلام (ص)کا حقیقی جانشین ان کی رحلت کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے گا اور پھر سر پر دشمن کی ضربت لگنے سے شہید ہوجائے گا ،حضرت علی (ع) کے جوابات سن کر وہ یہودی عالم اُٹھتا ہے اور کہتا ہے مجھے اس خدا کی قسم جس کے سواکوئی معبود نہیں اور محمد (ص)اس کے بندے و رسول ہیں اور آپ ان کے حقیقی جانشین اور وصی وخلیفہ ہیں بے شک آپ ہی بعد از رسول خدا (ص)ہر طرح کی بزرگی و برتری کے حقدار ہیں اور آپ کے علاوہ کوئی بھی اس منصب کے لائق نہیں ہے اور فوراً وہ یہودی عالم مسلمان ہوگیا حضرت علی (ع)اس تازہ مسلمان ہونے والے یہودی کو اپنے ہمراہ گھر لے گئے اور اسے تعلیمات اسلامی سکھائیں اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔(اصول کافی ج۱ ص۵۰۳،الغدیر ج٦ ص۲٦۹)

۳۵۔حضرت علی (ع)کا اسیران ایران کی مدد کرنا:خلافت عمر کے زمانے میں جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کر لیا اور حکومت اسلامی کے تحت لے آئے تو ایران سے کافی تعداد میں مردوزن اسیر بنا کر لائے گئے جب مدینہ میں ان تمام ایرانی مشرک اسیروں کو عمرکے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے دوسرے اسیروں کی طرح ان کے بارے میں بھی حکم دیا کہ انھیں بھی بعنوان غلام وکنیز فروخت کیا جائے حضرت علی (ع)نے عمر کے اس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:میں نے رسول خدا (ص)سے یہ سنا ہے :"اَکْرِمُوا کریمَ کُلَّ قومٍ"یعنی ہر قوم کے بزرگوں کا احترام کرو یہ سن کر عمرکہنے لگے ہاں ہاں میں نے بھی رسول اللہ (ص)کو یہ کہتے سنا ہے کہ ''قوم کے بزرگوں کا احترام کرو چاہے وہ تمہارے ساتھ مخالفت کریں''

پھر حضرت علی (ع)نے فرمایا:کہ میں ان میں ایسے افراد کو دیکھ رہا ہوں جو شوق واشتیاق کے ساتھ اسلام قبول کریں گے اور میں ان کی نسل سے صاحب فرزند ہوں گا (جیسا کہ بی بی شہر بانو کی امام حسین (ع)سے شادی ہو کر یہ بات حضرت کی پوری ہوئی) اوراگر یہ میرے حصہ میں آئے ہوتے تو میں انھیں آزاد کر دیتا یہ سن کر تمام بنی ہاشم بولے کے ہم سب بھی اپنے حصے کے اسیروں کو آزاد کر دیتے یہ سن کر حضرت علی (ع)دعا کرتے ہیں اے اللہ گواہ رہنا کہ جو بھی بنی ہاشم بخشش کر رہے ہیں میں انھیں بھی قبول کرتے ہوئے تیری راہ میں آزاد کرتا ہوں، حضرت کا اس طرح کا کلام

اور دعا سن کر تمام انصار و مہاجرین نے کہا کہ اے علی ! ہم نے بھی اپنے حصے کے ان اسیروں کو آپ کے حق میں بخشا یہ سن کے حضرت دوبارہ سے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور کہتے ہیں اے اللہ ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تمام انصار ومہاجرین کے اس ہدیہ کے اسیروں کو بھی قبول کیا اور ان ایرانی اسیروں کو تیری خوشنودی کی خاطر آزاد کیا یہ سن کر عمر بھی کہتے ہیں کہ پھر میں نے بھی اپنے حصے کے اسیروں کو بخشا اور ان تمام اسیروں کو آزاد کردینے کا حکم دیا پھر حضرت علی (ع) نے تمام لوگوں کے مجمع میں یوں دعاکی کہ :اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے ان سب سے ان ہدیوں کو قبول کرتے ہوئے تیری بارگاہ میں آزاد کیا اور پھر حضرت علی (ع) نے اعلان کیا کہ ایران سے لائی ہوئی خواتین سے شادی پر کوئی بھی کسی کو مجبور نہیں کرے گا ہاں اگر یہ راضی ہوں تو شوہر اختیار کرنے میں انہیں اختیار ہے انہیں اسیروں میں جواب آزاد ہو چکے تھے شہر بانو (یزد گرد آخری ساسانی بادشاہ کی بیٹی) بھی تھی حاضرین نے ان کی طرف اشارہ کیا پشت پردہ سے انہیں حاضرین کو دکھا یا گیااور ان کی مرضی پوچھی گئ تو وہ خاموش رہیں حضرت علی (ع) نے کہا اس کا مطلب ہے وہ شادی کرنے پر رضا مند ہے عمر نے کہا وہ کیسے تو آپ نے کہا جب بھی زمانہ پیغمبر (ص)میں کسی بھی قوم کی بزرگ خاتون سے جس کا کوئی سرپرست نہ ہوتا تھا تواس کی شادی کے بارے میں اس سے پوچھا جاتا تھا اگر وہ حیاء کرتے ہوئے خاموش ہوجاتی تھی تو اس کے سکوت کو اس کی شادی کی رضامندی کی دلیل سمجھا جاتا تھا اور اگر وہ منع کردیتی تھی تو بھی اسے مجبور نہیں کیا جاتا تھا لہٰذا

اب جب حاضرین میں سے شوہر کو انتخاب کرنے کے لئے پوچھا گیا تو بی بی شہر بانو نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کیا اور فارسی میں کہا کہ ''اگر من آزاد ھستم این شخص را برگزیدم ''یعنی اگر میں آزاد ہوں تو میں نے اس شخص کو اختیار کیا تب حضرت علی (ع)نے حذیفہ بن یمانی کو ان کی وکالت دی کے ان کی طرف سے صیغۂ عقد جاری کریں اور حضرت نے شہر بانو سے نام پوچھا تو انھوں نے کہا''عورتوں کی سردار کسریٰ کی بیٹی''تب حضرت علی (ع)نے فرمایا : عورتوں کی سردار توسوائے دختر پیغمبر (ص)کے کوئی نہیں ہاں میں تمہارا نام'' شہر بانو'' اور تمہاری بہن کا نام ''کروارید'' رکھتا ہوں شہر بانو کہتی ہیں ہم نے قبول کیا۔ (دلائل الامامہ (طبری شیعی)ص۸۲،بحار ج ۱۰۴ ،ص۹۹)

۳٦۔دو عورتوں کے درمیان ایک متنازع بچہ کا حل:خلافت عمر کے دوران دو عورتیں پیش ہوئیں جن کے پاس دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھے مگر ہر ایک ان میں سے بیٹے کا ادعیٰ کر رہی تھی اور لڑکی کا انکار کرر ہی تھی جب عمر سے ان کے بارے میں فیصلہ نہ ہو سکا تو کہتے ہیں "اَیْنَ اَبُو الْحَسَنِ مُفَرِّجُ الْکَرْبِ" یعنی پریشانیوں کو دور کرنے والے ابو الحسن کہاں ہیں؟لوگوں سے حضرت علی (ع) کو بلوایا اور قصہ بیان کیا حضرت نے ایک وزن کے دو پیالے منگوائے اوردونوں عورتوں کو دیتے ہوئے کہا تم دونوں ان میں اپنا اپنا دودھ نکال کر لاؤانھوں نے ایسا ہی کیا حضرت نے دونوں کے پیالوں کا وزن

کیا تو ایک کاوزن زیادہ تھا تو حضرت نے یوں فیصلہ سنایا کہ جس عورت کے دودھ کا وزن وزنی ہے وہ اس لڑکے کی ماں ہے اور دوسری اس لڑکی کی ماں ہے عمر حضرت علی (ع)سے پوچھتے ہیں کہ یہ دودھ کے وزنی یا ہلکے ہونے سے کس طرح آپ نے اس کے لڑکے اور اس کی لڑکی کا فیصلہ کیا؟حضرت علی (ع)جواب دیتے ہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارث کے مسئلہ میں بیٹے کے لئے دو حصہ حق قرار دیا ہے اور طبیب حضرات اب بھی دودھ کے وزنی وہلکے ہونے کے ذریعہ لڑکے اور لڑکیوں کی تشخیص دیتے ہیں۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص۳٦۷)

یہی واقعہ دوسری جگہ اس طرح لکھا گیا ہے کہ جب ان دو عورتوں کے مسئلے میں عمر فیصلہ نہ کر سکے تو حضرت علی (ع)کو بلوایا تمام حاضرین شریح کے ہمراہ حضرت علی (ع)کو ڈھونڈنے نکلے دیکھا علی نخلستان میں کھیتی باڑی کے کام میں مشغول ہیں اور روتے جاتے ہیں اور اس آیت (اَیَحْسَبُ الْاِنسَانُ اَنْ یُتْرَکَ سُدًی)(سورۂ قیامت آیہ ۳٦)یعنی کیا انسان نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اسے اسی طرح آزاد چھوڑ دیا گیا ہے)کی تلاوت کرتے جاتے ہیں اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں لوگوں نے بڑھ کر اپنا مسئلہ پوچھا حضرت نے اسی طرح جو مذکورہ طریقہ ذکر ہوا ان کے مسئلہ کو حل کیا تو عمر حضرت علی (ع)سے بڑھ کر کہتے ہیں کہ واقعاً خلافت کے تو حقیقی حقدار آپ ہی

تھے مگر قوم نے ایسا نہ کیا ،حضرت علی (ع)جواب میں فرماتے ہیں :(اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ کان میقاتًا) (سورۂ نباء آیت ۱۷)

یعنی ہاں جدائی والے دن یعنی قیامت کے دن سب کو پتہ چل جائے گا کہ حقدار کون تھا اور ظالم و ستم گر کون تھا۔ (قضاوتھای حضرت علی (ع) (آیت محمد تقی شوشتری ص۲۱۸)

۳۷۔دھوکہ باز عورت کی سزاء: خلافتِ عمر کے دوران ایک دھوکہ باز عورت کو پیش کیا گیا جس نے اپنے آپ کو کسی مرد کی کنیز کہکر اس کے بستر پر جاکر سو گئی رات کو مرد نے آکر اسے اپنی زوجہ سمجھتے ہوئے اس سے نزدیکی کر لی بعد میں جب راز فاش ہوا اور فیصلہ عمر کے پاس پیش ہوا اور وہ حکم نہ کر سکے تو حضرت علی (ع) کی طرف بھیجا کہ ان سے فیصلہ کراؤ حضرت علی (ع) نے حکم دیا کہ اس عورت پر اعلانیہ ۱۰۰ کوڑے مارے جائیں اور مرد پر چھپا کر حد جاری کی جائے ۔(تہذیب الاحکام شیخ طوسی ج۱۰ ص۱۶۹)

۳۸۔آقا کے قاتل غلام کی آزادی کا فیصلہ: خلافتِ عمر کے دوران ایک غلام کو پیش کیا گیا جس نے اپنے آقا کو قتل کیا تھاعمر نے حکم دیا کہ اس غلام کو بھی قتل کر دیا جائے وہاں پر موجود حضرت علی (ع) نے غلام کو اپنے پاس بلواکر پوچھا کیا واقعاً تونے اپنے آقا کو قتل کیا ہے؟اس نے کہا ہاں،حضرت نے پوچھا وہ کیوں؟غلام نے کہاکیوں کہ اس نے شہوت میں آکر مجھ سے لواط کیا اور میر ی عفّت کے دامن کو تار تار کر دیا اس لئے میں نے اسے قتل کر ڈالا کہ لواط کرنے والے کو قتل ہی ہونا چاہیۓ حضرت علی

(ع)نے مقتول کے ورثہ کو بلوایااورپوچھا اس کے آقا کو کب دفنایا گیا ہے؟انھوں نے کہا چند گھنٹے پہلے حضرت علی (ع)نے کہا تین دن تک صبر کرو اور اس غلام کو قید کردو تین دن کے بعد حضرت علی (ع)مقتول کے ورثہ کے ہمراہ قبر پر آئے اور قبر کھود کر جنازہ نکالنے کو کہااب جو قبر کھودی گئ جنازہ کفن میں موجود نہیں تھا حضرت علی (ع)نے اللہ اکبر بلند آواز سے کہا بے شک میرے رسول خدا (ع)نے سچ فرمایاتھا کہ اگر میری امّت میں سے کوئی لواط کا عمل انجام دے اور پھر بغیر توبہ کئے مرجائے تو قبر کے کفن میں اس کا جنازہ نہیں رہتا ہے اور اس کا انجام قوم لوط کا سا ہوتا ہے اور کیوں کہ اس غلام نے سچ کہا ہے لہٰذا یہ آزاد ہے۔(مناقب شہر ابن آشوب ج۲ ص۳٦۴.)

۳۹۔زمین وآسمان پر ایمان علی کی فضیلت: خلافت عمر کے زمانے میں ایک شخص عمر سے آکر پوچھتا ہے کہ آپ کی رائے کنیز کو دو طلاق دینے کے بارے میں کیا ہے کیا وہ دو طلاقوں کے بعد شوہر پر حرام ہو جاتی ہے یا تین طلاقوں کے بعد؟عمر جواب نہ دے سکے تو عمر نے وہیں بیٹھے ہوئے حضرت علی (ع)سے اس کے سوال کا جواب پوچھا حضرت نے اپنی دو اُنگلیوں کے ذریعہ اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ دو طلاقوں کے بعد اسے حلالہ کی ضرورت ہے ،سوال کرنے والے نے عمر سے کہا کہ میں تو آپ سے پوچھنے آیا تھا کہ آپ خلیفۂ مسلمین ہیں اور آپ نے ان سے پوچھ کر جواب دیا؟عمر اس سے کہتے ہیں تمھیں نہیں معلوم کہ یہ کون ہے یہ علی بن ابی طالب ہیں جن کے بارے میں میں

نے پیغمبر (ص) سے سنا ہے :"لَوْ اَنَّ السَّمَاواتِ وَالْاَرْضَ وُصِفَتْ فِیْ کَفَّةٍ وَوُضِعَ اِیْمَانُ عَلِیٍّ فِی کَفَّةٍ لَرُجِّعَ اِیْمَانُ عَلِیٍّ "یعنی اگر تمام اہل زمین وا سمان والوں کے ایمان کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور علی کے ایمان کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو علی کا پلڑا بھاری ہوگا۔(مناقب شہر ابن آشوب ج۲ ص۳۷۰ ،ناسخ التواریخ حضرت علی (ع)ج۵ ص۱۱۵ ،ینابیع المودۃص۲۱۶ .)

۴۰۔ہزار گمشدہ دینار کے بارے میں فیصلہ: خلافت عمر کے زمانے میں ایک تاجر جو مدینہ سے باہر طولانی تجارت پر جا رہا تھا ۱۰۰۰ دینار ابو بکر کے پاس بطور امانت رکھا کر گیا ،جب وہ واپس لوٹا تو پتہ چلا کہ ابو بکر کا انتقال ہو چکا ہے عمر کے پاس آ کر کے قصّہ بیان کرتا ہے عمر کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم،عایشہ بنت ابو بکر کے پاس جاتا ہے وہ بھی انکار کر دیتی ہیں تاجر کی سلمان سے تھوڑی جان پہنچان تھی اس نے سلمان سے مشورہ کیا سلمان اس تاجر کو لئے حضرت علی (ع)کے دورازے پر آئے اور ماجرا بیان کیا حضرت علی (ع)مسجد میں آئے اور اعلان کر کے کہا کہ اس تاجر کی امانت فلاں جگہ پر ابو بکر نے دفن کی تھی نکال کر لائی جائے لوگ آپ کا حکم سنتے ہی وہاں گئے اور زمین کھود نے کے بعد وہیں سے اس کی امانت ۱۰۰۰ درہم نکلے عمر پوچھتے ہیں کہ یقینا ابوبکر نے آپ کو بتایا ہوگا کہ اس نے اس تاجر کی امانت کو کہاں چھپا یا ہے حضرت علی نے جواب دیا کہ ابو بکر کو بتانا ہوتا تو پہلے تمہیں بتاتے جو تم ان کے محرم راز تھے نہ کے

میں ،عمر پوچھتے ہیں کہ پھر آپ کو کیسے پتہ چلا؟حضرت علی (ع)جواب دیتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہوا ہے کہ جو بھی حادثہ زمین پر رونما ہو اس کی اطلاع مجھے دیدیا کرے''۔(مناقب مرتضوی ص۲۷۲)

۴۱۔ تین یہودیوں کا مسلمان ہوجانا: خلافت عمر کے دوران ایک دفعہ تین یہودی عالم عمر کے پاس مدینہ آکر کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ چلا ہے کہ آپ جانشین پیغمبر (ص) ہیں لہٰذا ہمیں آپ سے کچھ سوالات کرنے ہیں کہ اگر آپ نے ہمیں جواب دیدیئے تو ہم اسلام لے آئیں گے ،عمر نے کہا پوچھو یہودی عالموں نے یوں سوالات کئے :

۱۔آسمان کے تالے کیا ہیں؟

۲۔ان کی چابیاں کیا ہیں؟

۳۔کس قبر نے اپنے مردے کو حرکت دی ؟

۴۔کس شخص نے اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ اس کی قوم والے نہ جنوں سے تھے نہ انسانوں سے ؟

۵۔وہ پانچ موجود جو زمین پر چلے مگر رحم مادر میں نہیں رہے ؟

٦۔دریائی مرغ اور خشکی کے مرغ اپنی آواز میں کیاکہتے ہیں اسی طرح چڑیاں، مینڈک و گھوڑے وگدھے اپنی آوازوں میں کیا کہتے ہیں؟عمر ان کے جواب نہ دے سکے اور حضرت علی (ع) سے کہا کہ آپ ذرا ان کے ان سوالوں کے جوابات دیجئے ،حضرت علی نے ان یہودیوں سے کہا کہ اگر میں تمہاری کتاب تورات سے ان سوالوں کے جوابات دوں تو کیا تم لوگ مسلمان ہو جاؤگے تینوں نے اقرار کیا کہ بے شک ہم مسلمان ہو جائیں گے ،حضرت علی (ع) نے ان کے سوالوں کے یوں جوابات دینا شروع کئے۔

۱۔آسمان کے تالے شرک خداوندی ہیں یعنی یہ شرک سبب بنتا ہے کہ مشرک کا عمل آسمان کی طرف نہ جائے اور قبول نہ ہو۔

۲۔ان تالوں کی چابی وحدانیت خدا کی گواہی اور رسالت پیغمبر (ص) کی گواہی ہے۔

۳۔وہ قبر جو اپنے مردے کو لئے پھری وہ مچھلی تھی جس نے حضرت یونس (ع) کو نگل کر دریا کی سیر کی۔

۴۔وہ چیونٹیوں کا سردار تھا جس نے حضرت سلیمان (ع)کے دور میں جب ان کے قریب سے حضرت سلیمان (ع) کا لشکر گزرا تو اس نے لشکر سے کہا تھا کہ تم لوگ اپنے اپنے بلوں میں چلے جاؤ کہیں سلیمان کا لشکر تمہیں اپنے پیروں تلے کچل نہ دے۔(سورۂ نحل آیہ ۱۸)

۵۔وہ پانچ موجودات جو بغیر رحم مادر میں رہے زمین پر حرکت کرتے رہے ،

ا۔حضرت آدم (ع)۲۔حضرت حوا (سلام اللہ علیہا)، ۳۔ناقۂ صالح (ع)۴۔عصای موسیٰ (ع)،۵۔حضرت ابراہیم ؑکے لئے آیا ہو ادنبہ.

٦۔پانی کا مرغ کہتا ہے:'' خدا اپنے عرش پر ہے ''خشکی کا مرغ کہتا ہے :'' اے غافل انسانوں خدا کو یاد کرو ''چڑیا کہتی ہے:'' اے اللہ ! محمد وآل محمد علیہم السلام کے دشمنوں پر لعنت بھیج ''گھوڑا کہتا ہے:'' اے اللہ ! اپنے مؤمن بندوں کو میدان جنگ میں کافروں پر کامیابی عطا کر ''مینڈک کہتا ہے :''پاک و منزہ ہے میرا معبود وہ ہے جس کی دریا کی گہرائی میں بھی تسبیح کی جاتی ہے'' گدھا کہتا ہے:'' سود خور اور دھوکہ باز لوگوں پر خدا کی لعنت ہو '' حضرت کے یہ جوابات سن کر دو یہودی تو فوراً مسلمان ہوگئے لیکن تیسرا کہنے لگا اگرچہ میرے دوستوں کی طرح مجھے بھی راہ ہدایت مل چکی ہے مگر میں اپنے مزید یقین کے لئے ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں حضرت علی (ع)نے کہا وہ بھی پوچھو اس نے کہا ذرا اصحاب کہف کی داستان کی چند خصوصیات اور ان کے بادشاہ اور ان کے کُتّے اور ان کے شہر کا نام بھی بتادیں ؟

حضرت علی (ع)نے جواب دیا کہ ان کے بادشاہ کا نام ''دقیانوس'' تھا اور ان کے کُتّے کا نام'' قطمیر ''تھا اور ان کے شہر کا نام ''افسوس''تھا اورپھر اصحاب کہف کی تمام خصوصیات کا ذکر کیا تو وہ تیسرا یہودی بھی یہ کہتے ہوئے مسلمان ہوا کہ یہ سارے

جواب ہمارے پاس موجود تورات کے بالکل مطابق ہیں لہٰذا میں اللہ کی وحدانیت اور رسول (ص) کی رسالت اور آپ کے وصی وخلیفہ ٔرسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں ۔(ارشاد القلوب دیلمی ج۲ص۲۷۰.)

۴۲۔ایک دوسرے پر تہمت لگانے کا فیصلہ: خلافت عمر میں ایک مرد وعورت کو پیش کیاگیا جنھوں نے آپس ہیں میاں بیوی ہونے کے باوجود ایک دوسرے پر تہمت زنا لگائی تھی مرد نے بیوی سے کہا کہ تو زنا کار ہے عورت نے مرد سے کہا کہ تم تو مجھ سے بھی زیادہ زنا کار ہو،عمر نے حکم دیا کہ دونوں کو ایک دوسرے پر زناء کی تہمت لگانے کی حد جاری کی جائے، حضرت علی (ع) نے بڑھ کر کہا کہ حکم کرنے میں جلدی نہ کرو ، صحیح قضاوت ان دونوں کے درمیان اس طرح سے ہے کہ عورت پر دو حدیں جاری ہوں گی ایک خود اپنے زنا کے اقرار پر اور دوسری مرد پر زنا کی تہمت لگانے پر لیکن مرد پر کوئی حد جاری نہیں ہو گی کیونکہ عورت نے اپنے اقرار سے مرد کی بات کی تائید کردی ہے مگر پھر بھی مرد کو ادب کرنے کے لئے کہ وہ آیندہ ایسا نہ کرے کچھ کوڑے لگوادو ۔(مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص۳۵۹)

۴۳۔خلیفہ کی مانند جعلی مہر بنانے والے کی سزاء:

خلافت عمر کے دوران معاذ بن زائد نامی شخص نے خلیفہ کی مہر کی مانند جعلی مہر بنوا کر کوفہ کے لوگوں سے بہت سارا مال جمع کر کے استعمال کر لیا ،جب عمر کو پتہ چلا تو ایک

دن نماز کے فوراً بعد منبر پر جا کر لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا کہ معاذ بن زائد نے اس طرح کی حرکت کی ہے تم لوگوں کی نظر میں اس کی کیا سزاء ہونی چاہئے ؟بعض نے کہا چوری کے عنوان سے اس کے ہاتھ کاٹے جائیں اور بعض نے کہا اسے قتل کردیا جائے وغیرہ وغیرہ، حضرت علی (ع)جو خاموش بیٹھے تھے عمر حضرت سے پوچھتے ہیں اے ابو الحسن ! آپ کا کیا مشورہ ہے؟ حضرت نے کہا معاذ کے جھوٹ پر اسے تنبیہ کی جائے ،عمر نے حضرت علی (ع)کے کہنے کے مطابق اسے چند کوڑے لگواکر کچھ عرصہ کے لئے قید ڈال دیا۔(فتوح البلان بلاذری)

۴۴۔عورت کے لئے کئی شوہروں کی ممنوعیت کا فیصلہ:خلافت عمر کے دوران ایک دفعہ چالیس کے قریب عورتیں آکر خلیفہ سے پوچھتی ہیں کہ کیوں ایک مرد کئی عورتیں رکھ سکتا ہے مگر عورتوں کے لئے ایک سے زائد شوہروں کی اجازت نہیں؟عمر ان کے سوال کا جواب نہ دے سکے اور حضرت علی (ع) سے ان کے جواب دینے کو کہا،حضرت علی (ع) نے ان عورتوں سے کہا کہ تم سب علیحدہ علیحدہ کسی برتن میں پانی لاؤ سب نے ایسا ہی کیا ،حضرت نے سب برتنوں کا پانی ایک برتن میں خالی کر کے ملادیا اور کہا اب تم سب اپنا اپنا پانی علیحدہ کر لو ،انھوں نے کہا کہ اس مخلوط پانی سے ہم سب اپنا اپنا پانی کیسے علیحدہ کر سکتے ہیں حضرت علی (ع)نے فرمایا:اگر ایک عورت کئی شوہر کر لے تو کس طرح سے مختلف مردوں کے مخلوط نطفوں کو پہچانا جائے گا لہٰذا ایسی عورت سے پیدا ہونے والے بچے کو کس طرح پہچانا جا سکتا ہے کہ یہ کس کا بچہ ہے ،عمر حضرت علی

(ع)کا یہ جواب سن کر خوش ہوئے اور کہنے لگے اے علی !'' خدا مجھے آپ کے بعد زندہ نہ رکھے''۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج۲ص۳۶۰)

۴۵۔قضاوت علی (ع) میں لواط کے گناہ کا بڑا ہونا: خلافت عمر میں ایک جوان کو لایا گیا جس سے کسی نے عمل لواط کیا تھا اور یہ خود بھی اس عمل پر راضی تھا عمر نے گواہوں سے پوچھا کہ تم سب نے خود سے دیکھا ہے انھوں نے کہا: ہاں عمر فیصلہ نہ کر سکے اور حضرت علی (ع) سے مدد طلب کی حضرت نے پہلے تو لواط کرنے والے کو تلاش کروایا مگر جب وہ نہ ملا تو کہا کہ اس لواط کروانے والے کا گناہ بھی بہت بڑا ہے پہلے تو اس کی گردن اُڑادی جائے اور پھر آگ جلا کر اس میں اسے ڈال دیا جائے ۔(فروع کافی ج۷ ص۱۹۹)

۴۶۔ایک بہت بڑے راز کا فاش ہونا: شیخ کلینی اپنی کتاب میں عاسم بن حمزہ سے نقل کرتے ہیں کہ خلافت عمر کے زمانے میں میں مدینہ میں تھا کہ ایک جوان کو یوں دعا کرتے ہوئے سنا :"یااَحْکَمَ الْحَاکِمِیْنَ اُحْکُمُ بَیْنِي وَبَیْنَ اُمّی"یعنی اے خدائے حکیم میرے اور میری ماں کے درمیان فیصلہ کر . عمر نے اس جوان کو اپنے پاس بلواکر کہا کہ کیوں تم اس طرح سے اپنی ماں پر نفرین کر رہے ہو؟ جوان نے کہا کہ اے خلیفہ ! میری ماں نے مجھے نو ماہ اپنے شکم میں رکھا اور دو سال دودھ پلا کر بڑا کیا اور اب میرا انکار کرتی ہے کہ میں اس کا بیٹا نہیں ہوں ،عمر نے اس جوان کی ماں کو بلوا یا عورت کے ساتھ اس کے چار بھائی اور چالیس گواہ بھی آئے اور سب نے یہی کہا کہ ہم

اس جوان کو نہیں جانتے یہ جھوٹ بول رہا ہے اس لڑکی نے تو ابھی تک شادی ہی نہیں کی ہے (بعض نے اس عورت کا نام ''عنیزہ''ذکر کیا ہے جو کسی انصار کی لڑکی تھی) ایک طرف ان سب کا انکار دوسری طرف جوان کا اصرار عمر کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، حضرت علی (ع)سے ان کے درمیان فیصلہ کرنے پر مدد طلب کی حضرت نے طرفین کی باتوں کو سننے کے بعد اس عورت اور اس کے سگے بھائیوں اور حاضرین سے کہا کہ اجازت ہے آج اس عورت کے بارے میں میں ایسی قضاوت کروں جس پر خدا بھی اور اس کا رسول بھی خوش ہو جس کی تعلیم میرے رسول(ص)نے مجھے دی ہے سب نے کہا :جی ہاں، حضرت علی (ع)نے خدا کو اور حاضرین کو گواہ ٹھہراکر کہا کہ میں اس جوان کی شادی اس عورت سے کرتا ہوں اور ۴۰۰ درہم مہر اپنے پاس سے ادا کرتا ہوں اور قنبر سے ۴۰۰ درہم کی تھیلی منگوا کر اس جوان کو دی کہ جاؤ اس سے عقد کرلواب جو عورت نے یہ سنا تو اسے اندرونی احساس شرم ہوا اور چلائی :"اَلنَّارُ اَلنَّارُ يَابْنَ عَمَّ محمّدٍ اَتُرِيْدُ اَنْ تُزَوِّجُنِي مِنْ وَلَدِي وَاللهِ هذا ولدى"."یعنی ہائے دوزخ کی آگ ہائے دوزخ کی آگ اے پیغمبر(ص)کے چچا زاد بھائی کیا آپ میری شادی میرے بیٹے سے کرنا چاہتے ہیں اللہ کی قسم کہ یہ میرا بیٹا ہے ''پھر اس عورت نے اصل داستان بیان کی کہ یہ سارا کام میرے بھائیوں کا ہے جنھوں نے پہلے میر انکاح ایک سیاہ پوش غلام سے کر دیا تھا جس سے یہ بیٹا ہوا جب یہ بڑا ہو اتو میرے ان بھائیوں نے کہا کہ تم اس کا انکار کردو،خدا کی قسم یہ میرا حقیقی بیٹا ہے اور میرا قلب

اس کے لئے تڑپ رہا ہے اور پھر اس عورت نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے چلی گئی ،یہ دیکھ کر عمر نے خوشی سے صدائے تکبیر بلند آواز میں کہی اور کہا:"وَاعُمَرَاہُ،لَوْلاَ عَلِیّ لَھلکَ عُمَرُ"یعنی افسوس ہوا ے عمر تجھ پر کہ اگر علی نہ ہوتے تو تُو ہلا ک ہو جاتا ''۔(فروع کافی ج۷ ص۴۲۳،تہذیب الاحکام شیخ طوسی ج٦ ص۳۰۴.نوٹ اسی سے ملتی داستان بحار ج۹ص ٢٦٨ پر بھی تحریر ہے رجوع کر سکتے ہیں)

۴۷۔تاریخ اسلامی کی ابتدا کا فیصلہ: تاریخ بشریت میں ہر ملت نے اپنے لئے ایک تاریخ معین کر رکھی ہے مثلاً: عیسائی لوگ اپنی تاریخ کی ابتدا ولادتِ حضرت عیسیٰ (ع)سے قرار دیتے ہیں اور عربوں نے جزیرۃ العرب میں اپنی تاریخ کی ابتدا عام الفیل (یعنی جس سال ابرہہ کے سواروں نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا مگر ابابیل پرندوں کے برسائے ہوئے پتھروں سے اُنھیں شکست ہوئی) سے قرار دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ خلافت عمر کے تیسرے سال تک مسلمانوں کے درمیان بھی کوئی خاص سال معین نہ تھا ،عمر بن خطاب نے اصحاب کو جمع کر کے اس سلسلے میں کوئی راہ حل تلاش کرنے کے لئے مشورہ کیا بعض اصحاب نے پیغمبر(ص) کے ولادت کے سال کو اور بعض نے مبعث پیغمبر(ص) والے سال سے تاریخ اسلامی کی ابتدا کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت علی (ع) نے پیغمبر اسلام (ص)اور مسلمانوں کے دیار کفر سے نکلنے اور دیار اسلام میں داخل ہونے یعنی ہجرت کے سال سے تاریخ اسلامی کی ابتدا کا مشورہ دیا،عمر کو حضرت علی (ع)کا مشورہ پسند آیا لہٰذا اس دن سے مسلمانوں کی تاریخ کی ابتدا ہجرتِ پیغمبر(ص)سے شمار ہو گئی

اور آج موجودہ شمسی و قمری دونوں تاریخوں کا آغاز ہجرت پیغمبر سے ہی ہے اتنے فرق کے ساتھ کہ شمسی تاریخ والے ہجرت پیغمبر(ص) کو ربیع الاول سے اور عرب لوگ محرم کوہجرت کے سال کا پہلا مہینہ قرار دیتے ہیں لہٰذا مسلمانوں کے نزدیک محرم الحرام ہجرت کے سال کا پہلا مہینہ قرار پایا اس کی وجہ بھی پیغمبر اسلام (ص) کی عظیم ہجرت اور مدینہ میں حکومت اسلامی کا قائم ہونا تھا۔ (تاری یعقوبی ج۱ ص۱۲۳ ،تاریخ طبری ج۲ ص۲۵۳،کنز العمال ج۵ ص۲۴۴)

۴۸۔ ضربت کے سبب لکنت آجانے کا فیصلہ : خلافت عمر کے زمانے میں ایک شخص عمر کے پاس آکر کے کہتا ہے کہ فلاں نے میری زبان پر ایسی ضربت لگائی ہے کہ جس کی وجہ سے میری زبان میں لکنت آگئی ہے اور میں صحیح سے بات نہیں کر سکتا لہٰذا میں اس سے اس کام کی دیت لینا چاہتا ہوں اب عمر کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی کتنی دیت بنے گی اور کس طرح سے ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے لہٰذا اس شخص کو لے کر حضرت علی (ع)کے پاس آئے اور اس مشکل کو حل کرنے کی گزارش کی، حضرت علی (ع)نے کہا یہ فیصلہ کرنا تو بہت آسان ہے دیکھو وہ ۲۸ حروف تہجی میں سے کتنے حروف ادا کر سکتا ہے اور کتنے ادا نہیں کرسکتا ہے مثلاً:اگر ۲۸ حروف میں سے ۱۴ حروف اس کی لگائی ہوئی زبان پر ضربت کے سبب ادانہیں کر سکتا تو ایک سالم انسان کی آدھی دیت اور اگر ۷ حروف ادا نہیں کرسکتا تو ۱/۴ اسی طرح سے حروف کی ادائیگی کے ذریعے سے اس کی زبان کی دیت معین ہوگی (قضایای امیر المؤمنین (علامہ شوشتری)ص۱۳۳)

۴۹۔قیصر روم کے سوالوں کے جوابات دینا: ابن مسیب روایت کرتے ہیں کہ خلافت عمر کے زمانے میں ایک دفعہ بادشاہ قیصر روم نے عمر کو خط لکھا کہ میرے یہ کچھ سوالات ہیں جن کے آپ جوابات دیں؟

۱۔وہ کیا ہے جسے خدانے خلق نہیں کیا؟

۲۔وہ کیا ہے جسے خدا نہیں جانتا ؟

۳۔وہ کیا ہے جو خدا کے پاس نہیں ؟

۴۔وہ کیاہے جس کے ہرطرف منہ ہے؟

۵۔وہ کیاہے جس کے سب پیر ہی پیر ہیں؟

۶۔وہ کیاہے جوپوری کی پوری آنکھ ہی آنکھ ہے؟

۷۔وہ کیاہے جوپوری کی پوری پرہی پر ہے؟

۸۔وہ کون ہے جس کاخاندان نہیں؟

۹۔وہ کیاہیں جوبغیرماں کے وجود میں آئے؟

۱۰۔وہ کیاہے جوبغیرروح کے سانس لیتی ہے؟

۱۱۔وہ کون ساپہاڑ ہے جس نے حرکت کی ہے؟

۱۲۔وہ کون سی جگہ ہے جہاں صرف ایک دفعہ سورج کی شعائیں پڑیں؟

۱۳۔وہ کون سادرخت ہے کہ جس کے سائے تلے سوارسوسال تک بھی گھوڑادوڑائے تواس کے آخرتک نہ پہنچ سکے؟

۱۴۔وہ کون سا درخت ہے جوبغیرپانی کے بھی سبز ہے؟

۱۵۔بہشتی غذائیں کیسی ہیں کہ پیشاب پاخانہ کی ضرورت پیش نہیںآئے گی؟

۱۶۔وہ کیاہے جس کے اندر کئی قسم کے رنگ ایک ساتھ ہیں؟

۱۷۔کس طرح سے لڑکی(حور)سیب کے درمیان سے نکل کرآئے گی(جیساکہ بعض روایات میں اس طرح سے ذکر ہے) ؟

۱۸۔وہ کون سی کنیز ہے جودوافراد کے درمیان مشترک ہے؟

۱۹۔کیاچیزیں بہشت کی چابیاں ہیں؟

قیصرروم کے یہ سوال سن کرہی عمرشرمندگی سے سرجھکاکرعلی (ع)کی طرف رجوع کرتے ہیں اورحضرت علی (ع)ان سوالوں کے اس طرح سے بالترتیب جواب دیتے ہیں۔

۱۔وہ قرآن ہے جسے خدانے خلق نہیں کیابلکہ وہ خود کلام الٰہی ہے۔

۲۔وہ جسے خدانہیں جانتاوہ تمہاراعقیدہ ہے کہ جوتم خداکے لئے ہمسر وفرزندکے قائل ہوجبکہ خدانے اپنے لئے ایسی کوئی چیز قرارنہیں دی ہے جیساکہ سورہ ٔمومنون کی آیہ۹۱اورسورہ توحیدکی آیہ ٔ۳ میں اس بات کا بھی ذکرہواہے۔

۳۔اورجوخداکے پاس نہیں وہ ظلم ہے۔(رجوع کریں:سورہ فصلت آیہ۴۶)

۴۔وہ چیز جس کے ہرطرف منہ ہے وہ آگ ہے جس میں جس طرف سے بھی کوئی چیز ڈالی جائے اسے جلادیتی ہے۔

۵۔وہ چیز جس کے صرف پیرہی پیرہیں وہ پانی ہے۔

۶۔وہ چیز جس کے آنکھ ہی آنکھ ہے وہ سورج ہے۔

۷۔وہ چیز جس کے پرہی پرہیں وہ ہواہے۔

۸۔جس کاخاندان نہیں وہ حضرت آدم ہیں۔

۹۔وہ جوبغیررحم مادر میں قرارپائے پیداہوئے ان میں ایک عصاء موسیٰ ہے دوسراوہ دنبہ ہے جوحضرت اسماعیل کے بدلے آیااورحضرت آدم وحواء ہیں۔

۱۰۔جو بغیر روح کے سانس لیتی ہے وہ صبح ہے جیسا کہ سورہ تکویر کی آیہ۱۸ میں اس بات کاذکر موجود ہے۔

۱۱۔وہ پہاڑ جس نے حرکت کی وہ (طور سینا) ہے جو بحکم خدا زمین کے ایک ٹکڑے کی مانند جدا ہو کر ہوامیں اُڑ کر بنی اسرائیل والوں کے سروں پر قرار پایا تھا(اعراف آیہ۱۷۱)جب موسیٰ نے ان سے کہاکہ اگر اب بھی تم لوگ ایمان نہ لائے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر گرادیاجائے گااورجب ان لوگوں نے توبہ کرلی تووہ پہاڑ اپنی جگہ پر قرار پاگیا۔

۱۲۔وہ مقام جہاں سورج کی صرف ایک دفعہ تپش پہنچی وہ دریائے نیل ہے جب بنی اسرائیل فرعون اور اس کے لشکرکے خوف سے وہاں پہنچے اورپانی نے ان کے لئے راستہ دیا اورسورج نے دریاکی زمین کوان کے لئے خشک کیااوروہ وہاں سے صحیح وسالم گزرگئے اور جب فرعون اوراس کے لشکرنے وہاں سے گزرناچاہاتووہ پانی کی دیواریں آپس میں مل گئیں اوریہ سب غرق ہوگئے، ۱۳۔وہ درخت جس کے سائے میں سوار۱۰۰سال تک بھی چلے اوراس کاسایہ ختم نہ ہووہ بہشت میں درخت (طوبیٰ) ہے بہشت میں کوئی گھر و قصر ایسا نہیں کہ اس درخت کی شاخ اس میں آویزاں نہ ہواور اس کی دنیامیں مثال سورج کی سی ہے جس کی روشنی ہرجگہ ہے جبکہ وہ خودصرف ایک جگہ ہے۔

۱۴۔وہ درخت جوبغیرپانی کے سبز ہواوہ (کدو)کادرخت ہے جوحضرت یونس (ع)کے لئے معجزانہ طور پرسبز ہواتھا،(رجوع کریں: سورہ صافات کی آیہ ۱۴)

۱۵۔ بہشتی غذائوں کی مثال دنیامیں رحم مادرمیں رہنے والے بچے کی سی ہے جسے ناف کے ذریعے سے غذا پہنچتی ہے لیکن وہ نہ پیشاب کرتاہے اورنہ پاخانہ۔

۱۶۔ کئی رنگوں کے ایک ظرف میں جمع ہوجانے کی مثال دنیامیں انڈاہے جس میں سفیدی وزردی جمع ہیں اور آپس میں ملتی نہیں ہیں۔

۱۷۔سیب سے نکلنے والی لڑکی کی مثال دنیامیں سیب کے اندر سے نکلنے والے کیڑے کی سی ہے، ۱۸۔اس کنیز کی مثال جودوافراد کے درمیان مشترک ہے وہ شاخۂ خرماہے جودنیامیں مجھ جیسے مومن اورتجھ جیسے کافر دونوں کے لئے ہے مگر آخرت میں وہ تم جیسوں کے لئے نہیں ہوگی کیونکہ تم بہشت میں نہیں جاسکوگے۔

۱۹۔ بہشت کی چابیاں "لااِلَہَ اِلاَّاللہ ،محمدرسول اللہ" ہیں۔

جب یہ جوابات قیصرروم کے پاس پہنچے تو اس نے کہایہ جوابات سوائے خاندان نبوت کے کہیں سے نہیں آسکتے۔(تذکرۃ الخواص ص۱۴۵،الغدیر ج٦ص۲۴۸)

۵۰۔اچھائیوں کو نہیں بھلانا چاہئے: خلافت عمر کے زمانے میں ایک دفعہ حضرت علی (ع)اور عمر مدینہ کے عمومی حمام میں پہنچے عمرکہتے ہیں کہ یہ حمام کتنی بری جگہیں ہیں کہ یہاں بے حیائی کے ساتھ لوگ ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں اوراپنی اپنی سریلی آوازیں نکال کر دوسروں کواذیت بھی پہچاتے ہیں حضرت علی (ع)عمر کے جواب میں

فرماتے ہیں یہ کیوں نہیں دیکھتے کہ یہ ایسی اچھی جگہ ہے جہاں انسان پاک وصاف ہوتاہے اوریہاں کی گرمی انسان کو جہنم کی آگ کی گرمی یاددلاتی ہے۔(بحار الانوارج ۸۱ص۲۲۳،تہذیب (شیخ طوسی ج۱ص۳۷۱)

حضرت علی (ع)کے اس طرح کے کلام سے حضرت عیسیٰ (ع)کی وہ بات یادآجاتی ہے جب ان کے حواریوں نے ایک بیابان سے گزرتے ہوئے مردارکتے کوپڑاہوادیکھ کر کہاکہ اس سے کتنی گندی بوآرہی ہے توعیسیٰ (ع)نے فرمایا:دیکھو اس کے دانت کتنے سفید ہیں یعنی صرف برائیوں کونہیں دیکھناچاہئے بلکہ اچھائیوں کوزیادہ دیکھناچاہئے۔(بحار ج۱۴ ص۳۲۷)

حضرت علی علیہ السلام کی پانچ نصیحتیں

وقال علیہ السلام:"اوصیکم بخمس لوضربتم الیها اباط الابل لکانت لذالک اهلا:لایرجون احدمنکم الا ربہ،ولا یخافن الا ذنبہ، ولایستحیین احدمنکم اذاسئل عما لایعلم ان یقول لا اعلم ،ولایستحیین احد اذالم یعلم الشیء ان یتعلمہ وعلیکم بالصبر فان الصبر من الایمان کاالراس من الجسد ،ولا خیر فی جسد الاراس معہ ولا فی ایمان لا صبر معہ"(نہج البلاغہ حکمت ۸۲)ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: میں تمہیں ایسی پانچ چیزوں کی وصیت کرتاہوں کہ اگر انہیں حاصل کرنے کے لئے اونٹوں کو ایڑھ لگاکر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گی.تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سواکسی سے آس نہ لگائے اور اپنے گناہ کے علاوہ کسی شئے سے خوف نہ کھائے اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا ہو تو اس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کوایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے اگر سر نہ ہوتو بدن بیکار ہے اسی طرح ایمان کے ساتھ صبر نہ ہوتو ایمان میں کوئی خوبی نہیں.۔

چوتھی فصل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عثمان و معاویہ کی خلافت کے دوران شیر خدا کے فیصلے

۲۳ ھ کے ذی الحجہ کی ۲٦ تاریخ کو عمر بن خطاب کاانتقال ہوا اور ۲۴ھ کے محرم کی چارتاریخ کو عثمان مسندخلافت پر بیٹھے اور تقریباًااسال خلافت کی ان کی خلافت کے دوران بھی جوحضرت علی (ع)نے فیصلے کئے ہم ان ہیں‌سے چندفیصلوں کوبطورنمونہ پیش کریں گے۔

ا۔انسانی سرکے آگ میں جلنے کافلسفہ: خلافت عثمان کے زمانے میں ایک شخص کسی کافرکی کھوپڑی جوکئی سال پہلے مرچکاتھااُٹھاکرخلیفہ ٔ وقت کے پاس لاکرکہتاہے کہ اگر اسلامی عقیدہ کے مطابق کافرآگ میں جلایاجاتاہے تواس کافر کی کھوپڑی پرجلنے کی علامات کیوں نہیں ہیں؟حتی یہ گرم تک نہیں ہے؟عثمان اس شخص کاجواب نہ دے سکے اورحضرت علی (ع)سے اس سلسلے میں مددمانگی حضرت نے اس کے سوال کوسن کر وہ پتھر منگوایاجس سے آگ نکلتی ہے اور اس شخص سے کہاکہ یہ دیکھو یہ پتھر دیکھنے میں ٹھنڈاہے مگر اس کوجب دوسرے پتھرپرمارا جائے تو اس سے آگ نکلتی ہے اسی طرح کی حالت اس کافر کی کھوپڑی کی بھی ہے لہٰذا اس بات میں کیامانع ہے کہ کھوپڑی کے اندرآگ ہو جس کے ذریعے سے اسے عذاب دیاجارہاہومگرہمیں وہ آگ نظر نہ آئے سوال کرنے والا

جواب سن کر خاموش ہوگیا،عثمان نے خوشی سے نعرہ بلند کرتے ہوئے کہا:"لَوْلاَ عَلِیّ لَھلک عُثْمَانُ"یعنی اگر علی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہوجاتا۔(لغدیر ج۸ ص ۲۱۴)

۲۔بے گناہ عورت کو سزاء سے نجات نہ مل سکی: اہل سنت کی روایات کے مطابق خلافت عثمان میں کسی شخص نے شادی کی تواس کی بیوی کے چھ ماہ میں ہی بیٹا ہوگیااس شخص نے خلیفہ کے پاس آکر شکایت کی کہ یقینا میری بیوی پہلے سے گناہ کے نتیجہ میں حاملہ ہوگی اورمجھے نہیں بتایاورنہ چھ ماہ میں توبچہ نہیں ہوتا، عثمان نے بھی اسی شخص کی طرح سوچ کراس عورت کو سنگسار کرنے کاحکم سنایااسے سزاء کے لئے لے جارہے تھے کہ راستہ میں حضرت علی (ع)سے ملاقات ہوئی اس عورت نے حضرت سے مدد طلب کی حضرت نے ماجرا سننے کے بعد عثمان سے کہاکہ کیاآپ نے قرآن میں ایک جگہ(وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ۔وْلاَدھنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ)(سورہ بقرہ آیہ ۲۳۳)اوردوسری جگہ(وَحَمْلُہُ وَفِصَالُہُ ثَلَاثُونَ شَھرًا)(سورہ احقاق آیہ۱۵)نہیں پڑھاجس سے صاف صاف یہ بات پتہ چل جاتی ہے کہ حمل کی کم ازکم مدت چھ ماہ ہے لہٰذا اس عورت نے گناہ نہیں کیاہے،عثمان نے حضرت علی (ع)کایہ جواب سن کر اپنے بارے میں مسئلے سے ناواقفیت کااقرار کیااورحکم دیاکہ عورت کوواپس لوٹادیاجائے مگرافسوس ان کے حکم کرنے میں دیرہوچکی تھی اور وہ عورت سنگسار کی جاچکی تھی جبکہ وہ عورت قسمیں کھاکھاکر کہتی تھی کہ میں ہرگزگناہ کی مرتکب نہیں ہوئی ہوں یہ بچہ اسی شوہر سے ہے

اورحلال زادہ ہے اورلوگوں نے بھی دیکھاکہ وہ بچہ اپنے باپ کے شبیہ تھا مگرلوگوں نے اس پاک زوجہ پرتہمت زنا لگانے والے شوہرکابھی سرانجام دیکھاکہ کس طرح تڑپ تڑپ کروہ شخص مرا۔(بحار ج٦ص٩٤)

٣۔بوڑھے مرد سے ٹھہرے ہوئے حمل کاسرانجام: خلافت عثمان میں ایک بوڑھے شخص نے ایک جوان باکرہ لڑکی سے شادی کی بوڑھے نے اپنی جوان زوجہ سے ہمبستری توکی مگر اس کی بکارت نہ پھٹی کچھ عرصہ بعد جب وہ لڑکی حاملہ ہوگئی توبوڑھے نے آکرجوان زوجہ کی بکارت کے باقی رہنے کی گواہی دیتے ہوئے اس پرتہمت زنالگائی،عثمان نے جوان زوجہ کوبلاکرماجراپوچھاتواس نے حاملہ ہونے اورباکرہ رہنے دونوں کی تصدیق کی عثمان نے لڑکی پرحدجاری کرنے کاحکم دیدیا جب حضرت علی (ع) کوپتہ چلاتوآپ نے کہاکہ یہ حمل اسی بوڑھے سے ٹھہراہے بےگناہ حاملہ عورت پرحدجاری کرنے کے بجائے خوداس بوڑھے پرتہمت زنالگانے کی حدجاری کی جائے پھرحضرت علی (ع)نے تفصیل بتائی کہ عورت کی آگے کی شرم گاہ میں دوسوراخ ہوتے ہیں ایک پیشاب کااوردوسراحیض کالہٰذا بعض اوقات مقام پیشاب کے بجائے مقام حیض سے نطفہ چلاجاتاہے جس سے حمل ٹھہرسکتاہے اس طرح مقام پیشاب کی بکارت بھی جوہمبستری کے باعث پھٹ جاتی ہے باقی رہتی ہے پھر اس بوڑھے سے پوچھا گیاتواس نے بھی ہمبستری ہونے کی تصدیق کی،عثمان کوحضرت کافیصلہ سن کربہت تعجب ہوااورفوراً اس لڑکی کوآزاد کردیا۔(ارشادمفیدج١ص٢٠٢)

۴۔ولید پر شراب خوری کی حد جاری کرنا: خلافتِ عثمان میں عثمان نے اپنے مادری بھائی ولید بن عقبہ کو کوفہ کا داروغہ بنادیا تھاجبکہ ولید کا سابقہ صحیح نہیں تھاوہ شراب خورانسان تھاایک دن شراب کی مستی میں اس نے صبح کی دورکعت نماز کے بجائے چاررکعت پڑھادی اورپھر مجمع سے متوجہ ہو کر کہتاہے کہ اگراورچاہتے ہوتواورپڑھادوں،لوگ اس سے انتہائی متنفر تھے کیونکہ وہ لوگوں پر بھی بہت ظلم وستم کرتا تھا اور بیت المال کو بھی تباہ کرکے رکھ دیا تھاسرانجام مالک اشتر اورچندلوگ مل کے عثمان کے پاس پہنچے اور''ولید''کے کاموں کی شکایت کی اورکوفہ کی حکومت سے اسے معزول کرنے کوکہاجس پر عثمان نے گواہ طلب کئے اورابوزینب وابوجندب نے گواہیاں بھی دیں مگر پھر بھی پہلے توعثمان نے''ولید''کومعزول کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیااور پھرجب لوگوں کے اصرارپر معزول بھی کردیاتو''ولید''پرشراب خوری کی حدجاری کرنے میں لا پرواہی سے کام لیااورلوگوں سے یہی کہتے تھے کہ ابھی تک ثابت نہیں ہوسکاہے ناچاری کے عالم میں عثمان خودحضرت علی (ع)سے مشورہ کرتے ہیں توحضرت نے خود ''ولید''پرحدجاری کرنے کی ذمہ داری سنبھالی اور ولید کوحاضرکرکے اسے شراب خوری کے نتیجہ میں ۸۰ کوڑے لگائے۔(الغدیرج۸ص۱۲۰.)

۵۔دوعورتوں کی میراث کے مسئلے کا حل: خلافت عثمان کے دورمیں ایک شخص جس کی دوبیویاں تھیں ایک بنی ہاشم سے اوردوسری انصار سے اس نے انصار والی زوجہ کوطلاق دیدی ابھی وہ عدت ہی گزار رہی تھی کہ شوہرکاانتقال ہوگیا(قوانین اسلامی کے لحاظ سے

عدۂ طلاق تقریباً تین ماہ ہے اوراس دوران اگر شوہر کا انتقال ہوجائے توزوجہ کواس کی میراث ملتی ہے)لہٰذایہ عدت گزارنے والی عورت اپنے رشتہ داروں کے ہمراہ دربارخلافت میں پہنچی اورشوہر کی میراث کامسئلہ پیش کیادوسری طرف دوسری زوجہ ارث دینے پرآمادہ نہیں تھی کہ اسے توطلاق ہوچکی ہے لہٰذاعثمان اس مسئلے میں فیصلے کرنے سے عاجز رہے حضرت علی (ع)سے مدد طلب کی حضرت نے اس انصاری عورت سے کہاکہ تم قسم کھاکربتاؤکہ طلاق سے ابھی تک تم نے تین ماہواریاں تونہیں گزاریں ہیں (تاکہ یہ واضح ہوسکے کہ تمہاری عدت کی مدت ختم نہیں ہوئی ہے تاکہ اس طرح تمہیں میراث مل سکے)اس عورت نے قسم کھانے سے انکار کیانتیجتاًوہ مردہ شوہر کی میراث سے بھی محروم رہی۔(بحارالانوارج٤٠،مستدرک الوسائل ج٣ص١٦٦.)

٦۔حالت احرام میں شکار کے گوشت کاحرام ہونا: خلافت عثمان کے دور میں ایک دفعہ خلیفۂ وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حج کے موسم میں مُحرِم تھے کہ کسی نے بٹیر کاشکار کرکے عثمان اوران کے ساتھیوں کے پاس بھیجاعثمان کہنے لگے یہ شکار ہمارے لئے حلال ہے کیونکہ اسے نہ ہمارے حکم سے شکارکیاگیاہے اورنہ خودہم نے ہی یہ شکارکیاہے بلکہ ہمارے لئے اس کے گوشت کاکھاناحلال ہے حضرت علی (ع) کوجب اس بات کاپتہ چلاتوآکرکے کہاکہ اس شکارکاگوشت آپ تمام مُحرِم حضرات پرحرام ہے کیونکہ ایک دفعہ میں اورچنداصحاب پیغمبر (ص) کے ہمراہ حالت احرام میں تھے کہ کسی نے شکارکئے ہوئے جانورکے پکّے ہوئے پائے پیغمبر(ص) کی خدمت میں بھیجے اوراسی طرح ایک دفعہ

کسی نے پیغمبر (ص) کی خدمت میں پانچ شتر مرغ کے انڈے بھیجے مگر پیغمبر (ص) نے یہ کہکرلوٹادیئے کہ ہم اس وقت حالت احرام میں ہیں اوریہ نہیں کھاسکتے لہٰذا یہ چیزیں غیر مُحرِم افراد کو کھلادو،آنحضرت(ص)کے اس کلام کی تائیدوہ بیٹھے ہوئے بارہ اصحاب کرام نے بھی کی لہٰذا حضرت علی (ع)کے اس فیصلے کوسن کر شرم وحیاء کے پسینے میں ڈوبے ہوئے عثمان اپنی جگہ سے اُٹھ کرچلے گئے اس طرح اس شکاری گوشت سے اجتناب کیا۔(مستدرک الوسائل ج۲ص۱۱٦مسنداحمدج۱ص۱۰)

۷۔ارث کے پیچیدہ مسئلے کاحل: خلافت عثمان کے دورمیں بردگی کابازار گرم تھاحامد نامی شخص کی ایک کنیز تھی جس سے ایک بچہ بھی ہوچکاتھااورحامدنے اس کنیز سے کافی عرصہ دوری اختیار کرتے ہوئے اپنے زید نامی غلام سے اس کنیز کاعقد کردیاتھاتھوڑی ہی مدت بعدحامدکاانتقال ہوگیااس کنیز کوبچے کے ذریعے سے جوارث حامدسے ملاتھااس سے آزادہوگئ کیونکہ یہ کنیزآقاسے ہونے والے بچے کی میراث کا جزقرار پاتی ہے کچھ مدت بعد حامدکے بیٹے کابھی انتقال ہوگیالہٰذا وہ عورت اپنے بچے کے ارث میں اپنے دوسرے شوہرزید کواموال موروثی میں پاتی ہے نیتجتاًزیدخوداس زوجہ کاغلام قرارپایالہٰذا اب زیداپنی اس زوجہ سے ہمبستر نہیں ہوسکتاتھالہٰذا عورت اس طرح سے استدلال کرکے زید سے دوری اختیارکرتی مگرزیداس بات پراٹل تھاکہ وہ میری زوجہ ہے، اس مشکل مسئلے کے حل کے لئے ان دونوں نے عثمان کی طرف رجوع کیاعثمان اس مسئلے کوحل نہ کرسکے نتیجۃً حضرت علی (ع) کی طرف رجوع کرنے کوکہاحضرت علی (ع)نے اس

عورت سے پوچھاکہ کیاجب سے تمہاراشوہر (زید) تمہیں ارث میں ملاہے اس نے تمہارے ساتھ نزدیکی کی ہے یانہیں؟عورت نے کہانہیں، حضرت فرماتے ہیں: اگر مجھے پتہ چل جاتاکہ زیدنے ایساکیاہے تومیں اسے سزا دیتا،پھراس عورت سے کہاکہ جائوزید تمہاراغلام ہے اورتم پر کسی قسم کاکوئی تسلّط نہیں رکھتا ہے اب تمہاری مرضی ہے کہ یااسے اپنی غلامی پرباقی رکھویاآزاد کردو کیونکہ بہرحال اب وہ تمہاراغلام ہے۔(ارشادمفید،ج۱ص۲۰۳)

۸۔متنازعہ بچےکے مسئلے کاحل: خلافت عثمان کے دوران یحییٰ وصفیہ جودونوں کنیزوغلام تھے زندگی گزاررہے تھے اسی دوران صفیہ سے کسی دوسرے غلام نے زناکیاجس کے نتیجہ میں صفیہ حاملہ ہوگئی اوربچہ پیداہوجانے پران دونوں مردوں میں تنازع ہواکہ یہ میرابچہ ہے آخرکاریہ اختلافی مسئلہ عثمان کے پاس فیصلے کے لئے پہنچااورماجرابیان ہواعثمان اس مسئلے کوحل کرنے اورفیصلہ کرنے سے عاجز ہوتے ہوئے حضرت علی (ع) کی طرف رجوع کرنے کوکہتے ہیں حضرت علی (ع)کے سامنے جب اس مسئلے کوپیش کیاجاتاہے توآپ ارشاد فرماتے ہیں: میں اس مسئلے میں رسول خدا (ص) کی طرح کافیصلہ کروں گا پھر آپ نے فرمایا: "اَلْوَلَدُ لِلْفَرَاشِ وَالْعَاهِرِ اَلْحَجَرُ..."بیٹاصاحب بستر کاہے اورزناکارکی سزا سنگساری ہے، اس طرح سے آپ نے اس بچے کویحییٰ کابچہ قراردیتے

ہوئے صفیہ اوراس کے دوسرے مرد کو۵۰، ۵۰کوڑے سزار دینے کاحکم دیا۔(الغدیرج۸ص۱۹۵)

نوٹ:''کیونکہ یہ زناکاردونوں غلام وکنیز تھے اس لیئے قوانین اسلامی کے تحت کنیز وغلام کی سزا آزادانسان سے آدھی ہوتی ہے اورکنیز وغلام کے درمیان زناء محصنہ کے باوجود سنگسار کی سزا نہیں ہے۔

۹۔علی عالم ترین صحابی: خلافت عثمان کے دوران ایک دن کعب الاحبار(جوکہ علماء یہودی میں سے تھا) عثمان کے پاس آکرکے کہتاہے کہ میرے کچھ سوالات ہیں جومیں اس شخص سے پوچھنا چاہتاہوں جواصحاب میں سب سے زیادہ اعلم ہولہٰذا آپ حضرات میں سب سے زیادہ اعلم کون ہے؟یہ سن کر سب کی گردنیں جھک گئیں اتنے میں سامنے سے حضرت علی (ع)آتے ہوئے نظرآئے تمام اصحاب نے خوشی سے صدائے تکبیر بلند آواز میں کہی اور حضرت علی (ع)کی طرف اشارہ کیاکہ ان سے پوچھواس نے حضرت علی (ع)سے کئی سوالات کئےَ جن کے حضرت نے اسلامی اوریہودی مذہب دونوں کے لحاظ سے جواب دیئے منجملہ ان سوالات میں سے دوسوال یہ تھے کہ،

۱۔وہ کون سا انسان ہے جس کے رشتہ دار نہیں؟

۲۔وہ کون ساگھر ہے جس کاکوئی قبلہ نہیں؟

حضرت علی (ع) نے اسے یوں جواب دیئے کہ،

۱۔حضرت آدم (ع) ایسے انسان ہیں جن کے رشتہ دار نہیں،

۲۔خانہ کعبہ کااندرونی حصہ ہے جس کا کوئی قبلہ نہیں کیونکہ وہ خود ہر طرف سے قبلہ ہے ،کعب الاخبار حضرت علی (ع) سے ملنے والے جوابات سے مطمئن ہوگیااور یہ کہتے ہوئے لوٹاکہ مجھے پتہ چل گیاکہ اصحاب میں سب سے اعلم کون ہے۔(قضاوت ہای محیرالعقول ص ۲۶۳)

۱۰۔آنکھ سے اندھا کر دینے کا قصاص: حارث اعور نقل کرتے ہیں کہ خلافت عثمان کے دوران عثمان کے ایک مغرور غلام نے کسی دیہاتی عرب کی آنکھ پر ضرب لگا کر اسے اندھاکر دیا تھافیصلہ کے لئے عثمان کے پاس لایاگیاتوعثمان نے کہاکہ میں آنکھوں سے اندھاکردینے کی دیت اس غلام کی طرف سے دیتاہوں (جوکہ کامل انسان کی دیت ہے) مگر مضروب (اندھاہونے والے) نے اسے قبول نہ کیااوروہ قصاص پر ڈٹارہاآخر کاراس مسئلے کوعثمان نے حضرت علی (ع) کے سامنے پیش کیااورفیصلہ کرنے کوکہاکیونکہ مضروب کااصرار تھاکہ (ضارب) یعنی مارنے والے سے قصاص ہی لیناہے لہٰذا حضرت علی (ع) نے آئنہ اورروئی منگوائے اورروئی کوگیلا کرکے (ضارب) کی آنکھوں پر رکھوایااوردھوپ کے سامنے آئینہ رکھتے ہوئے جب وہ سورج کی شعائوں کومنعکس کررہاتھا تو اس کے سامنے اس (ضارب) کوآنکھیں کھول کر کھڑے ہونے کوکہااور اسے

اتنی دیر کھڑا رکھا کہ اس کی آنکھوں کی سفیدی پگھل کر بہنے لگی اور وہ اندھا ہو گیا۔(فروع کافی ج۷ ص۳۱۹)

ہاں اس طرح حضرت علی (ع) نے اس ظالم اور بے رحم غلام سے اس مظلوم دیہاتی کا قصاص لیا تاکہ دوسروں کے لئے بھی عبرت ہو سکے کہ آئندہ کوئی بھی کسی پر ظلم نہ کرے۔

پانچویں فصل: بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاویہ کے دور میں شیر خدا کے فیصلے

معاویہ بعثت کے پہلے سال مکہ میں پیدا ہوا اور خلافت عمر کے زمانے میں شام کا حاکم قرار پایا اور خلافت عمر کے زمانے میں ۲۰ھ ق کو شام کا حاکم بنا اس کے بعد عثمان کے بر سر خلافت ِ ۲۴ھ ق آنے پر اس کے اپنے مقام پر باقی رہنے کے ساتھ ساتھ اس کی طرف سے ہونے والے ظلم وجور میں اضافہ ہوتا گیا نتیجتاً قتل ِ عثمان کے بعد اس نے حضرت علی (ع) کی رہبری کو قبول نہ کیا اور ۴۰ ھ ق کو حضرت علی (ع) کی شہادت کے بعد اپنے آپ کو خلیفۂ مطلق سمجھنے لگا اس نے ۴۰سال حکومت وسلطنت کی اور ۲۰سال اپنے آپ کو خلیفۂ مسلمین کہلوایا۔(تتمۃ المنتھی ص ۲۵۔۳۰)

ان تمام کاموں کے باوجود جب اس نے سنا کہ حضرت علی (ع) کی شہادت واقع ہو گئی ہے تو یہ جملہ کہا:" فَقَدْ مَاتَ الْفِقْهُ وَالْعِلْمُ"جو سراپا علم و فقہ تھا انتقال کر گیا ہے۔(الاستیعاب ج۲ ص۴۲۶)

اسی طرح نقل ہے کہ اُذینہ کہتے ہیں :ایک دفعہ کسی شخص نے معاویہ سے کچھ علمی مطالب کو پوچھنا چاہا تو اس نے کہا کہ علی (ع) سے پوچھو،اس شخص نے کہا میں ان سے نہیں پوچھنا چاہتا ہوں صرف آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں لہٰذا آپ مجھے جواب دیں معاویہ

کہتے ہیں کیوں تم اس شخص سے نہیں پوچھناچاہتے ہوجس کے بارے میں پیغمبر اسلام (ص)نے یوں ارشادفرمایا:''علی کومجھ سے وہی نسبت ہے جوھارون کوموسیٰ سے تھی سوائے اسکے کے میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''. اورعمربن خطاب بھی اپنی مشکلات کوعلی ہی سے حل کرواتے تھے۔(ذخائر العقبی ص۷۹)

ا۔معاویہ کے سامنے اتمام حجت کرنا: قتل عثمان کے بعد جب معاویہ نے عثمان کاخون بہاوصول کرنے کے بہانے سے لوگوں کواپنے گردجمع کرکے اپنی خلافت کااعلان کیاتوحضرت علی (ع)جن کے ہاتھ پرتمام لوگ پہلے سے قتل عثمان کے فوراً بعد بیعت کرچکے تھے معاویہ کویوں خط لکھتے ہیں"اِنَّہُ با یَعَنِی الْقَوْمُ".(یعنی گویااسی طرح لوگوں نے میری بیعت کی ہے جس طرح ابوبکرپھرعمرپھرعثمان کی بیعت کی تھی اگریہ موضوع کوئی اصل وقانون ہے توسب کے لئے یکساں ہے اگرشوراحجت ہے تویقینا مہاجروانصاراس میں تھے لہٰذا اگران سب نے اتفاق رائے سے کسی کوامام ماناہے توخدابھی اسی سے راضی ہوگا...(نہج البلاغہ نامہ٦)

۲۔معاویہ کے نزدیک حضرت علی (ع)کاعلم: معاویہ مسند حکومت پربیٹھنے کے بعد جب ایک دفعہ اپنے مشیروں کے ساتھ محرمانہ طریقے سے کسی موضوع پرگفتگوکررہاتھاتوگفتگوکے دوران پوچھتاہے کہ اچھایہ بتائوکہ یہ کس طرح سے معلوم کیاجاسکتاہے کہ ہمارا‌سرانجام کیاہوگااورآخرکارخلافت میرے پاس ہی رہے گی یاعلی (ع) کوملے گی؟اس کے مشیروں

نے کہاکہ ہمیں توایساکوئی طریقہ نہیں آتاکہ یہ سب معلوم کرسکیں۔ معاویہ کہتاہے اچھااب میں تم لوگوں کوایک مشورہ دیتاہوں کہ اس بات کوخودعلی (ع)سے پوچھو جوہرگز جھوٹ نہیں بولتے۔ معاویہ نے اس کام کے لئے تین اپنے مورد اطمینان افراد سے کہاکہ تم تینوں علیحدہ علیحدہ کوفہ جائو اور لوگوں کے درمیان میرے مرنے کااعلان کرنااور تم تینوں میرے مرنے کے وقت،دن ،ماہ اوردفن ہونے کی جگہ متفقہ طورپرایک ہی کہناتاکہ لوگوں کوتمہاری گفتگو میں شک نہ ہو یہ سب خبریں پھیلانے کے بعد دیکھناکہ علی (ع)کیاکہتے ہیں؟یہ تینوں معاویہ کے بتائے ہوئے طریقے اورروش کے مطابق کوفہ گئے ایک ایک دن کرکے تین دن میں یہ شہرکوفہ میں داخل ہوئے اور ہرایک شخص ایک ہی خبر کاپہچانے والاتھالوگ روزانہ ایک ہی خبر کوتکرارائسن کرآتے اورحضرت علی (ع)سے بیان کرتے اورکہتے کہ اب توہمیں یقین ہوگیاہے کہ معاویہ مرچکاہے جب تین دن تک لوگ اس طرح سے کہتے رہے توچوتھے دن حضرت فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں ہواہے جیساتم لوگ کہتے ہویہ وہ مکروحیلہ ہے جوہندکے بیٹے نے چلاہے حضرت علی (ع)کایہ کلام سن کر معاویہ کی طرف سے آنے والے تینوں افراد شام لوٹے اورمعاویہ کوحضرت علی (ع)کے اس کلام سے آگاہ کیا۔(کشف الغمہ ج۱ص۳۹۲)

۳۔زناکار قاتل کے بارے میں فیصلہ: معاویہ کے دور میں اسے پتہ چلاکہ کسی شخص نے یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کی زوجہ کے ساتھ کوئی غیر شخص زناکررہاہے اس نے آگے بڑھ کراسے قتل کردیالہٰذا اب اس قاتل کاکیاحکم ہے؟معاویہ اس بارے میں حکم کرنے سے عاجز تھالہٰذا ابوموسیٰ اشعری سے اس سلسلے میں فیصلہ طلب کیا ابوموسیٰ اشعری نے وہی سوال لکھ کرحضرت علی (ع)سے آکر پوچھا :توحضرت علی (ع)نے کہاکہ اس طرح کامسئلہ ہمارے شہریااطراف کے شہروں میں توپیش نہیں آیاہے پھرتم کیوں ایسامسئلہ پوچھ رہے ہو؟ توابوموسیٰ اشعری نے کہاکہ شام سے معاویہ نے مجھ سے یہ مسئلہ معلوم کروایاہے توحضرت علی (ع)نے فرمایا: اگر قاتل کے پاس اس کے اقرارپر گواہی دینے کے لئے چارعادل گواہ موجودہیں تواس پرکچھ نہیں ہے ورنہ مقتول کے ورثہ کومقتول کی پوری دیت دینی ہوگی۔(قضاوتھای حضرت علی محمد شوشتری ص۱۱۷)

۴۔کفن چور کی سزاء: معاویہ کے دورمیں ایک کفن چور کوپکڑ کرمعاویہ کے پاس لایاگیاجومردوں کے کفن چوری کیاکرتاتھامعاویہ اس کے بارے میں فیصلہ نہ کرسکااطراف والوں سے مشورہ کیاتوسب نے یہی کہا کہ آپ کی مرضی ہیں جو بھی اسے سزاء دینی ہودے کرآزاد کردیں وہاں پر موجود ایک شخص نے کہاکہ اگریہاں علی ہوتے توکفن چورکے ساتھ اس طرح سے نہ کرتے معاویہ نے اس شخص سے پوچھاکہ بتاؤ اگر علی یہاں ہوتے توکس طرح کافیصلہ کرتے؟اس شخص نے کہا: حضرت علی (ع)اس کفن چور کے ہاتھ کاٹتے اوراس کی علت بھی بتاتے کے کیونکہ اس نے چوری کے ساتھ ساتھ

مُردوں کی ہتک حرمت بھی کی ہے معاویہ نے یہ سنکر ایساہی کیا۔(فروع کافی ج۷ص۲۲۹)

۵۔ لاشئی کے معانی: قیصر روم نے ایک دفعہ معاویہ کوخط لکھااورکچھ سوالات کئے ان سوالوں میں سے ایک یہ تھاکہ ''لاشئی''کے کیامعانی ہیں؟معاویہ جواب نہ دے سکااپنے مشیر عمروعاص سے مشورہ کیاتو اس نے کہاکسی کوگھوڑادے کر علی(ع)کے دروازے پر بھیجوکہ یہ بیچنے کاہے اورجب علی (ع) پوچھیں کہ اس کی قیمت کتنی ہے؟توگھوڑابیچنے والاکہے کہ اس کی قیمت ''لاشیئ''ہے اس طرح پتہ چل جائے گاکہ علی (ع)کے نزدیک ''لاشئی'' کے کیامعانی ہیں؟معاویہ نے اس کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے ایسا ہی کیاجب حضرت علی (ع)نے گھوڑادیکھاتوقنبر سے کہاکہ اس بیچنے والے سے پوچھوکے کتنے کابیچے گا؟ قنبر نے پوچھاتو اس نے کہاکہ ''لاشئی''کابیچوں گاقنبر نے آکر حضرت علی (ع)کوبتایا کہ اس نے اس طرح کاجواب دیاہے تو حضرت علی (ع) نے کہاکہ اس سے وہ گھوڑا لے لو اوراس کاہاتھ پکڑ کرمیرے ساتھ لے چلو جب کوفہ کے باہرصحراء میں پہنچے توگھوڑابیچنے والے کوصحرائے سراب دکھاتے ہوئے کہاکہ یہ'' لاشئی'' ہے اس نے پوچھاوہ کس طرح؟حضرت علی (ع)نے فرمایا:کیایہ فرمان خداوندعالم تم نے نہیں‌سناہے کہ (کَسَرَابٍ بِقِیعَةٍ یَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّی ِذَا جَائَهُ لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا)(یعنی صحرائی سراب کے بارے میں پیاسہ شخص اسے دور سے پانی سمجھتاہے

مگرجب نزدیک آتاہے تواسے کچھ بھی نہیں پاتاہے) گھوڑابیچنے والاشام جاکر معاویہ کوقصہ بتاتاہے تومعاویہ بھی حضرت علی (ع)کادیاہواجواب قیصر روم کے جواب میں لکھتاہے جس سے وہ بھی مطمئن ہوجاتاہے۔(سورہ نورآیہ ۳۹،بحارج۱۰ص۸۴.)

٦۔ایک لڑکی کی جگہ دوسری لڑکی کوداماد کے گھرروانگی کافیصلہ: معاویہ کے دورمیں ایک شخص نے جس کی دوبیویوں سے دوبیٹیاں تھیں ایک عرب زوجہ سے دوسری عجم زوجہ سے ایک جوان نے اس کی عرب زوجہ والی لڑکی کارشتہ دیاساری باتیں مکمل ہوگئیں شادی کی رات اس شخص نے دھوکہ سے عرب زوجہ والی لڑکی کے بجائے عجم زوجہ والی لڑکی کودلہن بنواکر دولھاکے گھربھیج دیادلہن سے نزدیکی کے بعد دولھا کو پتہ چلاکہ یہ تو اس کے ساتھ دھوکہ ہواہے کہ عرب زادی کے بجائے عجم زادی اس کے گھر بھیجی گئی ہے لہٰذا یہ مسئلہ معاویہ کے پاس پہنچا کہ اسے حل کیاجائے معاویہ نے کہااس طرح کے مشکل ودشوار مسئلے ابوالحسن علی سے حل کرواؤکروہ جوان کوفہ جاکر حضرت علی (ع)سے اپنے مسئلے کاحل معلوم کرتاہے توحضرت علی (ع)یوں فیصلہ سناتے ہیں کہ لڑکی کے باپ کواس عجم زادی کے پورے مہرکے ہمراہ اس کے باپ کے پاس لے جاؤ اوراتنے ہی مہر کے برابر عجم زادی کواس کے باپ سے لے کر آؤاور اتنے عرصہ تک اس عرب زادی سے نزدیکی نہ کروکہ اس عجم زادی کاعدہ پوراہوجائے اورلڑکی کے باپ پربھی اس کی اس خیانت کے نتیجہ میں حدجاری کی جائے۔(مستدرک الوسائل ج۲ص۲۰۳،مناقب ابن شہرآشوب ج۲ص۳۷٦،کنزل العمال ج۳ص۱۸۰)

٧۔ایک لباس کے دومدعی کے درمیان فیصلہ: معاویہ کے دور میں ایک دفعہ دوافراد آئے جوایک ہی لباس کے بارے میں ادعا کررہے تھے کہ یہ ہمارالباس ہے ایک نے اپنے ادعا کی صداقت میں دوعادل گواہوں کو بھی پیش کردیامگردوسرایہ کہہ رہاتھاکہ میں نے اس لباس کوبازار سے خریداہے اوربیچنے والے کو بھی نہیں پہچانتاہوں معاویہ اس مسئلے کوحل نہ کرسکا اورفیصلے کے لئے ان دونوں کوحضرت علی (ع)کے پاس بھیجا حضرت علی (ع)نے ان کے درمیان یوں فیصلہ کیاکہ جوشخص دوعادل گواہ لایاہے یہ لباس اس کاہے اوردوسرے سے کہاکہ جائو تم کپڑابیچنے والے کوڈھونڈواور اسی سے اپنی خسارت وصول کرو۔(مناقب ابن شہرآشوب ج٢ص٣٧٧)

٨۔بادشاہ روم کے سوالوں کے جواب: معاویہ کے دور میں ایک دفعہ بادشاہ روم نے اپنے قاصد کومعاویہ کے پاس دس سوال لکھ کربھیجے کہ اگرتم نے ان سوالوں کے جواب دیئے تواس سال کاٹیکس میں اداکروں گاورنہ تمہیں اداکرناہوگامعاویہ بادشاہ روم کے سوالات سن کر ان کے جواب دینے سے اپنے آپ کوناامید پاکرفوراً ایک سوارکے ہمراہ وہ سوالات کوفہ میں حضرت علی (ع)کے پاس بھیجتاہے کہ آج میری عزت کامسئلہ ہے لہٰذا آپ برائے مہربانی ان سوالوں کے جوابات دیدیجئے،حضرت علی (ع) نے آنے والے سے پوچھاکہ وہ سوال کیاہیں ؟شام سے آنے والے قاصد نے کہاوہ سوال یہ ہیں؟

۱۔زمین پرسب سے پہلا کون سادرخت اُگا؟ ۲۔سب سے پہلے جوزمین لرزی وہ کہاں تھی؟ ۳۔حق وباطل کے درمیان کتنافاصلہ ہے؟ ۴۔مشرق ومغرب کے درمیان کتناراستہ ہے؟ ۵۔آسمان وزمین کے درمیان کتنافاصلہ ہے؟ ۶۔مسلمانوں کی ارواح مرنے کے بعد کہاں جاتی ہیں؟ ۷۔مشرکین کی ارواح مرنے کے بعد کہاں جاتی ہیں؟ ۸۔یہ آسمان پرجو قوس ہے کس چیز کی علامت ہے؟ ۹۔یہ آسمان پرکہکشاں کیاہیں؟ ۱۰۔خنثی کاارث کس طرح تقسیم ہوگا؟

حضرت علی (ع) نے مذکورہ سوالوں کے اس طرح جوابات دیئے:

۱۔سب سے پہلاجودرخت زمین پراُگاوہ خرمہ کادرخت تھا اس کی مثال انسان کے سرکی سی ہے اگرسرکاٹ دیاجائے توانسان نابود ہوجاتاہے اسی طرح اگر خرمہ کے درخت کااوپری حصہ کاٹ دیاجائے تووہ خشک ہوکر گرنے والی لکڑی ہوجاتاہے۔

۲۔سب سے پہلی زمین جولرزی اورفریاد بلندکی وہ یمن کی وہ زمین تھی جہاں سب سے پہلے پانی جوش مار کرنکلا۔

۳۔حق وباطل کے درمیان چارانگشت کافاصلہ ہے جیسے کان وآنکھ کافاصلہ ہے اس لئے کہ جوآنکھ دیکھے وہ حق ہے اورجوکان سنیں اورآنکھ نہ دیکھے وہ باطل ہے۔

۴۔زمین وآسمان کے درمیان کافاصلہ آنکھوں کی بینائی کی آخری انتہاہے اوردعائِ مظلوم عرش تک پہنچی ہے۔

۵۔مشرق ومغرب کے درمیان سورج کی مسافت(طلوع سے لے کرغروب تک کی)ہے۔

٦۔مؤمنین کی ارواح بہشت میں سلمی نامی چشمہ کے پاس قرار پائیں گئیں۔

۷۔مشرکین وکفارکی ارواح جہنم (برھوت) نامی گڑھے میں قرارپائیں گی۔

۸۔قوس زمین کے غرق ہونے سے محفوظ رہنے کی علامت ہے جب بھی اسے آسمان پر دیکھا جائے۔

۹۔یہ کہکشاں آسمان کے وہ دروازے ہیں جواللہ تعالیٰ نے قوم نوح پرکھولے اورپھر بندکردیئے کہ پھرنہ کھولے۔

۱۰۔خنثیٰ سے کہاجائے کہ پیشاب کرے اگر مردانگی کی علامت سے پیشاب کیاتو اسے مرداوراگرزنانہ شرم گاہ سے پیشاب کیاتواسے عورت سمجھ کراس کی میراث کواسی اعتبارسے تقسیم کیاجائے گامعاویہ نے حضرت علی (ع)کے ان جوابات کوجب بادشاہ روم کے پاس لکھواکر بھیجاتواس نے کہایہ جواب سوائے کتب انبیاء سے آشنائی رکھنے والے

کے کوئی نہیں دے سکتاہے کیونکہ یہی جواب ہمارے نبی عیسیٰ (ع) پر نازل ہونے والی کتاب انجیل میں بھی ہیں۔ (بحارالانوارج ۱۰ص ۸۸)

۹۔دس سخت چیزوں کے مسئلے کا حل: معاویہ کے ہی دور میں بادشاہ روم نے کئی اور سوالات کے علاوہ یہ سوال بھی پچھوایا کہ وہ دس سخت چیزیں کون سی ہیں جوایک دوسرے سے سخت ہیں جن کے جواب معاویہ نہ دے سکا اور مجبوراً حضرت علی (ع) کے پاس جواب کے لئے قاصد کو بھیجاجب قاصد پہنچا توحضرت علی (ع) نے کہایہ سوال تو تم میرے ان دوبیٹوں میں سے کسی سے بھی پوچھ سکتے ہو آنے والے نے بڑھ کر امام حسن مجتبیٰ (ع) سے سوال کیاتوآپ نے یوں جواب دیا کہ ۱۔دنیامیں سب سے زیادہ سخت پتھر ہے، ۲۔پتھر سے سخت لوہاہے جوپتھر کو بھی توڑدیتاہے، ۳۔لوہے سے سخت آگ ہے جواسے پگھلادیتی ہے، ۴۔آگ سے سخت پانی ہے جوآگ کو بھی بجھادیتاہے، ۵۔پانی سے سخت وہ بادل ہیں جوپانی کو بھی اپنے دوش پر لئے پھرتا ہے، ۶۔بادل سے سخت ہواہے جوبادل کواُڑاتی پھرتی ہے، ۷۔ہواسے سخت وہ فرشتہ ہے جواسے حرکت میں لاتاہے، ۸۔اس ہوا کے فرشتہ سے سخت''عزرائیل '' فرشتہ ہے جواس فرشتہ کوبھی موت دیتاہے،۹۔عزرائیل سے بھی سخت وہ موت ہے جوخود عزرائیل کوبھی آکررہے گی،۱۰۔موت سے بھی سخت حکم خداہے جوموت کوبھی دور کرسکتاہے۔

(بحارالانوارج ۱۰۴ص ۳۹۸)

۱۰۔ خنثیٰ کے ارث پانے کے مسئلے کا حل: خلافت معاویہ کے دور میں ایک بچے کو پیش کیا گیا کہ اس میں مردانی وزنانی دونوں شرم گاہیں تھیں لہذا یہ مردوں کا سا ارث پائے گا یا عورتوں کا سا، معاویہ اس سوال کا بھی جواب نہ دے سکا، مخفیانہ طور پر کسی کو حضرت علی (ع) کے پاس بھیجا اور اس مسئلے کا حل پچھوایا حضرت علی (ع) نے فرمایا: اگر وہ بچہ مردانہ شرم گاہ سے پیشاب کرتا ہے تو مردوں کا سا اور اگر زنانی شرم گاہ سے پیشاب کرتا ہے تو عورتوں کا سا ارث پائے گا آنے والے نے کہا کہ وہ دونوں شرم گاہوں سے پیشاب کرتا ہے تو حضرت علی (ع) نے فرمایا: ایسی صورت میں نصف مردوں کی اور نصف عورتوں کی سی میراث پائے گا۔ (بحار الانوار ج۱۰۴ص۳۹۸)

حضرت علی علیہ السلام نے ایمان کی اقسام کی شناخت کے متعلق ارشادفرمایا:

جب آپ سے ایمان کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے یوں جواب دیا: ایمان چار ستونوں پر قائم ہے ، ا۔صبر ،۲۔یقین،۳۔عدل،۴۔جہاد

ا۔صبر کے چار شعبے ہیں: ا۔اشتیاق پر صبر ،۲۔خوف پر صبر،۳۔پرہیز گاری پر صبر ،۴۔انتظار پر صبر۔

کیوں کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا وہ خواہشو ں کو بھلادے گا اور جو دوزخ سے ڈرتا ہوگا وہ محرمات سے کنارہ کشی اختیار کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو آسان سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا

۲۔یقین کے بھی چار شعبے ہیں : ا۔روشن نگاہ۲۔حقیقت طلبی۳۔عبرت اندوزی۴۔گذشتہ لوگوں کے طور طریقے۔کیوں کہ جو بھی دانش و آگاہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے لئے علم و عمل کی راہیں آشکار ہوگئیں وہ عبرتوں سے آشنا ہوجائے گا اور جو عبرتوں سے آشنا ہوا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو۔

۳۔عدل کے بھی چار شعبے ہیں : ا۔تہوں تک پہنچنے والی فکر۲۔ عملی گہرائی۳۔فیصلہ کی خوبی ۴۔ عقل کی پائداری۔کیوں جو غوروفکر کرتا ہے وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوتا ہے اور جو علم کی گہرائیوں میں اُترتا ہے وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹتا ہے اورجو حلم و بُرد باری اختیار کرتاہے وہ اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کرتا اور لوگوں میں نیک نام رہکر زندگی بسر کرتا ہے

چھٹی فصل: بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیر خدا کی اپنی خلافت کے فیصلے

حضرت علی (ع)جو رسول خدا (ص)کے بلافصل خلیفہ تھے سقیفہ کے تلخ حوادث کی وجہ سے حکومت سے دور رہے نتیجتاً ۲۵سال کے بعد اپنے حق خلافت کو پہنچے کیونکہ عثمان ۳۵ھ ق کے اواخر میں .بروزبدھ مدینہ میں قتل کردیئے گئے اورلوگوں نے آکر حضرت علی کے ہاتھوں پر بیعت کی اورحضرت علی (ع)نے حکومتی ذمہ داریوں کو سنبھالااورابھی آپ کی حکومت وخلافت کو چارسال ۹ماہ ہی گزرے تھے کہ ۱۹رمضان ۴۰ھ ق کی صبح مسجد کوفہ کی محراب میں ابن ملجم مرادی کی ضربت سے زخمی ہوئے اور اسی ماہ ۲۱ رمضان کی شب کوجام شہادت نوش کیاجنگ جمل وصفین کے واقعات سبب بنیں کہ حضرت علی (ع)نے۳۶ھ ق کومدینہ سے عراق کی طرف ہجرت کی اورکوفہ کواپنادارالخلافہ قرار دیااورآخرعمرتک وہیں رہے اسی لئے آپ کے دورکے فیصلے زیادہ ترعراق ہی میں پیش آئے جن کے چند نمونہ ہم یہاں آپ کے لئے تحریر کررہے ہیں۔

۱۔ کئی خسارتوں کاادّعا کرنے والے کوآزمانا: اصبغ بن نباتہ نقل کرتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت حضرت علی (ع)کی خدمت میں پہنچی اوریوں سوال کیاکہ آپ کااس شخص کے بارے میں کیاحکم ہے جس نے دوسرے شخص کے سرمیں کئی ضربیں لگائی ہیں اور(مضروب)کاادّعاہے کہ وہ ا ن ضربتوں کے نتیجہ میں اندھاوگونگاہوگیاہے

اورسونگھنے کی قوت بھی ہاتھ سے دے بیٹھاہے۔حضرت علی (ع)نے فرمایا:اگرمدّعی سچ کہہ رہاہے تو اسے ضارب سے تین کامل دیتیں لینے کاحق ہے۔سوال کرنے والوں نے پوچھاکہ مدّعی (یعنی مضروب)کے سچ وجھوٹ کوکس طرح پہچانا جائے؟حضرت علی (ع)نے فرمایا:اس کی ناک کی حس ختم ہونے یانہ ہونے کومعلوم کرنے کاطریقہ یہ ہے کہ ایک روئی کاٹکڑاجلاکراس کی ناک کے پاس لیجایاجائے اوراس کی طرف سے ہونے والے عکس العمل کودیکھاجائے اگراس نے روئی کے دھوئیں سے اپنے سرکوپیچھے ہٹالیااورآنکھوں سے آنسوں آگئے تووہ جھوٹا ہے اور آنکھ کے بارے میں اسے اس طرح سے آزمایاجائے کہ اسے سورج کے سامنے کھڑاکیاجائے اگرآنکھوں میں بینائی ہوگی توآنکھوں میں حرکت ہوگی ورنہ نہیں ہوگی اور اس کے گونگے ہونے کاامتحان اس طرح سے ہوگاکہ سوئی کواس کی زبان میں چبھویاجائے اگرسرخ خون باہرآئے توگویاوہ جھوٹ بول رہاہے گونگانہیں ہے اور اگر کالاخون باہرآئے توسچ کہہ رہاہے کہ وہ گونگا ہے۔(فروع کافی ج۷ص۳۲۳)

۲۔ایک دیہاتی کے دس سوالوں کے جوابات: حضرت علی (ع)کے دور خلافت میں ایک دفعہ مسجدکوفہ میں ایک دیہاتی آکرحضرت علی (ع)سے یہ دس سوال کرتاہے جس کے حضرت یوں جواب دیتے ہیں:

سوال:۱۔وہ جاندار جودوسرے جاندار کے پیٹ سے نکلامگراس کابچہ نہیں تھاوہ کون تھا؟

جواب: وہ حضرت یونس (ع) تھے جو مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔

سوال: ۲۔وہ چیز جس کا تھوڑا استعمال مباح اور زیادہ استعمال حرام تھا کیا تھی۔

جواب: نہر طالوت تھی جو اس کے لشکر والوں کے لئے اس نہر سے تھوڑا پانی پینا مباح تھا اور زیادہ پینا حرام تھا۔

سوال: ۳۔وہ کون سی عبادت ہے کہ اگر کوئی اسے بجالائے تو بھی اس پر سزاء ہے اور اگر بجانہ لائے تب بھی اس پر سزاء ہے۔

جواب: نشہ کی حالت میں نماز کا پڑھنا۔

سوال: ۴۔وہ پرندہ جو بغیر ماں کے پیدا ہوا؟

جواب: وہ پرندہ جو حضرت عیسیٰ (ع) کے حکم اور اذن پروردگار سے پیدا ہوا۔

سوال: ۵۔ایک شخص ہزار درہم کا مقروض ہے اور ہزار درہم اس کے پاس موجود ہیں اور کوئی شخص اس کے قرض ادا کرنے کی ضمانت دیتا ہو جبکہ اس کے پاس ہزار درہم ہیں جن پر سال گزر چکا ہے تو اس کے یہاں کس مال پر خمس ہے؟

جواب: اگر ضامن مقروض شخص کی اجازت سے یہ کام کر رہا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر یہ کام کر رہا ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔

سوال:٦۔کچھ لوگ حج کو گئے اورمکہ میں کچھ گھر کرائے پر لئے، نکلتے ہوئے کسی ایک گھر میں آئے ہوئے کبوتروں پردروازے کوبند کردیاگیاجس کی وجہ سے جوکبوتراس گھرسے باہر نہ نکل سکے وہ پیاس سے مرگئے تواب ان کبوتروں کاکفارہ کس پرواجب ہے ؟

جواب:ان کاکفارہ اس شخص پرہے جس نے کبوتروں کے آنے سے رکاوٹ کے طورپردروازے کوبند کردیااوران کے لئے آب ودانہ نہ رکھا۔

سوال:٧۔چارافرادنے کسی کے بارے میں گواہی دی کہ فلاں نے زناکیاہے امام نے اس شخص کے زنائے محصنہ انجام دینے کی وجہ سے اسے سنگسارکرنے کاحکم دیا جیسے ہی اسے سنگسار کیاجانے لگاتوان چارافرادمیں سے تین نے ہاتھ روکے رکھاچوتھے نے سنگسارکرنے میں باقی لوگوں کے ساتھ مل کر شرکت کی اس ایک شخص نے چند پتھر مارنے کے بعد اقرار کیاکہ اس نے جھوٹی گواہی دی تھی اورابھی سنگسارہونے والا شخص مرانہیں تھا پھرسنگسار ہونے والے شخص کے مرنے کے بعد بقیہ تین افراد نے بھی اپنی طرف سے جھوٹی دی جانے والی گواہی کااقرارکیا،لہٰذا اب اس مقتول کی دیت کس پرواجب ہے؟

جواب:اس ایک شخص پراوراس کاساتھ دینے والے افراد پر(البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ گواہ حضرات سے خطاء سرزد ہوگئی ہواور اگرانھوں نے عمداًایساحکم کیا تھا تو پھر ان پرقصاص ہے)

سوال:۸۔دو یہودیوں نے ایک یہودی کے بارے میں گواہی دی کہ اس نے اسلام قبول کرلیاہے توکیاان دوکی گواہی قبول ہے؟

جواب:ان کی گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک باطل گواہی بھی جائز مانی جاتی ہے۔

سوال:۹۔دونصرانی افراد نے ایک نصرانی یامجوسی یایہودی کے بارے میں گواہی دی کہ اس نے اسلام قبول کرلیاہے توکیاان کی گواہی قابل قبول ہے؟

جواب:ہاں دونصرانیوں کی گواہی قابل قبول ہے کیونکہ خداوندعالم ارشاد فرماتاہے: (وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ نَصَارَىٰ)یعنی اے پیغمبر آپ مسلمانوں سے دوستی کے لحاظ سے نزدیک ترین افراد ان کو پائوگے جوکہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں۔

سوال:۱۰۔کسی نے کسی کاہاتھ کاٹ ڈالا لوگوں نے اس پر گواہی دی اورپھر اس نے زنائے محصنہ بھی کیاامام نے چاہاکہ اسے سنگسار کریں مگرسنگسار ہونے سے پہلے ہی وہ مرگیاتواس کاکیاحکم ہے؟

جواب:اگر صحیح گواہی دینے پراس کے ہاتھ کاٹے گئے تھے توہاتھ کاٹنے والے پر کوئی دیت نہیں ہے۔(شرح نہج البلاغہ ابن میثم ج۱ص۲۶۹،مستدرک الوسائل ج۷ص۵۷)

۳۔چھ پوشیدہ موضوعات کے بارے میں فیصلہ: مسلمانوں کے ہاتھوں ایران فتح کرنے کے بعد غیر عرب لوگوں کی ایک جماعت مدینہ میں حضرت علی (ع) کی خدمت میں پہنچی اورکہاکہ ہم چھ موضوعات کے بارے میں آپ سے پوچھنے آئے ہیں اگرآپ نے ہمارے سوالوں کے صحیح جواب دیدیئے توہم ایمان لے آئیں گے اورآپ کی امامت کی تصدیق کریں گے حضرت علی (ع) نے فرمایا: پوچھومگر یادرکھو تمہارا پوچھنا اپنی معلومات بڑھانے کی نیت سے ہوناچاہئے نہ کہ دشمنی وعناد کے تحت :انھوں نے اپنے سوالوں کویوں شروع کیا،

سوال:۱۔گھوڑااپنی مخصوص آواز میں کیاکہناچاہتاہے؟

جواب:جب دولشکر میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مدمقابل آتے ہیں توگھوڑا اپنی آواز میں گویایوں کہتاہے:''سُبحَانَ الْمَلِکِ القُدُوسِ''(یعنی پاک وہ منزہ ہے وہ ذات جومالک کائنات ہے۔

سوال:۲۔مرغااپنی مخصوص آواز میں کیاکہہ رہاہوتاہے؟

جواب:مرغاسحرکے وقت گویایوں کہہ رہاہوتاہے:(اُذکُرُواللّٰہَ یَاغَافِلِینَ) (یعنی اے غافلو اٹھواوریادخدا میں مشغول ہوجاؤ)

سوال:۳۔گدھااپنی مخصوص آواز میں کیاکہہ رہاہوتاہے؟

جواب: گدھا اپنی مخصوص آواز میں گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ "اَللّٰھمَّ الْعَنِ الْعَشَّارِینَ" (یعنی خدا لعنت کر سود کھانے والوں پر۔)

سوال: ۴۔ مرغی کے کڑک ہونے کی آواز میں کیا مصلحت ہوتی ہے؟

جواب: مرغی گویا اس وقت یہ کہہ رہی ہوتی ہے (الرَّحْمَانُ عَلَی العَرْشِ اسْتَوَی) طٰہٰ آیہ ۵ (یعنی رحمٰن پروردگار عرش پر ہے)

سوال: ۵۔ چکاوک پرندہ اپنی خوبصورت چہچہاتی آواز میں کیا کہہ رہا ہوتا ہے؟

جواب: گویا وہ اپنی مخصوص آواز میں کہہ رہا ہوتا ہے "اَللّٰھمَّ الْعَنْ مُبْغِضِی آلِ محمّدٍ" (یعنی محمد و آل محمد علیہم السلام کے دشمنوں پر لعنت کر)

سوال: ۶۔ مینڈک اپنی آواز میں کیا کہہ رہا ہوتا ہے؟

جواب: مینڈک گویا اپنی مخصوص آواز میں کہہ رہا ہوتا ہے: "سُبْحَانَ المعبودِ فی لُجَجِ البِحَارِ" یعنی پاک و منزہ ہے وہ ذات جس کی دریا اپنی گشادگی و وسعت کے باوجود عبادت کرتا ہے۔ آنے والوں کی جماعت نے اپنے سوالوں کے جوابات ملتے ہی اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا اور یوں کہا: "وَمَا عَلیٰ وَجْہِ الْاَرْضِ مَنْ ھواَعْلَمُ مِنْکَ" یعنی پوری کائنات میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں ہے۔ (الاختصاص (شیخ مفید) ص۱۳۶)

۴۔مرد کے لباس میں آنے والی معترض خاتون کاجواب: حضرت علی (ع)جنگ جمل وصفین کے بعد ایک دن اپنے اصحاب کے ہمراہ مسجد کوفہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت مردوں کے لباس میں آکرآپ کے سامنے توہین آمیز الفاظ یوں اداکرتی ہے کہ اے ہمارے مردوں کو قتل کرنے والے! اے خون بہانے والے! اوراے ہمارے بچوں کو یتیم کرنے والے! اور عورتوں کو بیوہ کرنے والے ! امام علی اس عورت کے جواب میں فرماتے ہیں: ''اے بدزبان اوربے شرم خاتون! جومردوزن دونوں سے شباہت رکھنے والی ہے اورکبھی بھی ماہانہ عادت کوجس نے نہیں دیکھاہے''وہ عورت اپنی اس طرح کی صفات سن کروہاں سے بھاگ اُٹھی عمروبن حریث نے اس کا پیچھا کیااورمیدان رحبہ پر پہنچ کراس عورت سے کہا: اے عورت !تونے جوکچھ علی (ع) کوکہامجھے اس سے خوشی ہوئی لہٰذاتومیرے گھرچل تاکہ میں تجھے انعا م دوں(کیونکہ عمروبن حریث منافقین میں سے تھا)وہ عورت عمروبن حریث کے گھرگئی توعمرو نے اپنی کنیزوں سے کہاکہ ذرااس کی تحقیق کروکہ جوعلی (ع)نے اس کے بارے میں کہاہے وہ صحیح ہے یانہیں تواس عورت نے کہاخداکی قسم علی (ع)نے جوکچھ میرے بارے میں کہاہے وہ سب بالکل صحیح ہے عمروبن حریث حضرت علی (ع) کی خدمت میں آکرماجرانقل کرتاہے توحضرت فرماتے ہیں:میرے خلیل رسول اللہ (ص)نے قیامت تک کے میرے دشمنوں کے بارے میں مجھے خبردی ہے کہ وہ کون ہوں گے اوران کی خصوصیات کیاہوں گی۔(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدیدج۲ص۲۸۸)

۵۔ تین چوریوں کی تین سزائیں: امام محمد باقر (ع) سے روایت ہے کہ حضرت علی (ع) کی خلافت کے دور میں ایک شخص کو چوری کے جرم میں حضرت کے سامنے لایا گیا اس کی چوری ثابت ہونے کی صورت میں حضرت نے اس کے داہنے ہاتھ کی چار انگلیوں کے کاٹنے کا حکم دیا، ہتھیلی اور انگوٹھے کو باقی رہنے دیا، کسی نے سوال کیا کہ کیوں اس کی ہتھیلی اور انگوٹھے کو باقی رہنے دیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ توبہ کرلے اور وضو کرنا چاہے تو کس طرح سے کرے گا جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے: (فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَصْلَحَ فَـإِنَّ اللهَ يَتُوبُ عَلَيْـهِ ـنَّ اللهَ غَفُور رَحِيم)(سورہ مائدہ آیہ ۳۹)

''یعنی پس جو کوئی بھی اپنے اوپر ظلم و ستم کرلینے کے بعد توبہ کرے اور دوبارہ سے وہ گناہ نہ کرے تو اللہ تعالی ایسے شخص کی توبہ کو قبول کرتا ہے بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے'' جب دوبارہ اسی شخص کو چوری کے جرم میں پکڑ کرلایا گیا تو چوری ثابت ہونے پر حضرت علی نے اس کے اُلٹے پیر کاٹ ڈالنے کا حکم دیا، پھر کچھ عرصہ بعد جب تیسری مرتبہ اسی شخص کو چوری کے جرم میں پکڑ کرلایا گیا تو اس دفعہ حضرت نے اسے قید کردینے کا حکم دیا چند کوڑے لگوانے کے بعد اور لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمایا: مجھے اپنے خدا سے شرم آتی ہے اس بات پر کہ اس چور کا ایک ہاتھ بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ کھانا کھاسکے یا اپنی شرم گاہ کو پاک کرسکے اور اس کا ایک پیر بھی نہ چھوڑوں جس سے وہ راہ چل سکے۔ (وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۴۹۱)

۶۔بے پناہ کنیز کی مدد کرنا: حضرت علی (ع)اپنی خلافت کے دوران کوفہ کے خرمہ فروشی کے بازار گئے تودیکھاایک کنیز بازار کے گوشہ میں بیٹھی رورہی ہے حضرت نے اس سے رونے کاسبب پوچھاتواس نے بتایاکہ میرے مالک نے مجھے ایک درہم دے کرخرمہ خریدنے کو بھیجاتھا میں نے اس(نزدیک کی دوکان کی طرف اشارہ کیا)دوکاندارسے خرمہ خریدے اوراپنے مالک کے پاس لے گئی مگرمالک کوخرمہ پسندنہ آئے اوراس نے کہاجائو واپس کرآئو،اب میں واپس لائی ہوں تویہ دوکان والاواپس نہیں کررہا ہے، حضرت علی (ع)نے خرمافروش سے کہا:''اے بندۂ خدا!یہ عورت کنیزہے اس کی کوئی غلطی نہیں ہے لہٰذا اس سے خرماواپس لے کراس کے پیسے اسے واپس کردو''خرمافروش جوحضرت علی (ع) کونہیں پہچانتا تھا اُٹھا اور حضرت کے سامنے گستاخی کرنے لگاکہ آپ کون ہوتے ہیں دخالت کرنے والے آپ اپنے کام سے کام رکھیں‌جب لوگوں نے دیکھاتواس خرمافروش سے کہاجانتے ہویہ کس کے سامنے گستاخی کررہے ہوارے یہ امیرالمومنین علی(ع) ہیں اب جوخرمافروش متوجہ ہوا توانتہائی شرمندہ ہوااوراس کے چہرے کارنگ اُڑگیافوراًاس کنیزسے خرمالے کراس کا ایک درہم اسے واپس کردیااورحضرت علی (ع)کے سامنے ہاتھ جوڑکرکہنے لگااے امیرالمومنین!مجھے معاف کردیجئے گامیں آپ کوپہچانانہیں تھا.حضرت علی(ع)نے فرمایا: جب بھی تم نے اپنی اصلاح کرلی اورلوگوں کے حقوق کواداکردیاتومیں تم سے راضی ہوجائوں گا۔(بحارالانوارج۴۱ص۴۸)

۷۔غلام اورآقاکی شناخت کے مسئلے کاحل: حضرت علی (ع) کی خلافت کے دوران ایک شخص اپنے غلام کے ہمراہ حج پرگیا راستہ میں غلام کی کسی نافرمانی پرجب مولانے اس کی پٹائی کی توغلام بھڑک اٹھااوراپنے آقاکواپناغلام کہنے اور شورمچانے لگاکہ یہ میراآقانہیں بلکہ یہ میراغلام ہے آخرکارمراسم حج کے بعد یہ دونوں حضرت علی (ع)کے پاس کوفہ آئے،دونوں ایک دوسرے کواپناغلام اوراپنے کوآقاکہہ رہے تھے اوردونوں اپنے ادّعا پرقسمیں بھی کھارہے تھے،حضرت علی نے دونوں کوایک رات کی مہلت دی کہ اس مسئلہ کوآپس میں ہی حل کرلیں توبہترہے وہ دونوں گئے مگردوسرے دن پھر اسی نزاع میں جھگڑتے ہوئے لوٹے،حضرت علی (ع)نے قنبرسے کہادیوارمیں دوسوراخ کرو سوراخ ہوجانے کے بعد ان دونوں سے کہااپنی گردنیں ان سوراخوں میں ڈال دو انھوں نے ایساہی کیا،پھر حضرت علی (ع)نے قنبرسے کہا: ''ذراشمشیرلاؤ اورغلام کی گردن کواُڑادو''یہ سن کر ان دونوں افراد میں سے ایک نے خوف کے مارے فوراًاپنی گردن دیوارکے سوراخ سے نکال لی اوردوسرااطمینان کے ساتھ اپنی گردن دیوارمیں ڈالے رہا،حضرت علی (ع)نے فرمایا:غلام یہی ہے جس نے دیوار کے سوراخ سے گردن باہرنکال لی ہے اورپھر اس غلام نے اپنے مولاکی طرف سے اذیت پہنچنے کی شکایت کرتے ہوئے اپنے جھوٹے ادّعا پرمعذرت خواہی کی حضرت علی (ع) نے اس کے آقاسے وعدہ لیاکہ وہ بھی آئندہ اپنے غلام کواذیت نہیں پہنچائے گااوراس سے مہربانی

کے ساتھ پیش آئے گا،اس نے وعدہ کیااور پھر حضرت علی (ع)نے ان غلام اورآ قاکے درمیان صلح کرواکرخداحافظ کیا۔(فروع کافی ج۷ص۴۲۵)

۸۔ایک بڑی مشکل کاحل : ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت علی (ع)نے مسجد کوفہ میں عمار یاسر کواپنے قریب بلاکر کہاکہ فلاں محلے کے فلاں گھرجائو وہاں ایک مردوزن کوجھگڑاکرتے ہوئے پائوگے دو نوں کومیرے پاس بلاکر لائووہ دونوں حضرت کے پاس آئے،حضرت نے انہیں تنہائی میں لے جاکر ماجراپوچھاتومردنے کہاکہ میں یہاں سفر پر آیاہوا تھا کہ اپنے دوست سے کہا میرے لئے کوئی خاتون ڈھونڈوجس سے میں عقدکرسکوں اورگناہ سے بچ سکوں میرے دوست نے میرے لئے اس خاتون کو ڈھونڈامیں نے اس سے عقدپڑھ لیا ہے مگرپتہ نہیں کیوں مجھے اس کے ساتھ قربت کرنے سے نفرت سی ہورہی ہے عورت سے پوچھاتواس نے بھی یہی کہامگراس کی علت کسی کومعلوم نہیں تھی کہ ایساکیوں ہورہاہے؟ حضرت علی (ع)نے کہاتم دونوں چاہتے ہوکہ میں تم دونوں کی اس مشکل کوحل کروں؟ دونوں نے کہاکیوں نہیں،حضرت علی (ع)نے عورت سے پوچھاتم مجھے پہچانتی ہوکہ میں کون ہوں؟اس نے کہاکہ میں نے اس سے پہلے توآپ کونہیں دیکھاہے مگریہ سناہے کہ آپ پیغمبر اسلام (ص)کے چچازادہ بھائی اوران کے خلیفہ وجانشین ہیں پھرحضرت نے ان کے مسئلے کواس طرح بیان کرناشروع کیاکہ''اے خاتون! تمہاراایک چچازاد بھائی تھا جوتمہاراعاشق تھامگراس کی غربت کی وجہ سے تمہارے ماں باپ نے اسے منع کردیا پھرایک دن تمہاری ماں نے

تمہیں کسی کام سے گھر کے باہر بھیجا تو تمہارے چچازاد بھائی نے موقع پا کر تم سے زنا کر لیا جس سے تم حاملہ ہو گئیں اور تم نے اس مسئلے کو چھپائے رکھا جب تمہارا پیٹ بڑھنے لگا تو تم نے اس مسئلے کو اپنی ماں سے ذکر کیا تو تمہاری ماں نے تمہیں لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا تاکہ کوئی متوجہ نہ ہو سکے پھر تمہارے وضع حمل کے بعد تم نے ماں کے کہنے پر بچے کو کپڑے میں لپیٹ کر لوگوں کے گزرنے کے راستہ میں رکھ دیا اور وہاں سے چل دیں کچھ فاصلے پر جا کر دیکھا کہ ایک کتا آ کر بچے کو اُلٹ پلٹ کر رہا ہے تمہاری مادری محبت نے جوش مارا تم نے قریب سے ایک پتھر اُٹھا کر کتے کو بھگانے کے ارادے سے کتے کی طرف پھینکا تو وہ پتھر کتے کے بجائے تمہارے بچے کی پیشانی پر لگا جس سے اس کی پیشانی سے خون جاری ہو گیا تم نے اپنے مقنع کو نکال کر اس کی پیشانی پر پٹی باندھ دی پھر حضرت نے اس عورت سے پوچھا بتاؤ یہ جو کچھ میں نے کہا صحیح ہے؟ اس نے کہا بالکل صحیح فرمایا ہے حضرت نے فرمایا: پھر وہاں سے ایک کاروان گزرا امیر کاروان کو تمہارا پڑا ہوا بچہ اچھا لگا اور اس نے بچہ کو اٹھوا کر گھر لیجا کر اپنے بیٹے کے عنوان سے اس کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بچہ جوان ہوا جو اس شہر میں آیا اور اب تمہارے سامنے ہے پھر حضرت نے اس جوان سے کہا کہ ذرا اپنے سر سے پگڑی ہٹاؤ، اب جو اس نے سر کی پگڑی ہٹائی تو اس کے سر پر وہ پتھر کی چوٹ کا نشان ابھی تک باقی تھا، لہٰذا حضرت علی (ع) نے فرمایا: اے جوان ! تمہارا اس عورت سے نزدیکی کے لحاظ سے متنفر ہونے کا اصل سبب یہ تھا کہ یہ تمہاری

ماں ہے لہٰذا تم نے جواس سے جہالت کے تحت عقد کیاوہ خودبخود باطل ہے۔(جامع النورین (سبزواری) ص۸۱، مطالب السؤال(ابن طلحہ ص۴۶)

۹۔عدّہ گزارے بغیر دوسرے مرد سے عقد کرنے کا فیصلہ: ایک عورت خدمت امیرالمومنین علی (ع) میں آکرکچھ شعر پڑھتی ہے جن کا مفہوم یہ تھاکہ''آپ اس جوان شوہر دار خاتون کے بارے میں کیاکہتے ہیں کہ جوشوہر دار ہونے کے باوجود دوسرے شوہرکی خواہش مندہے کیااس کے لئے جائزہے؟حضرت علی (ع)کے پاس بیٹھے لوگوں نے جب اس کے وہ شعر سنے تو''بیہودگی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے'' کہہ کر اس کی بات کوٹال دیامگرحضرت علی (ع)نے اس عورت سے کہاکہ جاؤاپنے شوہر کوبلاکرلاؤوہ عورت گئ اوراپنے شوہر کو بلا کر لائی، حضرت علی (ع)نے اس کے شوہر سے کہاکہ تم اپنی بیوی کوطلاق دیدواس نے ایساہی کیابغیر کچھ کہے سنے پھرحضرت علی (ع)نے کہاکہ کیونکہ یہ مرد''عینین''ہے(یعنی جس میں بیوی سے نزدیکی کی صلاحیت نہیں ہو) اس مرد نے بھی حضرت علی (ع)کی بات کی تصدیق کی،اس کے بعد حضرت نے اس عورت کے عدہ گزروائے بغیر دوسرے مرد سے عقد کردیا۔(مناقب ابن شہرآشوب،ج۲ص۳۶۰)

۱۰۔تین افراد نے مل کر ایک شخص کو قتل کیا: حضرت علی (ع)کے پاس تین افراد کوپیش کیاگیاجنھوں نے مل کر ایک چوتھے شخص کو قتل کیاتھااس طرح سے کہ ایک شخص نے مقتول کوپکڑا،دوسرے نے قتل کیااور تیسرے نے پہرہ دیا،حضرت علی (ع)نے ان کے

درمیان اس طرح سے قضاوت کی کہ:''جس شخص نے مقتول کو پکڑاااسے پوری عمر قید کردیاجائے یہاں تک کہ اسے وہیں موت آجائے،اور جو شخص پہرہ دے رہاتھااس کی آنکھوں پر گرم سلاخیں ،اورجس نے قتل کیا اسے بھی قتل کردیاجائے''۔(مناقب ابن شہرآشوب،ج۲ ص۳۷۵)

۱۱۔انزال منی کے باوجود نطفہ کا ٹھہر جانا: ایک شخص حضرت علی (ع)سے آکر کہتاہے کہ میں جب بھی اپنی زوجہ سے مقاربت کرتاہوں تومنی کورحم کے باہر گرادیتاہوں مگر اس کے باوجود میری بیوی حاملہ ہوگئی ہے اس کی کیاوجہ ہے؟حضرت علی (ع)نے اس سے پوچھاکہ ذرایہ بتاؤکہ کبھی ایساہواہے کہ تم نے انزال منی کرنے کے بعد بغیرپیشاب کئے اپنی زوجہ سے دوبارہ مقاربت کرلی ہو؟ اس نے کہاہاں کبھی ایسا بھی ہوجاتاہے،حضرت نے فرمایا:بیشک یہ حمل تمہاری ہی طرف سے ہے اورہونے والابچہ تمہاراہی ہوگا۔(مناقب ابن شہرآشوب ج۲ص۳۷۷)

وضاحت: ''کیونکہ اخراج منی کے بعدبغیرپیشاب کئے نزدیکی کرنے میں زیادہ احتمال اس بات کاہوتاہے کہ نالی میں منی کاقطرہ باقی رہ گیاہوچاہے سوئی کی نوک کے برابر ہی کیوں نہ ہووہ حمل ٹھہرسکتاہے چاہے انزال کو۴۸گھنٹے ہی کیوں نہ گزر چکے ہوں''۔(کودک از نظروراثت وتربیت محمد تقی فلسفی ج۱ص۹۳)

۱۲۔ نامشخص فرد کے بارے میں فیصلہ: حضرت علی (ع)کے دوران خلافت ایک شخص جو مرد وزن دونوں علامات رکھتا تھا اورظاہر میں اپنے کو عورت بنائے ہوئے تھا قاضی شریح کے پاس آکراپنامسئلہ بیان کرتاہے کہ''میرے پاس مردانہ علامت اورزنانہ علامت دونوں ہیں(یعنی خنثی) توآیا میرا شمار مردوں میں ہوگایاعورتوں میں؟ قاضی شریح نے کہا:امیرالمؤمنین علی (ع)اس بارے میں ارشادفرماتے ہیں : اگرتم مردانہ شرمگاہ سے پیشاب کرتے ہوتو تمہارا شمار مردوں میں ہوگااوراگر زنانہ شرمگاہ سے پیشاب کرتے ہوتوتمہارا شمار عورتوں میں ہوگا. اُس نے کہامجھے دونوں سے یکساں پیشاب آتاہے قاضی شریح کو یہ سنکربہت تعجب ہوا اور حیرت میں پڑگئے آنے والے نے کہاآپ کو صرف اسی بات پر تعجب ہورہاہے اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ میرے شوہر سے مجھے ایک بچہ بھی ہواہے اورجب میں نے اپنی کنیز سے نزدیکی کی تو اس کے بھی مجھ سے ایک بچہ ہے،اب تو قاضی شریح اتنے زیادہ متعجب ہوئے کہ اپنے ایک ہاتھ کودوسرے ہاتھ پرمارتے ہوئے کہاکہ اس مسئلے کوتوحلّال مشکلات ہی حل کرسکتے ہیں جب یہ مسئلہ حضرت علی (ع)کی خدمت میں پیش ہواتوآپ نے فرمایا:''اس کی کمرکی پسلیوں کوشمارکیاجائے اگردونوں طرف کی پسلیاں برابر ہیں تو اس کاشمارعورتوں میں ہوگاورنہ اس کاشمارمردوں میں ہوگا.جب اس کی کمرکی پسلیوں کوشمار کیا گیاتوپتہ چلاکہ اس کے دائیں جانب آٹھ پسلیاں ہیں بائیں جانب سات پسلیاں ہیں،تب حضرت علی (ع)نے فرمایا:اس عورت نماکومردوں کالباس پہنناچاہئے،یہ سنکر اس کے شوہرنے کہا:''اے

امیرالمؤمنین ! یہ میرے چچاکی بیٹی ہے اور مجھ سے شادی کے نتیجہ میں صاحب اولاد بھی ہے اس کے باوجود آپ اسے مردوں میں شمار کروارہے ہیں؟ حضرت علی (ع)نے فرمایا:میں حکم خداکے تحت حکم کرراہوں کیونکہ خدانے حوا کوآدم کی آخری پسلی سے خلق کیاہے اس لئے مردوں میں عورتوں کی نسبت ایک پسلی کم ہوتی ہے۔(مناقب ابن شہرآشوب ج۲ص۲۲) (مؤلف : یہ بات اسلامی لحاظ سے ثابت نہیں ہے کہ مردوں کی پسلیاں عورتوں کی نسبت کم ہوں لہٰذایہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے)

۱۳۔حیوانات کی تشخیص دینے کامعیار: چند سال قبل حیوان شناسی کے امریکی دانشوروں میں یہ سوال اُٹھا یا گیااور اس سوال کو پوری دنیا میں بھی نشر کیا گیا اور اس کے جواب دینے والے کے لئے کافی بڑا انعام رکھا گیا وہ سوال یہ تھا کہ حیوانات میں انڈے اور بچے دینے کی ظاہری علامت کیا ہے؟کچھ عرصہ بعد مصر کی الازہر یونیورسٹی والوں نے اسلامی احادیث میں سے حضرت علی (ع)کے اس جواب کو پایا کہ حضرت نے فرمایا:'' مَامِنْ شَيْءٍ یَغِیْبُ اُذْنَاهُ اِلاَّوَھوَ یَبِیْضُ وَلَیْسَ شَیْءٍ یَظْهرُ اُذْنَاهُ اِلاّ وَھوَ یَلِدُ''یعنی کوئی بھی حیوان ایسا نہیں کہ اس کے کان پوشیدہ ہوں مگر یہ کہ وہ انڈے دینے والا ہے اور اسی طرح سے کوئی بھی حیوان ایسا نہیں جس کے کان باہر ہوں مگر یہ کہ وہ بچے دینے والا ہے۔جب الازہر یونیورسٹی سے حضرت علی کی طرف سے دیا گیا جواب لکھ کر امریکی دانشوروں کو بھیجا گیا اور انھوں نے اس پر تحقیق بھی کی تو اس جواب کو بالکل

صحیح تسلیم کیا بلکہ اسے قانون کلی قرار دیااورجب امریکی دانشمندوں نے الازہر یونیورسٹی والوں سے تحقیق کی کہ یہ کس نے جواب دیا ہے تو انھوں نے لکھا کہ یہ جواب ہمارے پیغمبر اسلام (ص)کے صحابی حضرت علی (ع)نے دیا ہے تو ان امریکی دانشمندوں کو بہت تعجب ہوا کہ ۱۴ سو سال پہلے جزیرۃ العرب میں ایسا شخص تھا جو اس طرح کی باتیں جانتا تھا لہٰذا انھوں نے اتنا بڑا انعام اس سوال کے جواب پر رکھا تھا وہ الازہر یونیورسٹی والوں کو دیا۔(سفینۃ البحار ج۲ ص۱۰۲ لفظ طیر میں،اسی طرح کا جواب عنوان الاخبار ،ابن قتیبہ دینوری میں بھی ہے)

۱۴۔ سردار لشکر اور پرچم دار کے بارے میں خبر دینا: کتاب بصائر الدرجات میں سعید بن غفلہ سے نقل ہے کہ اس نے کہا: میں حضرت علی (ع)کی خدمت میں بیٹھا ہواتھا کہ ایک شخص نے آکر خالد بن عُرفطہ کے مرنے کی خبردی حضرت علی (ع) نے فرمایا: نہیں وہ نہیں مرا ہے اور وہ اس وقت تک نہیں مرے گا کہ گمراہ لوگوں کے لشکر کا سردار نہ بنے اور اس کا پرچم دار حبیب بن جماز بنے گا "حضرت کی بات سن کر حبیب بن جماز آکر کہتا ہے اے امیر المؤمنین میں تو آپ کے شیعوں میں سے ہوں اور آپ میرے بارے میں اس طرح گمان کرتے ہیں حضرت نے فرمایا: بیشک جو میں نے کہا وہ ویسا ہی ہوگا ،حبیب بن جماز جب وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تب بھی حضرت نے اپنی بات کو تکرار کیا،ابو حمزہ کہتے ہیں خدا کی قسم خالد بن عُرفطہ کو آگے چل کر ہم

نے دیکھا کہ کربلا میں ابن زیاد کے لشکر کا سردار بنا اور حبیب بن جماز اس کا پر چم دار بنا تھا۔(بصائر الدرجات ص۸۵ بحار ج۴۴ص۲۵۸،ارشاد مفید ج۱ ص۳۳۰)

۱۵۔علی (ع)کے خلاف منافقین کا شکست کھانا: سلمان کہتے ہیں:جب پیغمبر اسلام(ص)نے حضرت علی(ع)کے بارے میں ارشاد فرمایاکہ: "میں شہر علم ہو ں اور علی اس کا دروازہ ہے "تو منافقین جو کہ علی (ع)سے حسد وکینہ رکھتے تھے انھوں نے یہ پروگرام بنا یاکہ کسی طرح سے اسی علم کے مسئلے میں علی (ع)کو شکست دی جائے اور وہ اس طرح سے کہ کئی افراد علیحدہ علیحدہ علی (ع)کے پاس جائیں اور ایک ہی طرح کا سوال پوچھیں کہ "علم بہتر ہے یا مال اور اس پر دلیل کیاہے؟"اگر علی (ع)نے ہر ایک کو یکساں جواب دیئے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ ان کا علم کم و محدود ہے اور اگر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ جواب دیئے تو پھر ا ن میں عیب تراشی کا ہمارے پاس کوئی امکان نہیں رہ جائے گا لہٰذا ان میں سے ہر ایک نے آکر علیحدہ علیحدہ یوں سوال کئے۔

پہلا شخص:علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع):علم بہتر ہے کیونکہ علم انبیاء کی میراث ہے اور مال قارون و ہامان وفرعون کی میراث ہے۔

دوسرا شخص :علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع) : علم بہتر ہے کیونکہ مال کی تم حفاظت کرتے ہو مگر علم تمہاری اور تمہارے مال کی حفاظت کرتا ہے۔

تیسرا شخص: علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع): علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور صاحب علم کے دوست زیادہ ہوتے ہیں۔

چوتھا شخص : علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع): علم بہتر ہے کیونکہ مال استعمال ہونے سے کم ہوتا ہے مگر علم استعمال کرنے سے بڑھتا ہے۔

پانچواں شخص: علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع): علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال بخیل ولئیم جیسی صفات سے پکارا جاتا ہے مگر صاحب علم بڑے احترام کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔

چھٹا شخص : علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی(ع): علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کو ہمیشہ چوروں اور ڈاکوؤں کا خوف رہتا ہے مگر اہل علم کو اس طرح کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

ساتواں شخص: علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع) : علم بہتر ہے کیونکہ مال زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ پُرانا ہو جاتا ہے علم ایسا نہیں ہوتا ہے۔

آٹھواں شخص: علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع): علم بہتر ہے کیونکہ مال صاحب مال کے قلب کو سخت بنا دیتا ہے جب کہ علم صاحب علم کے قلب کو نورانی بنا تا ہے۔

نواں شخص: علم بہتر ہے یا مال اور کیوں؟

حضرت علی (ع): علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال متکبر وخود غرض ہو تا ہے اور صاحب علم متواضع ہوتا ہے ،اس طرح سے منافقین کے نو افراد نے جب ایک سوال کے نو علیحدہ علیحدہ جواب پائے تو کہہ اُٹھے کہ بے شک علی باب العلم ہیں ایسے موقع پر حضرت علی (ع)ارشاد فرماتے ہیں خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں اگر تمام خلائق مجھ سے قیامت تک کے حالات کے بارے میں بھی سوال کریں تو میں ان کے جواب دوں گا اور ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ جواب دوں گا۔(کشکول بحرانی ج۱ص۲۶)

۱۶۔چوری کرنے والوں کے بارے میں فیصلہ : ایک دفعہ دو افراد کو حضرت علی (ع) کی خدمت میں پیش کیا گیا جنھوں نے بیت المال سے چوری کی تھی اور دونوں غلام تھے

اس فرق کے ساتھ کہ ایک غلام خود بیت المال کا جز تھا اور دوسرا لوگوں کا غلام تھا تو حضرت علی (ع) نے بیت المال کے جز والے غلام پر کوئی حد جاری نہیں کی یہ کہکر کہ کیونکہ یہ خود بیت المال کا جز ہے لہٰذا مال کے کچھ حصے نے دوسرے حصے کو استعمال کیا ہے (کیونکہ بیت المال والا غلام اپنے ارادے پر بھی اختیار نہیں رکھتا ہے اور نہ اپنے کاموں میں استقلال رکھتا ہے لہٰذا ایسے فرد پر کسی قسم کی حد جاری نہیں ہوتی ہے)اور دوسرے غلام کے بارے میں حضرت نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھ کو کاٹا جائے۔(نہج البلاغہ حکمت ۲۷۱)

۱۷۔ لوہے کے دروازے اور ہاتھی کا وزن کرنا: حضرت علی (ع) کی خلافت کے دوران جب جنگ جمل کے موقع پر حضرت بصرہ میں تھے کہ چند لوہاروں نے کچھ لوگوں سے بڑا وزنی دروازہ خریدا دروازہ بیچنے والوں نے جتنے کلو اس کا وزن بتا یا انھوں نے قبول کر لیا اور اس کے پیسے انھیں دیدیئے جب انھوں نے دیکھا کہ اتنے وزن کا تو نہیں ہے جتنے وزن پر تم لوگوں نے ہمیں فروخت کیا ہے تو بیچنے والوں نے قبول نہیں کیا لہٰذا فیصلے کے لئے طرفین حضرت علی (ع) کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت علی (ع) نے واقعہ کو سن کر حکم دیا کہ اس درواز ے کو دریاکے کنارے لے جا کر ایک کشتی پر رکھ کر دیکھو کہ وہ کشتی دروازے کے وزن سے کتنی پانی میں دبتی ہے پھر اسی مقدار کشتی کے دبنے کی مقدار میں اس کشتی میں دروازے کے بجائے خرمہ

رکھا جائے جتنی مقدار خرمہ اس کشتی میں آئے اسے علیحدہ علیحدہ وزن کر کے لوہے کے وزن کو معلوم کر لو۔(بحار ج۴۰ ص۲۸۶) اسی طرح سے زمانۂ پیغمبر(ص)میں آنحضرت نے ہاتھی کے وزن کرنے کے لئے یہی طریقہ بتایا تھا اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا تھا۔

۱۸۔فیصلہ ہونے پر مسیحی شخص کا مسلمان ہوجانا: حضرت علی (ع)کی خلافت کے دوران آپ کی چوری شدہ زرہ کو جب آپ نے ایک مسیحی شخص کے پاس دیکھا تو اس سے کہا کہ یہ میری زرہ ہے جو کچھ عرصہ پہلے چوری ہوگئی تھی اس مسیحی نے انکار کیا حضرت علی (ع)اسے قاضی شریح کے پاس لے گئے تاکہ وہ اس بارے میں فیصلہ کرے حضرت علی (ع)نے قاضی شریح سے کہا کہ یہ میری زرہ ہے جس کو میں نے نہ کسی کو بیچا ہے اور نہ کسی کو بخشا ہے قاضی شریح نے اس مسیحی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ زرہ تو میری ہے قاضی شریح نے حضرت علی (ع)سے پوچھاکہ کیا آپ کے پاس اپنے اس ادّعا پر کوئی گواہ بھی ہے ؟حضرت علی (ع)مسکرائے اور کہابیشک قضاوت میں اسی طرح ہونا چاہئے جس طرح تم کر رہے ہو مگر میرے پاس اس مسئلے میں کوئی گواہ موجود نہیں ہے ،لہٰذا قاضی شریح نے اسی مسیحی کے حق میں حکم دیدیا کہ یہ زرہ اسی کی ہے لہٰذ ا اسے ہی دیدی جائے اس مسیحی نے زرہ اُٹھائی اور چلا مگر یہ سوچ رہا تھا کہ اتنا بڑا حاکم اپنے ہی منسوب کردہ قاضی کے فیصلے پر کس طرح خاموش ہے یہ بات اس کے دل پر اس قدر اثرانداز ہوئی کہ واپس لوٹ کر آتاہے اور حضرت علی (ع)سے کہتا

ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس طرح کا اخلاق و کردار انبیاء واوصیاء ہی کا ہوتا ہے اور خدا کی قسم یہ زرہ آپ ہی کی ہے آپ کے جنگ صفین سے واپسی کے وقت یہ زرہ آپ کے اونٹ سے گر گئی تھی اور میں نے اسے اُٹھا لیا تھا یہ کہکر وہ مسیحی فوراً مسلمان ہو جاتا ہے مگر حضرت علی بھی وہ زرہ اسی کو بخش دیتے ہیں اس طرح وہ مسیحی حضرت علی (ع)کے خاص دوستوں میں جگہ پاتا ہے اور جنگ نہروان میں حضرت علی (ع)کے ہمراہ دشمنوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو جاتا ہے ۔(الغارات ج۱ ص ۱۲۴ ،بحار ج۱۰۴ ص۲۹۰.)

۱۹۔بے گناہ لڑکی کے ناموس کا محفوظ رہنا: عمار یاسر اور زید بن ارقم نقل کرتے ہیں کہ ۱۷ صفر کو پیر کے دن ہم لوگ مسجد کوفہ کے مقام قضاوت میں حضرت علی کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ لوگوں کے شور وغل کی آوازیں سنائی دیں اتنے میں دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جوان لڑکی کو لے کر آئے ہیں جو بظاہر حاملہ معلوم ہوتی تھی اس لڑکی کا باپ بھی اس کے ساتھ تھا اور اس کا یہ کہنا تھا کہ اے امیرالمؤمنین مجھے یقین ہے کہ یہ لڑکی کسی کے ساتھ ہمبستر نہیں ہوئی ہے مگر اس کے حاملہ ہونے کی وجہ نہیں معلوم کہ وہ کیسے ہوگئی لہٰذا اس کی اس حالت نے میرے خاندان وقبیلے میں مجھے رُسوا کر ڈالا ہے اس لڑکی نے بھی حضرت علی (ع) کو خدا کی قسم دے کر اس کی پاک دامنی کو محفوظ رکھنے کے بارے میں فیصلہ کرنے کو کہاحضرت علی(ع)نے دائی کو بلو اکر اس لڑکی کا معائنہ کروا یا تو دائی نے بھی کہا کہ وہ باکرہ ہے مگر حاملہ بھی ہے اب معلوم نہیں یہ حاملہ کیسے ہوگئی حضرت علی (ع)نے مجمع سے کہا گھبراؤ نہیں ابھی حقیقت معلوم ہو

جاتی ہے آپ نے برف کا ٹکڑا منگوا کر دائی کو دیا کہ یہ لے جا کر اس لڑکی کی شرم گاہ سے لگا کر رکھو کچھ دیر بعد تم دیکھو گی کہ اس لڑکی کی شرم گاہ سے'' نالو'' نامی کیڑا (خون کے ذریعے پرورش پانے والا) نکلے گا جس کا وزن ۵۵ درہم (جو کہ تقریبا دو کلو تھا) کے برابر ہوگا اس دائی نے حضرت کے فرمان کے مطابق ایک بڑا طشت منگوا کر پردے کے پیچھے اس لڑکی کی شرم گاہ کے پاس وہ برف لگا کر رکھی تو دیکھا کہ تھوڑی دیر کے بعد وہ کیڑا اس کی شرم گاہ سے نکل کر طشت میں گرا جب اس کو وزن کیا گیا تو اتنا ہی تھا جتنا حضرت علی (ع) نے بتا یا تھا لوگوں میں خوشی سے صدائے تکبیر بلند ہوئی پھر حضرت علی (ع) نے بتایا کہ جب یہ لڑکی ۱۰ سال کی تھی تو کسی گڑھے میں کھیل رہی تھی کہ یہ کیڑا اس کے رحم میں چلا گیا تھا اور جسم کے گندے خون وغیرہ کے ذریعے یہ پرورش پاتا رہا یہاں تک اس قدر بڑا ہو گیا کہ جس کی وجہ سے تم لوگوں نے صرف لڑکی کے پیٹ کو بڑھتا دیکھ کر سمجھا کہ یہ حاملہ ہے جب کہ ایسا نہیں تھا اور یہ لڑکی پاک دامن اور باکرہ ہے ۔(بحارج ۴۰ ص ۲۷۷ والفضائل ، محمد حسن صفار قمی متوفی ۹۰ھق ص ۱۶۳)

۲۰۔گھوڑے پر سوار میراث کے مسئلے کاجواب دینا: کتاب درر المطالب میں نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی (ع) کہیں جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو رہے تھے کہ ایک رکاب میں ابھی پیر رکھا ہی تھا کہ کسی اہل سنت خاتون نے آکر شکایت کی کہ میرے بھائی کاانتقال ہوگیاہے اس کی میراث میں چھ سو دینار ہونے کے باوجود مجھے صرف ایک دینار دیاگیاہے لہٰذاآپ ہمارے درمیان منصفانہ فیصلہ کروائیں، حضرت علی (ع) نے اس

سے پوچھاکیا تمہارے بھائی کی دوبیٹیاں ہیں؟اس نے کہاہاں، حضرت نے کہاتوہرایک لڑکی کاحصہ ثلث مال ہے لہٰذاان چھ سودینارمیں سے چارسودینارتوان دونوں لڑکیوں کے ہوگئے باقی بچے دوسو، حضرت علی (ع): کیا تمہارے بھائی کی ماں زندہ ہے؟اس نے کہاہاں حضرت نے کہاتوچھٹاحصہ اس کی ماں کاہے یعنی ۱۰۰ دینار، حضرت علی (ع): کیاتمہارے بھائی کی بیوی بھی حیات ہے؟اس نے کہاہاں، حضرت نے کہاتوآٹھواں حصہ اس کا بنے گایعنی ۷۵دینار لہٰذا ۲۵دینارباقی بچیں گے، حضرت علی (ع): کیاتمہارے مردہ بھائی کے بارہ دوسرے بھائی ہیں؟اس نے کہاہاں، حضرت نے کہاتوان میں سے ہرایک کے دودودینارمیراث بنیں گے یعنی ۲۴ دینار اس طرح تمہاری میراث میں صرف ایک ہی دینارآتاہے لہٰذااسی پر قانع رہو۔(ناسخ التواریخ حضرت علی ج۵ص۵۸)

۲۱۔ خوداونٹ سے گواہی دلوانا: عماریاسر نقل کرتے ہیں کہ خلافت امیرالمومنین علی (ع)کے دورمیں ایک دفعہ مسجد کوفہ میں حضرت علی (ع)کے پاس بیٹھاہواتھاکہ حضرت نے مجھے اپنی شمشیر دیتے ہوئے کہاکہ باہرجاکرفلاں مظلوم کو فلاں شخص کے ظلم سے نجات دلوائو، عمار کہتے ہیں میں نے مسجد سے باہرنکل کردیکھاکہ ایک اونٹ کے مسئلے پرایک مردوعورت کے درمیان تنازع ہے مردکہہ رہاتھاکہ اونٹ میراہے اورعورت کہہ رہی تھی کہ اونٹ میراہے،جبکہ حقیقت میں وہ اونٹ عورت ہی کاتھا،میں نے مسجد آکرحضرت کواطلاع دی حضرت نے باہرآکر اس مرد سے کہاکہ کیوں اس عورت پر ظلم کررہے ہواوراس کے اونٹ پرقبضہ کرناچاہتے ہو، اس شخص نے کہاکہ یہ

اونٹ میرا ہے آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ اونٹ اس عورت کا ہے، حضرت نے کہا کہ اگر میں اپنی اور اس عورت کی بات پر ایسی گواہی پیش کروں جس کا کوئی بھی انکار نہ کرسکے تو کیا تم مان جاؤگے اِس نے کہا ہاں میں مان جاؤں گا حضرت نے اونٹ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:''تَكَلَّمْ اَيُّهَا الْجَمَلُ لِمَنْ اَنْتَ ''یعنی اے اونٹ تم ہی بتاؤ کہ تم کس کے ہو ،اونٹ : گویا ہوا کہ اے امیر المومنین (ع)آپ پر سلام ہو میں ایک سال سے اس عورت کا ہوں اور یہ میری مالکن ہے حضرت نے عورت سے کہا کہ تم اپنے اونٹ کی لگام کو تھام کر لے جاؤ یہ سن کر وہ جھوٹا ادّعا کرنے والا مرد خاموش ہو گیا پھر حضرت نے اس شخص کو اس کے جھوٹ پر چند کوڑے سزاء کے طور پر لگوائے کہ آئندہ وہ اس طرح کا کام نہ کرے۔(بحار ج۴۰ ص۲۶۸)

۲۲۔ جڑے ہوئے پیدا ہونے والوں کی میراث کا حل: حضرت علی (ع)کے سامنے ایسے دو جڑے ہوئے افراد کے مسئلے کو پیش کیا گیا جو کمر سے اوپر دو بدن اور دو سر تھے مگر نیچے کا حصہ ایک ہی تھا تو حضرت سے پوچھا گیا کہ ایسے کو ایک سمجھیں یا دو تاکہ میراث وغیرہ کے لحاظ سے صحیح فیصلہ کیا جاسکے ،حضرت نے انھیں جواب دیا کہ جب یہ سوئے تو اس کے ایک طرف والے کو بیدار کرکے دیکھو کہ اگر اس کے بیدار کرنے سے دوسرا ملا ہوا جسم بھی بیدار ہو جاتا ہے تو یہ دونوں جسم ایک ہی ہیں اور اگر دوسری طرف سوتا رہتا ہے تو یہ دو علیحدہ علیحدہ افراد کے حکم میں ہے یعنی اسے دو افراد کی میراث دی جائے گی۔(ارشاد شیخ مفید ج۱ ص۲۰۴)

۲۳۔پانچ اور تین روٹی والوں کے مسئلہ کا حل: عبد الرحمٰن بن حجاج کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ امیرالمؤمنین علی (ع)بعض اوقات ایسے عجیب و غریب فیصلے کرتے تھے کہ لوگ ایسے فیصلے کرنے سے قاصر تھے مثلاً :ایک دفعہ دو دوست کہیں مسافرت پر گئے اور کھانا کھانے کے لئے ایک جگہ بیٹھے دونوں نے اپنا اپنا کھانا نکالا تو ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں دونوں ابھی کھانا شروع ہی کرنا چاہتے تھے کہ ایک تیسرا رہ گزر آیا تو ان دونوں نے اسے بھی کھانے پر دعوت دی اس طرح ان تینوں نے بیٹھ کر کھا نا کھایا اور وہ آٹھ روٹیاں تمام ہو گئیں رہ گزر مہمان نے کھانا کھا کر جاتے ہوئے آٹھ درہم ان دونوں کو دیئے کہ یہ آٹھ روٹیوں کے عوض ہے لہٰذا آپ دونوں آپس میں تقسیم کر لینا اس کے جانے کے بعداب ان دونوں میں مسئلہ کھڑا ہو ا کہ پانچ روٹیوں والا کہتا تھا کہ پانچ درہم میرے اور تین درہم تمہارے کیوں کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تمہاری تین روٹیاں تھیں مگر تین روٹیوں والا نہیں مان رہا تھا وہ کہہ رہا تھا کہ نصف نصف تقسیم کرو آخر کا ر یہ دونوں حضرت علی (ع)کے پاس فیصلے کے لئے پہنچے تو حضرت نے بھی دونوں کو آپس میں صلح کرنے کو کہا مگر تین روٹیوں والا کہنے لگا کہ یا علی (ع)! آپ ہی ہمارے درمیان عادلانہ فیصلہ کریں کیونکہ اس کا کل سرمایہ وہ پانچ روٹیاں تھیں تو میرا بھی کل سرمایہ وہی تین روٹیاں تھیں جو کہ سب ختم ہو گئیں تو ملنے والے آٹھ درہم ہم دونوں میں مساوی تقسیم ہونے چاہئے ہیں حضرت نے فرمایا :اب جب خود تم نے

عادلانہ فیصلے کو کہا ہے تو عادلانہ فیصلے کے تحت تمہارا حق صرف ایک درہم بنتا ہے اور وہ اس طرح سے کہ وہ آٹھ روٹیاں جو تم تینوں نے برابر سے کھا کر ختم کیں تو انھیں تین سے تقسیم کریں تو ۲۴ حصے بنتے ہیں یعنی گویا تم تینوں میں سے ہر ایک نے آٹھ آٹھ حصے روٹی کے کھائے اور کیونکہ ہر روٹی کے تین تین حصے بنیں تو تم نے گویا اپنی ہی روٹیوں کے نو حصوں میں سے آٹھ حصے کھا لئے صرف ایک ہی حصہ مہمان نے کھایا لہٰذا ملنے والے آٹھ درہم میں سے صرف ایک درہم تمہارا حق ہے اور باقی سات درہم تمہارے اس دوست کا حق ہے جس کی پانچ روٹیاں تھیں وہ دونوں افراد حضرت کا اس طرح کا فیصلہ سن کر خاموشی سے سر جھکائے چلے گئے۔(بحار ج۱۰۴ ص۲۰۸ ،ارشاد مفید ج۱ ص ۲۰۴)

۲۴۔ریاضی کے سخت ترین مسئلہ کا حل: ایک یہودی شخص حضرت علی (ع) کی خدمت میں آکر پوچھتا ہے کہ آپ کوئی ایسا عدد مجھے بتائیں جو ان اعداد : "۲، ۳، ۴،۵،۶،۷،۸،۹،۱۰"پر اس طرح سے تقسیم ہو کہ کچھ باقی نہ بچ سکے تو حضرت علی (ع)نے اس سے فرمایا:"اِضْرِبْ اَیَّامَ اُسبُوعِکَ فِی اَیَّامِ سَنَتِکَ"یعنی ہفتہ کے ایام کو سال کے ایام سے ضرب دو اس سے جو نتیجہ نکلے گا وہ ان مذکورہ تمام اعداد پر تقسیم ہو سکتا ہے بغیر کچھ بچے ،لہٰذا اگر ہفتہ کے عدد (۷) کو سال کے (۳۶۰)ایام سے ضرب دیں تو (۲۵۲۰)نتیجہ نکلتا ہے جو کہ مذکورہ تمام اعداد پر مساوی تقسیم ہو سکتے

ہیں بغیر کچھ بچے یہودی اس طرح سے مسئلے کے حل ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا۔(کشکول شیخ بہائی ص۲۵۵ کتاب قبس الانوار (میر داماد)میں ہے کہ قمری سال کی ایام ۳۶۰ سے کچھ کم اور شمسی سال کے ایام کیونکہ ۳۶۰ سے کچھ زیادہ بنتے ہیں اس لئے یہاں پر حد اوسط ۳۶۰ ایام کو فرض کرتے ہوئے حضرت نے جواب دیا ہے)

۲۵۔لواط کرنے والے کی خالص توبہ کے فوائد: حضرت علی (ع) کی خلافت کے دوران ایک شخص نے ایک بچہ سے لواط کر لیا تھا مگر اس گناہ کے فوراً بعد ہی وہ پشیمان ہوا اور توبہ و زاری کرتا ہوا حضرت علی (ع) کی خدمت میں پہنچا اور کہنے لگا یا علی مجھ میں آتش جہنم کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے لہٰذا اسی دنیا میں اس گناہ کی ''حد ''اپنے اوپر جاری کروا کر پاک ہو نا چاہتا ہوں حضرت نے تین دفعہ یہ کہکر واپس بھیج دیا کہ شاید تم اپنے اس ادّعا میں غلطی کر رہے ہو مگر جب چوتھی دفعہ اس نے آکر اپنی پہلی بات کو تکرار کیا تو حضرت نے فرمایا:''میر ے چچا زاد بھائی پیغمبر اسلام (ص)نے لواط کے عمل کی تین سزائیں بتائی ہیں اس نے پوچھا :وہ کون کون سی ہیں، حضرت نے فرمایا: ا۔تلوار سے گردن اُڑادینا ، ۲۔ہاتھ پیر باندھ کر پہاڑ کے اوپر سے گرادینا، ۳۔زندہ آگ میں جلا دینا اس نے پوچھا :یا امیر المؤ منین (ع)ان میں سے سخت ترین سزا کون سی ہے ؟حضرت نے فرمایا:زندہ آگ میں جلایا جانااس نے کہا مجھے یہی سخت ترین سزا قبول ہے ادھر حضرت علی (ع)نے آگ جلانے کا حکم دیا ادھر اس گنہگار انسان نے دور

کعت نماز پڑھی اور اس طرح دعا کی کہ:اے اللہ ! تو جانتا ہے کہ میں لواط جیسے گناہ کا مرتکب ہوا ہوں لہٰذا تیری آتشِ جہنم کے خوف سے بچنے کے لئے تیرے نبی کے وصی اور پیغمبر (ص)کے چچا زاد بھائی سے آکر اپنے پاک ہونے کی گذارش کی تو انھوں نے تین سزاؤں میں اختیار دیااور میں نے ان میں سے سخت ترین سزا کو اختیار کیا ہے لہٰذا اے اللہ ! میری اس سزا کو میرے اس بد ترین گناہ کا کفارہ قرار دے جو میں نے انجام دیا ہے اور آخرت میں مجھے آتش جہنم میں نہ جلا نا پھر وہ اُٹھا اور اپنے گناہ پر گریہ کرتا ہوا آگ میں کود گیا آگ نے اس کے چاروں طرف کو گھیر لیا یہ منظر دیکھ کر دیکھنے والے ہر ایک پر رقت طاری ہو ئی یہاں تک کہ حضرت علی (ع) نے بھی گریہ کیا پھر حضرت علی (ع)نے اس شخص کو آواز دیتے ہوئے کہا :اے شخص اب تو آگ سے اُٹھ آکہ زمین وآسمان کے ملائکہ کو بھی تونے رُلادیا ہے اور تیری توبہ قبول ہوئی اور اپنا خیال رکھنا کہ آئندہ کوئی گناہ نہ کرنا وہ شخص حمد وثنائے پروردگار کرتا ہوا صحیح و سالم آگ سے نکل آیا اور پھر کبھی کسی بھی گناہ کے نزدیک نہ گیا۔(فروع کافی ج۷ ص۲۰۱)

۲۶۔ تہمت لگانے کے نتیجہ میں حدکاجاری ہونا: ابتداء اسلام میں کیونکہ کنیز اور غلام کا رواج تھا حضرت علی (ع)کی خلافت کے دوران ایک شخص کی بیوی کی جو کنیز تھی اس نے اپنی کنیز اپنے شوہر کو بخش دی تھی لہٰذا شوہر نے اس کنیز سے جب نزدیکی کر لی اور وہ کنیز حاملہ ہو گئ تو اس شخص کی زوجہ نے زنانہ حسادت میں آکر شوہرپر الزام لگایا کہ اس نے میری کنیز کے ساتھ زنا کیا ہے جس کے نتیجہ میں وہ حاملہ بھی ہو گئ ہے جب

یہ فیصلہ حضرت علی (ع)کے پاس پہنچا تو حضرت نے فرمایا: ''اگر تمہارے شوہر پر یہ گناہ ثابت ہو گیا تو حد شرعی جاری ہوگی ،اب وہ عورت اس خوف سے کہ اگر شوہر پر بے گناہ حد جاری ہو گئی تو وہ مجھ سے متنفر ہو جائے گا لہٰذا فوراً اپنے جھوٹے ادّعا سے باز آتے ہوئے کہنے لگی یا امیر المؤمنین (ع)بے شک میں نے اس کنیز کو اپنے شوہر کو بخش دیا تھا لہٰذا وہ ہر گز زنا کا مرتکب نہیں ہوا ہے ،حضرت علی (ع)نے کہا کہ ٹھیک ہے مگر اب خود تم پر شوہر پر تہمت لگانے کے نتیجے میں حد جاری ہوگی جو کہ ۸۰ کوڑے ہیں اور پھر حضرت نے وہ حد جاری کروائی ۔(فروع کافی ج۷ ص۲۰۶ ،وسائل الشیعہ ج۱۸ ص ۲۱۲)

۲۷۔جیب کترے کی سزاء: احکام اسلام کے تحت چور کی چوری پر اگر شرائط پوری ہو رہی ہو ں تو پہلی مرتبہ اس کے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو کاٹاجاتا ہے انگھوٹھے کو چھوڑتے ہوئے اور اگر پھر دوسری بار چور ی کرے تو اُلٹے پیر کو پنجے کے درمیان سے کاٹا جاتا ہے اس مطلب کو نظر میں رکھتے ہوئے مذکورہ حکایت کو ملاحظہ کریں خلافت امام علی (ع)کے زمانے میں ایک جیب کترے کو آپ کے سامنے پکڑ کر لایا گیا اور اس کے بارے میں حکم کرنے کو کہا گیا تو حضرت نے فرمایا:اس کی سزا صرف کوڑے ہیں ہاں اگر اس نے اندر کے کپڑے کی جیب کاٹی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ کانٹتا اسی طرح اعلانیہ کپڑے کی دوکان سے کپڑا چوری کرنے والے کو جب لایاگیا تو حضرت نے فرمایا:اس کی سزاء بھی صرف کوڑے ہیں مگر یہ کہ جو کسی کے مال کو چھپ کر چوری کرے اور اپنے آپ کو مخفی کرے تو ایسے چور کا میں ہاٹھ ہی کاٹوں گا۔(فروع کافی ج۷ ص۲۲۶)

۲۸۔مسئلہ قضاوت میں باریک بینی: حضرت علی (ع) کی خلافت کے دور میں ایک شخص نے مرتے وقت کسی کو ہزار دینار دیئے اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد جتنے تم چاہو میری طرف سے صدقہ کر دینااور باقی اپنے لئے رکھ لیناپھر اس شخص کا انتقال ہو جانے پر دینار لینے والے شخص نے ۱۰۰ دینار مرحوم کی طرف سے صدقہ دیدیئے اور ۹۰۰ دینار اپنے لئے رکھ لئے جب مرحوم کے ورثہ کو پتہ چلا تو انھوں نے اس سے آکر کے کہا کہ کم از کم ۵۰۰ دینار صدقہ کردو اور ۵۰۰ دینار اپنے لئے رکھ لو مگر وہ شخص نہ مانا اور کہتا جا رہا تھا کہ مرحوم نے مجھے اختیار دیا تھا جب ان کے درمیان اختلاف بڑھا تو یہ سب فیصلے کے لئے حضرت علی (ع)کے پاس پہنچے اور ماجرا بیان کیا حضرت نے اس شخص سے کہا کہ جو میت کے وارث کہہ رہے ہیں صحیح تو ہے کیوں ان کی بات کو نہیں مان لیتے ہو مگر اس شخص نے اپنے اندر موجود طمع کے سبب حضرت کی بھی بات نہیں مانی تو پھر حضرت نے یوں فیصلہ کیا کہ اس نے تمہیں وصیت یہی تو کی تھی کہ جو تم پسند کرو وہ راہ خدا میں میری طرف سے صدقہ کردینا اور باقی اپنے لئے رکھ لینااس لحاظ سے تم نے جو ۹۰۰ دینا راپنے لئے پسند کئے اسے اس کی طرف سے صدقہ دیدو اور باقی ۱۰۰ دینار صرف اپنے لئے رکھو۔(بحار ج ۱۰۴ ص ۴۱۲)

۲۹۔(۱۷)اونٹوں کی تقسیم کے مسئلے کا حل: حضرت علی (ع) کی خلافت کے دور میں ایک دفعہ تین افراد اپنے مسئلے کے حل کے لئے حضرت کے پاس آئے کہ ہم تینوں ۱۷ اونٹوں کے مالک ہیں مگر ہم میں سے ایک نصف حصہ کا مالک ہے اور ایک ثلث حصہ

کا مالک ہے اور تیسرا نویں حصہ کا مالک ہے لہٰذ آپ یہ ١٧ اونٹ اس طرح سے تقسیم کریں کہ کسی بھی اونٹ کو ذبح کرنے کی ضرورت نہ پڑے ،حضرت علی (ع) نے بیت المال سے ایک اونٹ کو ان کے ١٧ اونٹ میں اضافہ کرتے ہوئے ان کے درمیان یوں فیصلہ کیا کہ جس کا حصہ نصف اونٹ تھے اسے (٩) اونٹ دیئے اور جس کاحصہ ثلث اونٹ تھے اسے (٦) اونٹ دیئے اور جس کانواں حصہ اونٹوں میں تھا اسے (٢)اونٹ دیئے اس طرح وہ (١٧)اونٹ ہر ایک کو اس کے حصے کے مطابق پہنچ گئے اور بقیہ ایک اونٹ بیت المال کا بیت المال میں لوٹا دیا۔(ناسخ التواریخ حضرت علی (ع)ج۵ ص ٦٣ ثمرات الانوار ج١ ص١٠٢)

٣٠۔اپنے پیر کی ٹھوکر سے کرامت دکھانا: میثم تمار نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور تمام صحابہ مسجد کوفہ میں حضرت علی (ع)کے گرد جمع تھے کہ ایک بلند قامت شخص آیا اور اس نے حضرت علی (ع) کو مخاطب کرکے کہا اے علی ! ہم نے سنا ہے کہ آپ خلیفۂ مسلمین اور حلال مشکلات ہیں اگر آج آپ نے ہمارے قبیلے والوں کی یہ بڑی مشکل حل کردی تو ہم جانیں گے کہ آپ سچے خلیفہ اور حقیقی حلّال مشکلات ہیں حضرت علی (ع) اس شخص سے یوں مخاطب ہوئے ''اے سعد بن فضل بن ربیع ...تم کیا چاہتے ہو''اس نے کہا ہمارے پاس ایک مقتول کا جنازہ ہے جس کے قاتل کے بارے میں پتہ نہیں چل پا رہا ہے کہ کس نے اسے قتل کیا ہے ،حضرت علی (ع) نے فرمایا: اسے اس کے چچا نے قتل کیا ہے کیونکہ اس نے اپنے چچا کی بیٹی سے شادی کی تھی اور

پھر اسے طلاق دیدی اور اس کی دوسرے سے شادی ہو گئی مگر اس کے چچا نے اس سے کینہ و عداوت کے سبب اسے قتل کردیا،یہ سن کر سب ہی لوگوں کو تعجب ہوا مگر آنے والا بلند قامت شخص کہنے لگا کہ ہم آپ کے اس کلام کو اس وقت سچ سمجھیں گے کہ آپ خود اس مردے کو زندہ کریں کہ وہ خود اپنے قاتل کی گواہی دے،حضرت علی (ع)نے میثم سے کہا جاؤ کوفہ و نجف میں یہ اعلان کرادو کہ آج جو بھی علی کی کرامت کو جو اسے اس کے خدا نے عطا کی ہے دیکھنا چاہتا ہے وہ حاضر ہو جائے ،جب سب جمع ہوگئے تو حضرت نے اپنے پیر کی نوک سے ہلکے سے اس مردے کو ٹھو کر لگاتے ہوئے فرمایا :اے شخص باذن پروردگار اُٹھ اور اپنے قاتل کی نشان دہی کر وہ میت جو ایک خوبصورت جوان تھا زندہ ہوا اور یہ کہتے ہوئے اٹھا "لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَا حُجْةَ اللّٰہِ "یعنی اے حجت خدا میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں پھر اس نے حضرت علی (ع)کے پوچھنے پر بتایا کہ میرا چچا حارث بن غسان میرا قاتل ہے یہ سب دیکھ کر اور سن کر سب ہی لوگوں کو تعجب ہوا اور حضرت علی (ع)کی حقیقی خلافت ووصایت اور حلال مشکلات ہونے کا یقین ہوا اور حضرت علی (ع)کی یہ کرامت دوسرے لوگوں تک منتقل ہونے لگی ۔(الفضائل ج ۲ ص ۵،بحار ج ۴۰ ص ۲۷۵)

۳۱۔دوجوانوں کے قتل کاسبب بننے والی لڑکی کاسرانجام: عنیزہ نامی لڑکی اور عقیل نامی لڑکے کے درمیان دوستی تھی جو ہلکے ہلکے عشق میں بدل گئی سرانجام عقیل نے عنیزہ کے

گھر والوں کے پاس رشتہ بھیجا مگر عنیزہ کے گھر والوں نے انکار کردیا نتیجتاً عنیزہ کی شادی اس کے چچا زاد بھائی رماح سے طے پائی مگر عنیزہ رماح کے بجائے عقیل ہی کو چاہتی تھی لہٰذا عنیزہ اور عقیل نے سازش کی کہ شادی کی رات عقیل دلہن کے کمرے میں پہلے سے چھپ جائے گا اور دولھا ودلھن کمرے میں اکیلے رہ جائیں گے تو عقیل کے ساتھ مل کر عنیزہ اپنے ناپسندیدہ شوہر کو قتل کر دیں گے لہٰذا شادی کی پہلی رات آئی عقیل نے نکل کر رماح پر حملہ کیا اس نے اپنا دفاع کرتے ہوئے عقیل کو قتل کر دیا اب جو عنیزہ نے اپنے حقیقی معشوق کو مقتول پایا تو اس نے اپنے شوہر رماح پر حملہ کرکے اسے قتل کر دیا،جب عنیزہ کو پکڑ کر حضرت علی (ع)کے پاس فیصلہ کے لئے لے جایا گیا تو حضرت نے یوں فیصلہ فرمایا :کہ عنیزہ کو پہلے عقیل کے خون کی دیت دینی ہوگی کیونکہ وہ عقیل کو اپنے حجرے تک لانے کی سبب بنی اور رماح پر کچھ نہیں کیونکہ اس نے اپنا دفاع کیاتھا اور پھر عنیزہ کو رماح کے قتل کی وجہ سے قصاص دینا ہوگا جو کہ سزائے موت ہے ،اس طرح ایک عورت دو مردوں کے قتل کی مجرم قرار پائی ۔(مناقب ابن شہر آشوب ج۲ ص ۳۸۰ ،عدالت وقضا در اسلام ص ۲۷۴)

۳۲۔معلم کی طرف سے بچوں پر تنبیہ کرنے کا معیار:ایک دفعہ حضرت علی (ع)کا گزر کسی اسکول کی طرف سے ہوا دیکھا معلم بچوں کے پرچے چیک کرنے میں مصروف ہے جب

بچوں نے حضرت کو دیکھا تو کچھ بچے اپنی اپنی کاپیاں حضرت کے پاس لے آئے اور کہنے لگے یا امیر المؤمنین آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں کہ کس کی لکھائی اچھی ہے اور کس کی خراب ہے ، حضرت علی (ع) نے فرمایا: یہ بھی ایک طرح کی قضاوت ہے جس میں کسی پر ظلم نہیں ہو نا چاہیئے اور اُستاد کے لئے بھی بچوں کو تین ضربہ تک مارنا جائز ہے اگر اس سے زیادہ مارے تو ایسے استاد و معلم کو قصاص دینا پڑے گا۔ (وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۵۸۲)

۳۳۔ شراب خوری پر دوست کو بھی کوڑے لگانا: نجاشی نامی شخص جو حضرت علی (ع) کے دوستوں میں سے تھا اس نے ایک دفعہ ماہ رمضان میں شراب پی لی جب حضرت علی (ع) کو پتہ چلا تو آپ نے اسے بغیر دوستی کا لحاظ کئے اسلامی قانون کے اعتبار سے ۸۰ کوڑے لگوائے اور ایک رات قید کیا دوسرے دن اسے بلوا کر پھر سے ۲۰ کوڑے لگوائے اس نے کہا یا امیر المؤمنین ! آپ نے شراب خوری کے ۸۰ کوڑے لگوا تو دیئے تھے پھر یہ آج ۲۰ کوڑے کس بات کے تو حضرت علی (ع) نے فرمایا: ''هٰذا لِتَجَرِّيكَ عَلىٰ شُربِ الْخَمْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ'' یعنی یہ ۲۰ کوڑے اس لئے ہیں کہ یہ شراب پینے کی گستاخی تم نے ماہ رمضان میں کی ہے ۔ (وسائل ج۱۸ ص۲۱۵، عدالت وقضاء در اسلام ص۲۱۶)

۳۴۔ قرآن سنانے پر چوری کی سزا سے معافی: حضرت علی (ع) کے زمانۂ خلافت میں ایک جوان آکر حضرت علی (ع) کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ میں نے چوری کی ہے

لہٰذاآپ مجھ پر حد جاری کر کے پاک کردیں، حضرت علی (ع) نے اس آنے والے کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا کہ تم ابھی جوان ہو مجھے لگتا ہے تم نے طمع میں آکر چوری کر لی ہے اور اب پشیمان ہو لہٰذا اگر تمہیں قرآن کا کچھ حصہ یاد ہو تو وہ مجھے سنا دو تاکہ میں تمہیں آزاد کردوں ورنہ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے اس جوان نے کہا ہاں مجھے سورۂ بقرہ یاد ہے اس نے سورہ بقرہ پڑھ کر سنایاتو حضرت نے اسے معاف کر دیااشعث (جو کہ منافقین کا سردار تھا) کہتا ہے اے علی ! کیا آپ احکام الٰہی کے جاری کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں توحضرت علی (ع)نے اسے جواب دیا کہ تم قاضی کے اختیارات سے باخبر نہیں ہو کیونکہ جب بھی کوئی جرم دو عادلوں کی گواہی کے ذریعہ ثابت ہو تو اس میں قاضی کو بخشنے کا حق نہیں ہے مگر جہاں جرم صرف مجرم کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس پر اس جرم کی حد جاری کرے یا اسے بخش دے ۔(تہذیب الاحکام شیخ طوسی ج ۱۰ ص۱۲۹، من لایحضرہ الفقیہ ج۴ ص ۶۲ ،وسائل الشیعہ ج۱۸ ص۴۸۸)

۳۵۔ مرنے والی عورت اور اس کے بچہ کی دیت: جب حضرت علی (ع)جنگ جمل سے واپس آرہے تھے تو راستہ میں ایک عورت اور اس کے سقط شدہ بچے کو مرا ہوا پاکر سوال کیا کہ یہ کیسے مرے ہیں بتایا گیا کہ یہ عورت حاملہ تھی اور جنگ کی شدت کے خوف سے اس کا بچہ سقط ہو گیااور پھر یہ خود بھی مر گئی ،حضرت علی نے اس عورت کے شوہر کو طلب کیا اور بچے کی دو ثلث دیت بیت المال سے اسے دی اور فرمایا کہ اس

بچے کی ثلث دیت اس کی ماں کا حصہ ہے لہٰذا اب جب کہ وہ مر گئی ہے تو اس ثلث کا نصف حصہ بچے کے باپ کو اپنی بیوی سے ارث میں ملے گا اور باقی نصف عورت کے نزدیکی رشتہ دار وں کو ملے گا کیونکہ اس عورت کا اس سقط شدہ بچہ کے علاوہ کوئی بچہ نہیں تھاہاں حضرت علی (ع)ایسے حالات میں بھی مظلوموں کے حقوق کا اتنی دقت کے ساتھ خیال رکھتے ہیں۔(فروع کافی ج۷ ص۳۵۴)

۳۶۔چوروں کو سزاء دیگران کے ساتھ نیکی کرنا: حارث بن حصیر کہتے ہیں میں ایک دفعہ مدینہ میں ایک سیاہ حبشی کے نزدیک سے گزرا جو مدینہ کے لو گوں کے لئے پانی بھر بھر کر گھروں کو پہنچاتا تھا مگر اس کے سیدھے ہاتھ کی چاروں اُنگلیاں کٹی ہوئی تھیں میں نے اس سے کہا تمہارا ہاتھ کس نے کاٹا ہے ؟اس نے جواب دیا:''بہترین انسان نے ''پھر اس نے بتایا کہ ہم ۱۸ افراد تھے جو چوری کے جرم میں گرفتار کر کے حضرت علی (ع)کی خدمت میں پیش کئے گئے اور ہم نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر چوری کرنے کا اقرار بھی کر لیا تو حضرت نے فرمایا:تم لوگوں نے حرام کام کیا ہے لہٰذا تم لوگوں کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے لہٰذا انھوں نے ہم سب پر حد شرعی جاری کرکے ہمیں اپنے گھر میں رکھا ہمیں اچھی طاقت ور غذائیں کھلائیں اور اچھا لباس پہنایا جب ہم سب ٹھیک ہو گئے تو فرمایا:اب اگر تم لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لو تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اگر تم لوگوں نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ جنت میں تمہاری کٹی ہوئی

اُنگلیوں کو تمہارے ہاتھوں کے ساتھ جوڑ دے گا اور اگر تم لوگوں نے توبہ نہ کی تو پھر دوزخ میں وہ تمہاری اُنگلیاں تمہارے ہاتھوں میں لگائی جائیں گی ۔(فروع کافی ج۷ ص۲۴۶)

۳۷۔بچہ سقط کرنے کی دیت: حضرت علی (ع)کے پاس ایک شخص کو لایاگیا جس نے اپنی حاملہ زوجہ کو مارا تھا جس کی وجہ سے اس کے رحم میں موجود بچہ جو ابھی علقہ (یعنی جمع شدہ خون)کی صورت میں تھا سقط ہو گیا حضرت علی (ع)نے اس شخص سے کہا کہ تم چالیس دینا ر بعنوان دیت اپنی بیوی کو دو (ہر دینا ر ۱۵ مثقال سونے کے برابر ہے)اور پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی (وَلَقَدْخَلَقْنَا الاْنسَانَ مِنْ سُلاَلَةٍ مِنْ طِينٍ(۱۲)ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةًفِي قَرَارٍمَكِينٍ(۱۳)ثُمَّ خَلَقْنَاالنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ...).(سورۂ مومنون آیہ ۱۲۔۱۴)

ترجمہ: ہم نے انسان کو چکنی مٹی سے خلق کیا پھر اس کے نطفہ کواطمینان والی جگہ میں قرار دیا پھر نطفہ سے علقہ اور علقہ سے مضغہ خلق کیا پھر حضرت علی (ع)نے فرمایا: نطفہ کو سقط کرنے کی دیت (۲۰)دینار ہے اور علقہ کو سقط کرنے کی دیت (۴۰) دینار ہے اور مضغہ کو سقط کرنے کی دیت(۶۰)دینار ہے ہڈی آنے کے بعد والے سقط کردہ بچہ کی دیت(۱۰۰)دینارہے اورروح آجانے کے بعد سقط کردہ بچہ کی دیت اگر لڑکا تھا تو (۱۰۰۰) دینار اگر لڑکی تھی تو (۵۰۰) دینا ردیت دینی پڑتی ہے ۔(ارشاد مفید ج۱ ص۲۱۵)

۳۸۔اُنگلیاں کٹنے پر بھی حضرت علی (ع) کی مدح کرنا: حضرت علی (ع) کا حبشی غلام ''افلح'' نامی آ کر اقرار کرتا ہے کہ میں نے چوری کی ہے لہٰذا آپ مجھ پر چوری کی حد جاری کر کے مجھے پاک کیجئے حضرت نے تحقیق کے بعد اس کے سیدھے ہاتھ کی چار اُنگلیاں کٹوادیں وہ اپنی کٹی ہوئی اُنگلیاں بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر بازار میں جا کر اعلانیہ حضرت کی مدح کرتا ہے اسی دوران ''ابن کوّا'' جو کہ خوارج کا سردار اور حضرت علی (ع) کا سخت دشمن تھا ،فرصت سے استفادہ کرنا چاہتا ہے حضرت علی کو بد نام کرنے کے لئے لہٰذا اس حبشی غلام کے پاس آ کر کہتا ہے کہ علی (ع) نے تمہارے ہاتھ کی اُنگلیوں کو کٹوا دیا اور پھر بھی تم ان کی مدح وثنا کر رہے ہو ،اس حبشی غلام نے کہا میں کیوں نہ ایسے شخص کی مدح کروں جو عالی صفات کا مالک ہے اور یوں کہتا ہے :

"قَطَعَ يَمِيْنِي اَمَامُ حَنفِيّ بَدْرِیّ اُحُدِیّ مَكِيّ مَدَنِيّ أَبْطَحِيّ بَاشِمِيّ قُرَشِيّ،قَطَعَ يَمِيْنِي اِمَامُ التُّقىٰ وَابْنُ عَمِّ الْمُصْطَفىٰ شَقِيْقُ الْمُجْتَبىٰ ، لَيْثُ الثّرىٰ، غَيْثُ الوَرَىٰ ،حَتْفُ الْعِدىٰ وَمِصْبَاحُ الدُّجىٰ،قَطَعَ يَمِيْنِي اِمَامُ الْحَقِّ وَسَيِّدُ الْخَلْقِ فَارُوْقُ الدِّيْنِ وَسَيِّدُ الَعَابِدِيْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ وَخَيْرُ الْمُهتَدِيْنَ وَأَفْضَلُ السَّابِقِيْنَ وَحُجَّةُ اللهِ عَلَى الْخَلْقِ أَجْمَعِيْنَ، قَطَعَ يَمِيْنِي دَاحِی بابُ خَيْبَرٍ وَقَاتِلُ مَرْحَبٍ وَمَنْ كَفَرَقَطَعَ يَمِيْنِي ،شُجَاع جَرِیّ جَوَاد، سَخِیّ بُهلُول شَرِيْف الْأَصْلِ وَالْاُصُولِ اَبنُ عَمِّ الرَّسُولِ وَزَوْجَ الْبَتُولُ وَسَيْفُ اللهِ الْمَسْلُولِ

وَالْمَرْدُوْدُ لَہُ الشَّمْسُ عِنْدَالأُفُولِ، قَطَعَ یَمِیْنِی صَاحِبُ الْقِبْلَتَیْنِ اَلضَّارِبُ بِالسَّیْفَیْنِ الطّاعِنُ بِالرُّمْحَیْنِ، وَارِثُ الْمَشْحَرِیْنِ الَّذِیْ لَمْ یُشْرِکْ بِاللّٰہِ طَرَفَۃَعَیْنٍ،أَسْمَعُ کُلَّ ذِیْ کَفَّیْنِ وَأَفْصَحَ کُلِّ ذِیْ شَفَتَیْنِ ابُوالسَّیِّدَیْنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ ...عَلِیَّ بْنُ اَبِی طَالِبٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ"ترجمہ: میرے سیدھے ہاتھ کو خدا پر ست انسان نے کاٹا ہے جو فاتح بدر واُحد ہے جو مکہ ومدینہ و بطحہ کا سروروسردارہے جو ہاشمی اور قبیلہ ٔ قریش سے ہے پر ہیزگاروں کا امام ہے رسول خدا(ص)کا چچا زاد بھائی ہے جو زمین پر خدا کا شیر بیابانوں کے لئے باران رحمت ہے جو دشمن شکن اور جہالت کی تاریکیوں میں چراغ ہدایت کو روشن کرنے والا ہے ،میرے سیدھے ہاتھ کو اس نے کاٹا ہے جو امام حق اور خلق کا سردار ہے اور دین کو امتیاز بخشنے والا،عبادت گزاروں کا سردار، متقی لوگوں کا امام بہترین عبادت گزار ،راہ خدا میں سبقت کرنے والوں میں سب سے افضل اور حجت خدا ہے ،میرے سیدھے ہاتھ کو اس نے کاٹاہے جو فاتح خیبر اور قاتل مرحب وعنتر ہے جو شجاع ،سخاوتمند ،عاقل وپاکیزہ نسل سے تعلق رکھتا ہے رسول خدا کا چچا زاد بھائی فاطمہ زہرا کا شوہر اور خدا کی برہنہ تلوار ہے جس کے لئے ڈوبا ہوا سورج بھی پلٹ آیا،میرے سیدھے ہاتھ کو اس نے کاٹا ہے جس نے دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھی ،دو دو تلواروں اور دو دو نیزوں سے جنگ کی جو وارث حقیقت و ہدف ہے (یعنی جو عرفات میں عبادت کرنے اور منیٰ میں قربانی کرنے والا ہے)جس نے پلک جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کیا جو

ہر سخاوتمند اور جوانمرد سے بڑھ کر ہے جو بولنے میں سب سے زیادہ فصیح ہے جو دو شہزادوں حسن و حسین علیہماالسلام کے والد محترم ہیں جو علی ابن ابی طالب ہیں جن پر بہت بہت درود سلام ہوں''۔

جب ''افلح''کی یہ خبر حضرت علی (ع)تک پہنچی تو حضرت نے امام حسن (ع)سے فرمایا: "عَلَیْکَ بِعَمِّکَ الأسوَد " یعنی اپنے حبشی سیاہ چچا کو ذرا بلا کر لاؤ (سبحان اللہ حضرت علی (ع)نے اس سیاہ غلام کو امام حسن (ع)کا چچا اور اپنا بھائی کہکر قوم پر ستی و شخصیت پرستی کا خاتمہ کر دیا)جب ''افلح''کو بلا کر لایا گیا تو حضرت علی (ع)نے اس سے فرمایا :میں نے تمہارا ہاتھ کاٹااور پھر بھی تم میری تعریف کرتے رہتے ہو اس نے کہا آپ نے حکم خدا و رسول پر عمل کرتے ہوئے مجھ پر حد جاری کی ہے تو میں کیوں نہ آپ کی مدح وثنا کروں؟حضرت نے اس کی کٹی ہوئی اُنگلیوں کو ان کی اصلی جگہ پر رکھ کر عبا سے ڈھانک کر دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی اور پھر جو عبا کو اس پر سے ہٹا یا تو اس کی اُنگلیاں اپنی جگہ پر صحیح و سالم حرکت کررہی تھیں اس کے بعد حضرت علی (ع)''ابن کوا''کی طرف رُخ کر کے کہتے ہیں اے کواکے فرزند ہمارے ایسے ایسے چاہنے والے ہیں کہ اگر اُنھیں ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تب بھی وہ ہماری محبت سے ہٹنے والے نہیں ہیں اور اس کے بر عکس اگر ہمارے دشمنوں کے حلقوں میں شہد بھی ڈالا جائے تب بھی ہماری دشمنی سے باز نہیں آئیں گے جو کوئی بھی ہم سے

محبت کرتا ہے قیامت کے دن ہم اس کی شفاعت کریں گے ۔(ناسخ التواریخ حضرت علی ج۴ ص۱۷۳، بحار ج۴۰ ص۲۸۲)

۳۹۔ دو امانت رکھوانے والوں کے مسئلے کا حل: دو افراد نے ایک تیسرے فرد کے پاس اپنی امانتیں رکھوائیں تھیں ایک نے ایک دینا ر اور دوسرے نے دو دینار ،اس تیسرے شخص سے ایک دینار گم ہوگیا تھا اب جو وہ دونوں اپنی امانتیں واپس لینے آئے تو وہ دو دینار کے مسئلے میں ان کے درمیان اختلاف پیش آیا تو فیصلے کے لئے حضرت علی (ع) کی خدمت میں پہنچے حضرت نے اس تیسرے شخص سے کہا کہ ایک پورا دینار اس دو دینار رکھوانے والے کو دیدو اور بقیہ ایک دینا رکے دو حصے کر کے ان دونوں کے درمیان تقسیم کردو۔(قضاوتہای حضرت علی (ع)(علامہ شوشتری ص۷۹)

۴۰۔ مسئلہ ازدواج میں خیانت کرنے کا نقصان: ایک شخص کی دو لڑکیاں تھیں ایک باکرہ (یعنی بغیر شادی شدہ)اور دوسری غیر باکرہ (یعنی مطلّقہ) کسی جوان نے باکرہ لڑکی کے لئے اپنا رشتہ بھیجا بات چیت طے ہوگئی اور شادی کے دوسرے دن وہ جوان حضرت علی (ع) کی خدمت میں آکر لڑکی کے باپ کی خیانت کی شکایت کرتا ہے کہ میں نے فلا ں شخص کی باکرہ لڑکی سے رشتہ دیا تھا مگر اس نے غیر باکرہ کو دلھن بنا کر بھیج دیا اور مجھے اس سے نزدیکی کرتے ہوئے معلوم ہوا کہ وہ تو باکرہ نہیں ہے جب حضرت علی (ع)کے لئے ثابت ہوگیا کہ وہ جوان صحیح کہہ رہا ہے تو لڑکی کے باپ کو بلوا کر حکم دیا

کہ اس باکرہ لڑکی سے اس جوان کا عقد کیا جائے اور اس غیر باکرہ لڑکی کو اس کے باپ کے سپرد کر دیا جائے اور اس غیر باکرہ لڑکی کا مہر اس کے باپ کے ذمہ ہے جس نے یہ دھوکہ کیا ہے۔(بحار ج۱۰۳ ص۳۶۵)

۴۱۔ایک شخص کو تین جرم کی تین سزائیں ملنا: ایک دفعہ حضرت علی (ع) کی خدمت میں ایسے شخص کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی اور شراب بھی پی تھی اور کسی کو قتل بھی کیا تھا توحضرت نے اسے پہلے شراب پینے کے جرم میں (۸۰) کوڑے لگوائے پھر چوری کے جرم میں اس کے سیدھے ہاتھ کی چار اُنگلیوں کو کٹوایا پھر قتل کے قصاص کے طور پر اسے سزائے موت دی۔(قضاوتہای حضرت علی (ع) (علامہ شوشتری) س۱۴۳.)

۴۲۔کتے اور بھیڑ سے پیدا ہونے والے بچہ کا فیصلہ: ایک دفعہ ایک چرواہا حضرت علی (ع) کی خدمت میں آکر عرض کرتا ہے یا امیرالمؤمنین ایک دفعہ میں اپنے بھیڑ بکریاں چرا رہا تھا کہ میں نے دیکھا ایک کتے نے مادہ بھیڑ سے جماع کیا جس کے نتیجہ میں وہ مادہ بھیڑ حاملہ ہوگئی اور اب اس سے جو بچہ پیدا ہوا ہے ہم اسے بھیڑ کے حکم میں لیں یا کتے کے حکم میں۔

حضرت علی (ع): دیکھو کہ اگر وہ بچہ گھاس کھاتا ہے تو بھیر کے حکم میں ہے اور اگر گوشت کھا تا ہے تو کتے کے حکم میں ہے،

چرواہا: کبھی گھاس کھاتا ہے اور کبھی گوشت کھا تا ہے،

حضرت علی (ع) (ع): دیکھو کہ اگر کتوں کی طرح پانی پیتا ہے تو کتے کے حکم میں ہے ورنہ بھیڑ کے حکم میں ،

چرواہا: دیکھا ہے کہ دونوں طرح سے پانی پیتا ہے ،

حضرت علی (ع): دیکھو چلتے وقت اگر غلہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہے تو کتاہے اور اگر آگے آگے چلتا ہے تو بھیڑ ہے،

چرواہا: دیکھا ہے کہ کبھی آگے چلتا ہے کبھی پیچھے چلتا ہے ،

حضرت علی (ع): دیکھو کہ اگر اپنے پیٹ کے بل بیٹھتا ہے تو بھیڑ ہے اگر پونچھ کے بل بیٹھتا ہے تو کتا ہے ،

چرواہا: دیکھا ہے کہ دونوں طرح سے بیٹھتا ہے ،

حضرت علی (ع): دیکھو کہ کتّوں کی طرح سے ٹانگ اُٹھا کر پیشاب کرتا ہے تو کُتّا ہے ورنہ بھیڑ ہے ،

چرواہا: دیکھا ہے کہ دونوں طرح سے کرتا ہے ،

حضرت علی (ع): اسے ذبح کرکے دیکھو کہ اگر اس میں اوجڑی ہے تو بھیر ہے ورنہ کتا ہے ،

اب تو چرواہا حیران ہو کر رہ گیا کہ کیا کہوں کہ یہ بھی کر کے دیکھ لیا ہے۔(کشکول شیخ بہائی ص۱۶ ،احقاق الحق ج۱۷ ص۴۹۱)

۴۳۔ناپاک عورت کو قبر نے بھی قبول نہیں کیا: حضرت علی (ع)کے دوران خلافت آپ کے صحابی بنام''صالح''کا گزر ''ام قیان'' (جو کہ ایک سچی خاتون تھی)ہواتو اسے غمگین پا کر سوال کیا کہ تمہارے غمگین ہو نے کی وجہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ میری مالکن کا گذشتہ روز انتقال ہوا ہے اور ہم لوگوں نے اسے غسل وکفن دے کر قبرستان میں لیجا کر قبر میں لٹا یا تو تھوڑی دیر کے بعد جنازہ قبر سے باہر تھا پھر سے دفنا یا توگویا قبر نے جنازے کو دوبارہ باہر نکال دیا ہے سمجھ میں نہیں آرہا اب کیا کریں ''صالح''اگر حضرت علی (ع) کی خدمت میں ماجرا بیان کر تے ہیں حضرت علی (ع)پوچھتے ہیں کہ کیا وہ عورت یہودی یا نصرانی تھی کیونکہ زمین یہودی ونصرانیوں کے اجساد کو قبول نہیں کرتی ہے ،بتایا گیا نہیں وہ تو مسلمان تھی ،حضرت نے فرمایا: پھر یقینا یہ اس پر کسی گناہ عظیم کا عذاب ہے ،اب تم لوگ ایسا کرو کہ کسی مسلمان کی قبر کی تھوڑی سی مٹی پہلے اس عورت کی قبر میں ڈالو اور پھر اس عورت کے جنازے کو قبر میں لٹا کر دیکھو، اب جو ایسا گیا تو قبر نے اس عورت کے جنازے کو باہر نہیں پھینکا اس کے بعد صالح کہتے ہیں کہ میں نے اس فوت شدہ عورت کے بارے میں جا کر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے بد کار عورت تھی اور نا محرموں سے زناکی مرتکب ہونے کے بعد جو حمل ٹھہرتا تھا اسے بھی سقط کروادیتی تھی تب مجھے حضرت علی (ع) کی بات کا اندازہ

ہوا کہ ''یقینا اس کے کسی بڑے گناہ کا نتیجہ تھا جو قبر اسے قبول نہیں کر رہی تھی مگر ایک پاک مسلمان کی قبر کی خاک کی برکت سے قبر نے اس بدکار عورت کی میت کو قبول کر لیا۔(فروع کافی ج۷ ص۳۷۰)

۴۴۔جنگ کی شدت اور لوگوں کو جوابات دینا: حضرت علی (ع) کی آغاز خلافت میں ہی داخلی منافقین ومخالفین نے جنگ جمل بصرہ میں ۳۶ ھ ق کو حضرت علی (ع)کے خلاف بھڑکادی تھی لہٰذا اس شدت جنگ میں بھی ایک شخص کسی سوال کو پوچھنے کی غرض سے آگے بڑھ رہا تھا کہ اپنے آپ کو حضرت علی (ع)کے نزدیک کرے اور اپنا سوال پوچھے ابھی کچھ قدم فاصلے پر ہی تھا کہ اس نے چیخ کر حضرت علی (ع)سے سوال کیا کہ آپ جو کہتے ہیں ''خدا واحد ہے ''اس کا کیا مطلب ہے؟ حضرت علی (ع)کے ساتھیوں نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ یہ بھی کوئی سوال پوچھنے کا موقعہ ہے ہر چیز کا ایک موقعہ و محل ہوتا ہے تمہیں اس شدت کی جنگ میں بھی سوال پوچھنے کی سوجھی ہے حضرت علی (ع)نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:اسے پوچھنے دو اعتراض نہ کرو کیونکہ ہم یہ جو جنگ کر رہے ہیں یہ بھی اسی توحید کو بچانے کے لئے ہے جس کے بارے میں یہ شخص سوال کرنا چاہتا ہے اس شخص نے حضرت علی (ع)کے نزدیک آ کر سوال کیا خداکے واحد ہونے کے کیا معنیٰ ہیں ؟ حضرت علی (ع)نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے شخص! خدا کے واحد ہونے کے چار معنیٰ کئے جاتے ہیں جن میں سے پہلے دو معنیٰ صحیح نہیں ہیں اور بعد والے دو معنیٰ صحیح ہیں

۱۔اگر واحد سے مراد ایسا عدد ہو کہ جس کا دوسرا نہیں جو باب اعداد میں داخل ہو تو یہ صحیح نہیں ہے کیا تم نے سورہ ٔمائدہ کی آیہ ۷۳ کوملاحظہ کیا جس میں خدا نے ان لوگوں کے قول کی بھی نفی کی ہے جن کا عقیدہ تھا کہ ''اِنَّہٗ ثَالِثُ ثلاثۃ''یعنی خدا تین سے تیسرا ہے ،اور خدا نے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو کافر کہا ہے۔

۲۔اگر واحد سے مراد واحد نوع از جنس لیا جائے مثلاً انسان جو کہ نوع یعنی قسم ہے جنس انسانوں سے ،یہ عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ خدا کے لئے شریک کا تصور کیا جائے جب کہ خدا کا کسی قسم کا بھی کوئی شریک نہیں ہے۔

۳۔واحد سے مراد خدا کا تک و تنہا وبغیر کسی ساتھی کے ہونا ہے۔

۴۔ذات باری تعالیٰ کا کوئی شبیہ ومانند نہیں جسے تصور بھی کیا جا سکے اور نہ وہ قابل تجزیہ ہے۔(بحار ج۳ ص۲۰۶)

۴۵۔یہودی کا مسلمان پر تہمت لگانے کی سزاء پانا: ایک یہودی جو اسلامی حکومت میں کافر ذمی کی شرائط کے تحت زندگی بسر کررہا تھااس نے کسی مسلمان پر زنا کی تہمت لگائی جس کے نتیجے میں اس مسلمان نے حضرت علی (ع) کی خدمت میں آکر اس یہودی کی شکایت کی حضرت علی (ع)نے اس یہودی کو بلوا کر (۸۰) کوڑے کے

بجائے (۷۹) لگوانے کے بعد حکم دیا کہ اس کی ڈاڑھی اور سر کے بال منڈوا کر اسے قبیلے والوں کے درمیان پھرایا جائے تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو اور کسی میں اتنی جرئت نہ ہو سکے کہ کسی مسلمان پر اس طرح کی تہمت لگائے ۔(وافی (فیض کاشانی) ج۲ ص۵۸)

۴۶۔مقتول چور کے بارے میں فیصلہ: حضرت علی (ع) کی خلافت کے دور میں ایک چور رات کے وقت کسی گھر میں چوری کے ارادے سے داخل ہوا دیکھا صاحب خانہ کی زوجہ اکیلی سو رہی ہے اس سے زنا کے ارادے سے آگے بڑھا اچانک عورت کی جو آنکھ کھلی اس نے چلانا شروع کیا چور چور اس عورت کا بیٹا جو برابر والے کمرے میں سو رہا تھا اُٹھ کر آیا اور چور پر حملہ کیا چور نے اس لڑکے پر چاقو کے پے درپے حملے کر کے قتل کر دیا اب جو عورت نے اپنے بیٹے کو بھی مقتول پایا تو چور پر اسی چاقو سے پے در پے حملے کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیا دوسرے دن چور اور صاحب خانہ کے بیٹے کا مسئلہ شہر میں مشہور ہونا شروع ہواتو چور کے ورثہ اپنے عزیز کے خون کا مطالبہ کرنے لگے ،جب یہ مسئلہ حضرت علی (ع) کی عدالت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا: تم لوگ چور کا خون بہا طلب کرنے کے بجائے صاحب خانہ کے بیٹے کا خون بہا ادا کرو جسے اس چور نے قتل کیا ہے اور اس کے علاوہ اس چور کی طرف سے چار ہزار درہم بھی جرمانہ ادا کرو جو اس نے اس صاحب خانہ کی زوجہ سے ہمبستری کرنے کی کوشش کی تھی اور اس عورت پر چور کو قتل کرنے کی کوئی سزا نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنے ناموس کا دفاع کرتے ہوئے اسے قتل کیا ہے۔(قضاوتہای حضرت علی (ع) (محلاتی) ص۱۷۵.)

۴۷۔غلو کرنے والوں کے بارے میں قضاوت: امام جعفرصادق (ع)ارشادفرماتے ہیں ہمارے جدامیرالمومنین علی (ع) کی خلافت کے دوران کچھ لوگ آئے اورکہنے لگے''اے ہمارے خداآپ پرہمارا سلام'' حضرت علی (ع)نے جب ان سے اس طرح کے کلمات سنیں تو کہا کہ یہ تم لوگوں نے کفرآمیز کلمات کہے ہیں تم لوگ اس طرح کے کلام پرتوبہ کرو،مگرانھوں نے توبہ نہ کی تو حضرت علی (ع)نے دوگڑھے کھدوائے اوردونوں کے درمیان سوراخ کرواکرایک گڑھے میں لکڑیاں جلوادیں،اوردوسرے گڑھے میں ان افراد کوڈھکیل دیا جوبرابر والے گڑھے سے آنے والے دھوئیں سے گھٹ کر مرگئے۔ (اثبات الہداۃ ج۷ص۴۳۶)(بالکل اسی طرح کاواقعہ فروع کافی کی ج۷ ص۲۵۹پر بھی پانچویں وچھٹے امام سے نقل ہے ھنداورسوڈان سے آنے والے لوگوں کے بارے میں نقل ہے)

۴۸۔قضاوقدرکے بارے میں حضرت علی (ع) کی قضاوت: حجاج بن یوسف ثقفی نے(جوکہ عراق میں پانچواں اموی خلیفہ گزراہے)اپنے زمانے کے چار بڑے علماء کوعلیحدہ علیحدہ خط لکھے اورسب سے یہی درخواست کی تھی کہ قضا و قدر کے معانی کاخلاصہ تحریرکریں اوروہ چاربڑے علماء مندرجہ افراد تھے،

۱۔حسن بصری، ۲۔عمروبن عبید، ۳۔واصل بن عطا،۴۔عامر شعبی۔

۱۔حسن بصری: نے جواب میں لکھاکہ قضاوقدر کے سلسلے میں جو گفتگو وقضاوت ملتی ہے وہ حضرت علی (ع)کے یہ کلمات ہیں: ''صرف وہ چیزیں جو تمہاری تباہی وبربادی کا سبب بنی ہیں وہ تمہاری زبان اورشرمگاہ ہیں جن سے خدابری ہے''یعنی قضاوقدر کے معنی جبرکے نہیں ہیں بلکہ خدابندہ پرجبر کرنے سے بیزار ہے بندہ جو بھی گناہ انجام دیتا ہے یاوہ شہوت کے ذریعے سے ہوتا ہے یازبان کے ذریعے سے ہوتا ہے،

۲۔عمروبن عبید: نے جواب میں لکھا،اس سلسلے میں مجھے جوکلام سب سے اچھا لگاوہ امیرالمومنین علی بن ابی طالب (ع)کاکلام ہے اوروہ یہ کہ''اگرگناہ کرناخودانسان کے اپنے اختیارمیں نہ ہوتو قاتل کے لئے قصاص کاحکم کرنابیکار ہے بلکہ اس طرح کاحکم کرنا اسکے حق میں ظلم کرناہوگا۔(لہٰذا قضاوقدر کے معنی جبر وزبردستی کے نہیں ہیں)

۳۔واصل بن عطا: نے جواب میں لکھااس سلسلے میں بہترین کلام کلام امیرالمؤمنین علی (ع)کا ہے جوآپ نے ارشادفرمایا: ''کیاممکن ہے کہ اللہ تمہیں راہ راست کی ہدایت کرے اورپھر خودسے تمہیں زبردستی گمراہی کی طرف لے جائے''۔''لہٰذا قضاوقدر کے معنی جبروزبردستی کے نہیں ہیں''۔

۴۔عامرشعبی: نے جواب میں لکھاقضاوقدر کے سلسلے میں جومحکم ترین کلام میں نے سناہے وہ حضرت علی (ع) کایہ کلام ہے کہ: ''ہروہ عمل جس پرتم اللہ سے توبہ طلب کرتے ہو

وہ خود تمہاری اپنی طرف سے ہے اور جس عمل کے انجام دینے پر تم خداکاشکراداکرتے ہووہ خداکی طرف سے ہے''۔

جب حجاج کے پاس چاروں علماء کے جوابات پہنچے توباوجود اس کے کہ وہ حضرت علی (ع)کاسخت ترین دشمن تھایہ کہنے پر مجبورہوگیاکہ :"لَقَدْ اَخَذُوْهامِنْ عَيْنٍ صَافِيَةٍ" یعنی بیشک اس طرح کے جوابات صاف شفاف چشمہ سے لئے گئے ہیں۔(لطرائف الحکم ص۹۵، بحارالانوارج۵ص۵۸)

۴۹۔نصیریوں کوآگ میں زندہ جلایاجانا: حضرت علی (ع)کے ایک صحابی نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اور چند دیگراصحاب حضرت علی (ع)کے گردحلقہ کئے بیٹھے حضرت کی گفتگوسے فیضیاب ہورہے تھے کہ قنبرنے آکرحضرت علی (ع)کی خدمت ہیں عرض کیامیرے مولا وآقا دروازے پرکچھ لوگ ہیں جوآپ کی خدائی کاعقیدہ رکھتے ہیں اوروہ آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوناچاہتے ہیں حضرت نے انہیں بلواکرپوچھاتمہاراعقیدہ کیاہے توانھوں نے وہی کہاکہ ''آپ ہمارے خالق اورآپ ہی ہمارے رازق ہیں'' حضرت علی (ع)نے ان کے اس طرح کے کفرآمیز کلمات جوسنے توکہالعنت ہوتم لوگوں پر یہ کیابک رہے ہومیں توتمہاری طرح خداکابندہ اوراسی کارزق کھانے والاہوں،مگروہ لوگ اپنے اسی غلط عقیدہ پراڑے رہے حضرت علی (ع)نے کئی دفعہ انہیں توبہ کرنے کوکہاکہ اب بھی تمہارے لئے فرصت ہے کہ تم لوگ اپنے اس باطل عقیدہ سے بازآجاؤ

کیونکہ میں اورتم ہم سب خداکی مخلوق ہیں مگر جب حضرت علی (ع)نے دیکھا کہ اتنی نصیحتوں کے باوجود وہ اپنے باطل عقیدہ پرڈٹے ہوئے ہیں توقنبر سے کہاتم دس افراد کولے کرآئواورتم سب مل کر بڑا ساگڑھا کھودواوراس میں آگ جلائوجب قنبر ایسا کرچکے توحضرت علی (ع)نے ان باطل عقیدہ رکھنے والوں کودوبارہ سے توبہ کرنے کو کہااورجب وہ نہیں مانے توان سب کوایک ایک کرکے زندہ اس جلتی ہوئی آگ میں ڈھکیل دیااس طرح وہ سب کے سب جل کر نابود ہوگئے ایسے موقع پرحضرت علی (ع)نے یہ شعرارشادفرمایا:

"اِنّی ِذَاَبْصَرْتُ شَیْئاًمُنْکَراً----اَوْقَدْتُ نَاراًوَدَعَوْتُ قَنْبَراً"

یعنی جب بھی میں اس طرح کاعقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں اطلاع پائوں گا تواسی طرح آگ جلواکرقنبرکوحکم دوں گا(کہ ان باطل عقیدہ رکھنے والوں کواس شعلہ ورآگ میں جھونک دو) (اختیار معرفۃ الرجال ص۳۰۸، قاموس الرجال ج۷ص۳۹۱)

۵۰۔قیدخانے میں قیدی کے زناکرنے کی سزاء:حضرت علی (ع)سے سوال کیاگیاکی ایک شخص نے قیدخانے میں قیدہونے اوربیوی سے دوری کے باعث قیدخانہ میں کسی عورت سے زناانجام دیاہے لہٰذا اس کی کیا سزا ہوگی حضرت علی (ع)نے جواب دیااسے(۱۰۰) کوڑے کی سزادی جائے کیونکہ وہ اپنی بیوی تک دسترسی نہیں رکھتاتھاکہ

اس گناہ سے بچ سکتالہٰذاوہ سنگسار کئے جانے کی سزاسے بری ہے۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ص۳۵۵)

۵۱۔استمناء کے مرتکب ہونے والے کی سزاء: حضرت علی (ع)کے دورِخلافت میں ایک شخص کولایاگیاجواستمنا کے گناہ کامرتکب ہواتھا(یعنی شہوت میں بے قابو ہوکرخوداپنے ہاتھوں سے اپنی منی نکالنا)توحضرت علی (ع)نے پہلے تواسے اتنے تازیانہ لگوائے کہ اس کاجسم سرخ ہوگیاپھربیت المال سے اس کی شادی کروادی۔(وسائل الشیعہ ج۱۸ص۵۷۴)

۵۲۔چارحالتوں کے بارے میں جواب: ایک دفعہ جب حضرت علی (ع)نے مسجدکوفہ کے منبر پرفرمایا:"سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُ وْنِیْ"یعنی پوچھو پوچھو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان میں نہ رہوں،ابن کواجوکہ خوارج کاسردارتھااُٹھ کرکہتاہے ذرامجھے بتائیں۔

۱۔وہ کون ہے جودن ورات دونوں کودیکھتاہے؟

۲۔وہ کون ہے جونہ دن کودیکھتاہے نہ رات کودیکھتاہے؟

۳۔وہ کون ہے جورات کونہیں دیکھتادن کودیکھتاہے؟

۴۔وہ کون ہے جودن کونہیں دیکھتارات کودیکھتاہے؟

حضرت علی (ع) نے اسے اس طرح سے جواب دیئے:

۱۔وہ جورات ودن دونوں کودیکھتاہے وہ ہے جو گذشتہ انبیاء وکتب پر بھی ایمان رکھتاہے اور پیغمبر اسلام (ص) اورقرآن پر بھی ایمان رکھتاہے۔

۲۔وہ جورات ودن دونوں کونہیں دیکھتاوہ ہے جونہ گذشتہ انبیاء پراور نہ گذشتہ کتب آسمانی پرایمان رکھتاہے اورنہ پیغمبر اسلام (ص)وقرآن پرایمان رکھتاہے۔

۳۔وہ جورات کونہیں دیکھتاصرف دن کودیکھتاہے وہ ہے جوگذشتہ انبیاء اورگذشتہ آسمانی کتابوں پرایمان نہیں رکھتامگر پیغمبر اسلام (ص)وقرآن پرایمان رکھتاہے۔

۴۔وہ جورات کودیکھتاہے دن کونہیں دیکھتاہے وہ ہے جوگذشتہ انبیاء وکتب پرتوایمان رکھتاہے مگر پیغمبر اسلام (ص)وقرآن پرایمان نہیں رکھتاہے۔

ابن کوانے جوحضرت علی (ع)سے اس طرح کے جواب سنے توخاموش ہوگیا۔(قضاوتہای محیرالعقول ص۲۳۲)

۵۳۔ حضرت علی (ع)کاجواب سنکرشک وشبہ کا دورہوجانا:ایک دن حضرت علی (ع)مسجد کوفہ میں تشریف فرماتھے کسی نے آکر سوال کیا یاامیرالمؤمنین قرآن مجید کی ایک آیت نے میرے ذہن کوشک وشبہ میں ڈال رکھاہے ذراآپ اس آیت کی تفسیر فرماکرمجھے اس حیرت وشک سے نکالیں، حضرت علی(ع)نے فرمایا:پوچھوجو بھی پوچھنا

چاہتے ہو،اس نے کہامثلًا:قرآن کی اس آیت میں ارشاد ہوا: (وَاسَئلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَاوَجَعَلْنَامِنْ دُونِ الرَّحْمَانِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ)(سورہ زخرف آیہ ۴۵)

یعنی:'' اے رسول (ص)!ذرااپنے سے پہلے والے نبیوں سے پوچھوکہ کیاہم نے رحمٰن پروردگار کے علاوہ کسی اور کوان کی پرستش کے لئے معبود قراردیاہے۔''اے امیرالمؤمنین ! میراسوال یہ ہے کہ کیاپیغمبر اسلام(ص)کے زمانے میں گذشتہ انبیاء موجود تھے جوخداانہیں حکم دے رہاہے کہ ان سے سوال کرو؟

حضرت علی (ع)نے اس شخص کواپنے قریب بلاکربیٹھایااور کہااب ذراغورسے اپنے سوال کاجواب سنو،پہلے حضرت نے(سُبْحَانَ الَّذِی اَسْرَی بِعَبْدِہِ...)آیہ معراج کی تلاوت کی پھرفرمایا:شب معراج جن چیزوں کاخدانے اپنے نبی کومشاہدہ کرایاان میں سے گذشتہ انبیاء بھی تھے کیونکہ جب جبرئیل پیغمبر اسلام (ص)کومسجداقصی لے گئے توانھوں نے وہاں ایک چشمہ دیکھاجس سے آنخضرت (ص)نے وضوکیاپھر جبرئیل نے اذان کہی اورپیغمبر (ص)سے کہاکہ آپ نماز پڑھائیں اور بلندآواز میں پڑھائیں کہ آپ کے پیچھے بے شمار فرشتہ ہیں اورپہلی صفوں میں آدم سے لے کرآپ تک کے گذشتہ تمام انبیاء ہیں پیغمبر(ص)نے نماز پڑھائی، آنخضرت (ص)کے نماز پڑھانے کے بعدمذکورہ آیت نازل ہوئی لہٰذا پیغمبر اسلام (ص)نے مڑکرتمام گذشتہ انبیاء سے جب یہی سوال کیاتوسب نے ایک ہی جواب دیاکہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ سوائے ذات وحدہ لاشریک کے کوئی

خدانہیں ہے اورآپ اللہ کے رسول اور علی آپ کے وصی وجانشین ہیں اورہم سب سے آنحضرت کی رسالت اور علی (ع) کی وصایت کاعہدوپیمان لیاگیاہے''۔

حضرت علی (ع)کایہ جواب سن کر سوال کرنے والے نے کہااے امیرالمؤمنین ! آپ نے اپنے اس جواب سے میرے دل میں موجود شک وشبہ کودور کرنے کے علاوہ میرے دین کومستحکم کردیاہے۔(بحارج۱۸ص۳۹۴)

۵۴۔جھوٹی قسم کھانے کی صورت میں اندھاہوجانا: حضرت علی (ع)کے دوران خلافت آپ کواطلاع ملی کہ (عیزار) نامی شخص آپ کی اورآپ کے ساتھیوں کی جاسوسی کرتاہے اورآپ لوگوں کی اطلاعات معاویہ کو پہنچاتا ہے حضرت علی (ع)نے اس شخص کوطلب کیااور پوچھاکہ کیاتم ایسا کام کرتے ہواس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا: نہیں میں ایساکام نہیں کرتاہوں حضرت علی (ع)نے اس سے کہا کہ تم اپنی اس بات پر قسم بھی کھاسکتے ہواس نے کہا: ہاں، حضرت علی(ع)نے فرمایا: یادرکھو اگرتم جھوٹی قسم کھائوگے تواندھے ہوجائوگے، مگر پھربھی اس شخص نے جھوٹی قسم کھالی کہ میں ہرگزآپ لوگوں کی جاسوسی معاویہ کے پاس نہیں کرتاہوں، ابھی ایک ہفتہ نہیں گزراتھاکہ وہ اندھاہوگیااورلوگوں کی مدد سے ادھر اُدھر جاتاآتا تھا۔(مناقب ابن شہرآشوب ج۲ص۲۷۹)

۵۵۔ نابینا شخص کی دوسری آنکھ پھوڑنے کی دیت: ایک آنکھ سے نابینا شخص پر کسی دوسرے شخص نے پتھر مار کر اسے دوسری آنکھ سے بھی محروم کردیاتواس مارنے والے کوجب حضرت علی (ع)کے سامنے پیش کیاگیاتوآپ نے جس کی آنکھ پھوٹی تھی اس سے کہاکہ تمہیں دوچیزوں میں اختیار ہے،

ا۔یامارنے والے کی ایک آنکھ تم بھی قصاص کے طور پر پھوڑدواور نصف دیت بھی اس سے وصول کرلو،

۲۔یاقصاص سے در گزر کرتے ہوئے مارنے والے سے پورے انسان کامل کی دیت وصول کرلو،کیونکہ جس کی صرف ایک ہی آنکھ ہوجس سے وہ دیکھ سکتاہوتواس کی اہمیت دوآنکھوں والے کے برابر ہے لہٰذا اگر کوئی اس کی اس ایک آنکھ کو بھی نابینا کردیتا ہے تو اس پرپورے انسان کامل کی دیت ہے۔(فروع کافی ج۷ص۳۱۷)

۵۶۔دنیاوی سزاءگناہ کا کفارہ قرار پاتی ہے: حضرت علی (ع)کے حکم کے تحت کسی شوہر دارخاتون کے فعل زناکے مرتکب ہونے کے سبب جب اسے سنگسار کیاگیاتولوگ آآ کر اس پرلعنت کرنے لگے توحضرت نے ان لعنت کرنے والوں سے فرمایا:"ارفعو االسنتکم عنهافنّه لایُقام حَدّاِلاَّکان کفّارةذلک الذنْب کمایُجْزِی الدَّیْنُ بِالدَّیْنِ"۔یعنی اے لوگو! اپنی زبانوں کواس عورت کی بدگوئی کرنے سے بازرکھو کیونکہ

اس طرح کی شرعی حد گنہگار انسان کے گناہ کا کفارہ قرار پاتی ہے جس طرح قرض لینے والا قرض کو پلٹاتا ہے۔ (وسائل الشیعہ ج۱۸ص۳۷۵)

۵۷۔حلال وحرام کو پہچاننے کا طریقہ: چند مسلمانوں کو حالت سفر میں سامنے والے پکے ہوئے گوشت کے بارے میں شک ہوا کہ یہ گوشت حلال شدہ جانور کا ہے یا مردار جانور کا (یعنی جسے شرعی طریقے پر ذبح نہ کیا گیا ہو یا اپنی موت مرا ہو) تو ان لوگوں نے سفر سے واپسی پر حضرت علی (ع) سے مسئلہ پوچھا کہ یا امیرالمومنین ! اگر پھر ہمیں اس طرح کا کہیں شک ہو تو کیا کریں؟ حضرت علی (ع) نے فرمایا: جب بھی تم لوگوں کو دوبارہ سے اس طرح کا مسئلہ پیش آئے تو اس گوشت کو آگ پر رکھ کر آزمالو اگر وہ گوشت سمٹ کر جمع ہو جاتا ہے تو شرعی طریقے سے ذبح شدہ حیوان کا گوشت ہے اور اگر سمٹنے وجمع ہونے کے بجائے پھیلنے لگے تو وہ شرعی طریقے سے ذبح نہ ہونے والے حیوان کا گوشت ہے جو کہ حرام ہے۔ (کتاب الوافی (فیض کاشانی ج۳جز۱۱ص۱۷)